

عمیق سیریز ۹۷

اسٹارٹرک

منظہر کلیم ایم اے

یوسف برادرز پاک گیٹ  
ملتان

عمیق سیریز ۹۷

اسٹارٹرک

منظہر کلیم ایم اے

یوسف برادرز پاک گیٹ  
ملتان

قابو پانے کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ بہانے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔  
یہ ناول ایسے ہی بے شمار جان لیوا اور کڑے مراحل کی کہانی ہے۔ یہ ناول  
لمحہ بہ لمحہ برپا ہونے والی اعصابی جنگ اور قدم بہ قدم سنائی دینے والی موت  
کی خوفناک آہٹوں — ہر سانس کے ساتھ دم توڑتی ہوئی زندگی اور ہر دھڑکن  
کے ساتھ زندہ ہونے والی موت کی ایک ایسی کہانی ہے جسے پڑھنے کے بعد  
آپ یقیناً اسے بھلا نہ سکیں گے۔ پڑھ کر دیکھ لیجئے۔

والسلام  
منظہر کلیم ایم اے

محبت و غریب مشینوں سے بھرے ہوئے اس وسیع و غریب ہال  
میں بھگتہ ٹنسی مچی ہوئی تھی۔ سفید کوٹوں میں ملبوس لوگ تیزی سے آ جا  
رہے تھے۔ بے شمار افراد مشینوں سے چمٹے ہوئے تھے۔ ساری مشینوں  
کی مختلف آوازیں مل کر ایک عجیب سی آواز پیدا کر رہی تھیں۔ ہر  
مشین پر موجود چھوٹی چھوٹی سکریٹوں پر مختلف مناظر نظر آ رہے تھے۔  
ہر شخص اپنے اپنے کام میں بے تحاشا مصروف تھا۔ ایک طرف  
کوٹے میں رکھی ہوئی ساکواں کی بڑی سی میز کے چھپے ایک سفید بالوں  
والا دراز قامت آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ یہ پروفیسر کریمٹ تھا۔ اس  
سارے آپریشن کا چیف۔ اس کی میز پر مختلف رنگوں کے بے شمار ٹیلی فون  
اور انٹر کام پڑے ہوئے تھے۔ اور وہ انتہائی تیزی سے کبھی ایک فون  
اٹنڈ کرتا کبھی دوسرا۔ اس کی میز کے ساتھ دو چھوٹی چھوٹی میزیں  
تھیں جن پر دو خوب صورت لڑکیاں کمپیوٹر ٹائپ کی مشینیں سامنے  
رکھے بیٹھی ہوئی تھیں۔ فون سنتے ہی جوا الفاظ پر پروفیسر کریمٹ

وہے تک کریں مادے رہے لیکن کچھ حاصل نہ ہوا۔ اس خفیہ ہاتھ کا ہتہ نہ مل سکا۔ معمولی سا کلیف بھی نہ مل سکا۔ آخر تک بارکوب بنیٹ گئے۔ اور پھر اس اہم ترین مسئلے پر سپر یادوز کے اعلیٰ ترین حکام کی ایک مشترکہ میٹنگ ہوئی جس کے نتیجے میں ایک بین الاقوامی تنظیم وٹاسا قائم کی گئی جسے اقوام متحدہ کی ایک خصوصی کمیٹی کے تحت قائم کیا گیا۔ اور متفقہ طور پر مغربی جرمنی کے پروفیسر کرمنٹ کو وٹاسا کا چیف مقرر کر دیا گیا۔ وٹاسا کے ذمے جدید ترین خلائی لیبارٹری قائم کرنے اور ان معلومات کا براہ راست حصول تھا جو چوری کر لی جاتی تھیں۔ اس آپریشن میں تمام سپر یادوز کے اعلیٰ ترین سائنس دانوں نے مل کر ایسی مشینیں ایجاد کیں۔ جن کے ذریعے تمام سپر یادوز کے خلائی سیاروں سے بیک وقت اور مسلسل رابطہ قائم کیا جاتا تھا۔ ایسا رابطہ جسے کوئی دوسرا چیک نہ کر سکے۔ اس طرح تمام معلومات پہلے وٹاسا پہنچتی تھیں اور پھر انہیں تمام سپر یادوز کے مین مراکز کو سپلائی کر دیا جاتا تھا۔ پروفیسر کرمنٹ نے اس کا ایسا نظام قائم کیا تھا کہ کسی بھی سپر یادوز کو کوئی شکایت نہ ہوتی تھی۔ تمام سپر یادوز کی اپنے اپنے سیاروں کی اہم اور خفیہ معلومات وٹاسا کی معرفت انہیں مل جاتی تھیں۔ لیکن ان معلومات کو ایک دوسرے کے سے بھی صیغہ راز میں رکھا جاتا تھا۔ ایک سپر یادوز کو دوسرے کی معلومات کے متعلق کچھ معلوم نہ ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ کام سہولت سے ہو رہا تھا اور پروفیسر کرمنٹ کی اس بے پناہ کارکردگی کی بنا پر انہیں تمام سپر یادوز نے اعلیٰ ترین کارکردگی کا بین الاقوامی ایوارڈ دیا تھا۔

بولتا وہ ان لوگوں کے ذریعے کمپیوٹروں میں محفوظ ہوا گئے اور پھر مختلف شعبوں تک خود بخود پہنچ جاتے۔ اس طرح پروفیسر کرمنٹ پورے نظام کو کنٹرول کر رہا تھا۔ وہ مسلسل رپورٹیں سن رہا تھا اور ہدایات دے رہا تھا۔ یہ خلائی چیکنگ کے بین الاقوامی ادارے وٹاسا کا مین آپریشن روم تھا۔ پروفیسر کرمنٹ وٹاسا کا چیف تھا۔ یہ ادارہ ابھی حال میں سپر یادوز نے مل کر قائم کیا تھا اور اس کی نگرانی اقوام متحدہ کی ایک خصوصی کونسل کرتی تھی۔ گزشتہ ایک سال سے روسیہ ایکریما اور مین دوسرے بڑے ملکوں کے ساتھ مسلسل ایک سانحہ پیش آ رہا تھا۔ ان کے خلائی سیارے خلا اور مختلف سیاروں کے متعلق جو اہم ترین معلومات اپنے اپنے مراکز کو بھیجتے تھے۔ وہ سب مراکز تک پہنچنے سے پہلے ہی غائب ہو جاتی تھیں۔ ایسا اس وقت ہوتا تھا جب کوئی اہم اطلاع آتی ہو۔ ورنہ عام سی معلومات مسلسل آتی رہتی تھیں۔ لیکن خلائی مراکز کے تمام سائنس دان اور ان مراکز پر اربوں ڈالر خرچ کرنے والی سپر یادوز شدید پریشان تھیں کیوں کہ اہم ترین معلومات راستے میں ہی چوری کر لی جاتی تھیں۔ پہلے تو ہر سپر یادوز نے یہی سمجھا کہ دوسری سپر یادوز ایسا کر رہی ہے۔ لیکن پھر انکو انہی کے بعد اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ ایسا سب کے ساتھ ہو رہا ہے۔ کوئی خفیہ ہاتھ ان اہم ترین معلومات کو درمیان سے ہی اچک لیتا ہے جن کی خاطر اربوں ڈالر خرچ کئے جاتے ہیں۔ پھر سپر یادوز نے اپنے ٹاپ ایجنٹ اس خفیہ ہاتھ کی تلاش پر مامور کئے۔ علیحدہ علیحدہ اور مشترکہ ٹیموں نے بے پناہ کوششیں کیں۔ وہ

اس ایوارڈ کے بعد پروفیسر کرمٹ کی شہرت پوری دنیا میں پھیل گئی تھی۔ اور دنیا کے ہر ملک نے انہیں اعزازی طور پر اپنی شہریت پیش کر دی تھی۔

دنیا میں کام چوبیس گھنٹے مسلسل جاری رہتا تھا۔ تمام لوگ شفتوں میں کام کرتے تھے۔ پروفیسر کرمٹ البتہ صرف آٹھ گھنٹے ڈیوٹی دیتے تھے۔ اس کے بعد ان کے نائب ان کی ڈیوٹی سنبھال لیتے تھے اور اس طرح تمام کام صبح اور مناسب طریقے سے سرانجام دیا جا رہا تھا۔ آج دنیا کے بین آپریشن روم میں ضرورت سے زیادہ سرگرمی اس لئے نظر آرہی تھی کہ ایک کیمیلے نے ایک نیا اور انتہائی طاقت ور خلائی سیارہ کائناتی کیمکشان نمبر دو کی طرف بھیجا تھا۔ یہ کیمکشان حالی میں ایک اتفاق کے ذریعے دریافت ہوئی تھی۔ یہ کہہ ارض کے نظام شمسی سے کافی فاصلے پر تھی۔ اور اس سے ایسی اطلاعات ملی تھیں کہ اس کائناتی کیمکشان میں ایک سیارہ ایسا ہے۔ جو بالکل کہہ ارض سے ملتا جلتا ہے۔ اور جہاں نہ صرف زندہ گی موجود ہے بلکہ وہاں بسنے والے لوگ سائنس میں کہہ ارض سے لاکھوں سال آگے ہیں۔ ان ساری معلومات کی بنیاد وہ نامعلوم سکندر تھے۔ جو اس کائناتی کیمکشان سے اچانک موصول ہونے شروع ہو گئے تھے۔ اور روسیہ کے ایک سائنس دان متکون ان سکندر کا مفہوم سمجھنے میں کسی حد تک کامیاب ہو گئے تھے۔ چون کہ یہ ایک ایسا اہم معاملہ تھا جس میں پوری دنیا کو دل چسپی تھی۔ اس لئے فوری طور پر تمام سپر یادرز کے خلائی سائنس دانوں کی میٹنگ کال کی گئی۔ اور پھر ان سکندر پر غور

کیا گیا۔ اس کے بعد ایک کیمیلے اس کائناتی کیمکشان نمبر دو میں ایک سیارہ بھیجنے کا اعلان کر دیا۔ تاکہ جتنی طور پر معلومات حاصل کی جاسکیں۔ اس خلائی سیارے کو "ڈسکوری سنچری" کا کوڈ نام دیا گیا تھا۔ ایک کیمیلے نے اس خلائی سیارے پر اپنا بے پناہ سرمایہ اور اعلیٰ ترین دماغ استعمال کئے تھے۔ اور پوری دنیا کو یہ یقین تھا کہ "ڈسکوری سنچری" ایسی معلومات مہیا کرے گا۔ جس کے بعد نئے کہہ ارض کی تلاش ممکن ہو جائے گی۔ یہ خلائی سیارہ گزشتہ ماہ خلا میں پہنچ گیا تھا۔ اور اس کا سفر تیزی سے جاری تھا۔ اور آج کسی بھی وقت اس نے اپنی منزل پر پہنچا تھا۔ اس لئے دنیا میں سرگرمی اپنے عروج پر تھی۔ اور اس کے ساتھ ہی پوری دنیا کی توجہ دنیا سا پرچی ہوئی تھی۔ دنیا بھر کے خلائی سائنس دانوں کے ساتھ ساتھ عام شہری بھی اس اہم ترین اطلاع کے منتظر تھے۔ پوری دنیا میں ایک بیجانی سی کیفیت طاری تھی۔ سب لوگ ٹی وی اور ریڈیو کے گرد جمع تھے۔ خلائی سیاروں کی مدد سے دنیا کا نشریاتی رابطہ دنیا بھر کے ریڈیو اور ٹی وی چینلز سے جوڑ دیا گیا تھا۔ اور سب لوگ اپنے اپنے ٹی وی سیٹ پر دنیا میں ہونے والی یہ سرگرمی دیکھ رہے تھے۔ ایک طرف کوئی "ڈسکوری سنچری" کو مسلسل پرواز کرتے دکھایا جا رہا تھا۔ اور دوسریہ رنگ کے خلا میں ایک باریک سا نقطہ چمک رہا تھا۔ یہ نقطہ سائنس دانوں کے مطابق وہی نیا کہہ ارض تھا جہاں سے سکندر موصول ہو رہے تھے۔ ہر شخص کی نظر اس خلائی جہاز پر جمی ہوئی تھیں۔ جو خود ایک نقطے کی صورت میں نظر آ رہا تھا۔ ساتھ ساتھ کنٹری کی جا

رہی تھی۔ خلائی سائنس دان مسلسل معلومات مہیا کر رہے تھے۔ اور پوری دنیا اس لمحے کا بے چینی سے انتظار کر رہی تھی جب کوئی ایسی اطلاع ملے گی جس سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ واقعی کائناتی جہکشاں مہذبہ دو میں ایسا سیارہ موجود ہے جہاں زندگی موجود ہے۔

پروفیسر کرمٹ تیزی سے اور مسلسل رپورٹیں سنا سنا کر ہدایات جاری کر رہا تھا۔ اس کا چہرہ چمک رہا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ اگر ایسی اطلاع مل گئی جو اس کے ذریعے دنیا میں پھیلے گی تو تاریخ میں اس کا نام قیامت تک سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔ اور پھر ایک ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور پروفیسر کرمٹ نے رسیو رائٹ لیا۔

”باس۔۔۔ ممبر ایون دس دن تھرتی۔۔۔ ہماری سکرین پر دو نامعلوم دھبے نظر آ رہے ہیں۔۔۔ دوسری طرف سے ایک الجھی ہوئی آواز سنائی دی اور پروفیسر کرمٹ برسی طرح چونک پڑا۔ کیسے دھبے۔۔۔ جلدی چیک کر دو۔۔۔ پروفیسر کرمٹ نے چیختے ہوئے کہا۔

”باس۔۔۔ باس۔۔۔ یہ دھبے سکرین پر پھیلتے جا رہے ہیں۔ مشین کی کارکردگی تیزی سے زبردستی جا رہی ہے۔ پلیز۔۔۔ پلیز فوراً آئیے۔۔۔ دوسری طرف سے گہرائے ہوئے ہجے میں آ گیا اور پروفیسر کرمٹ نے بوکھلائے ہوئے انداز میں رسیو کر میڈل پر پھینکا اور کرسی سے اٹھ کر بھاگتا ہوا دائیں کونے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اُسے اس طرح بوکھلا کر بھاگتے ہوئے دیکھ کر سب لوگ چونک پڑے۔ پروفیسر کرمٹ کونے میں موجود ایک

قد آدم مسین کے سامنے پہنچ گیا۔ یہ ایک خاصی چوڑی مشین تھی جس پر بے شمار چھوٹی چھوٹی سکرینیں تھیں۔۔۔ ہزاروں بلب جل بجھ رہے تھے۔ پوری مشین پر بکھرے ہوئے ڈائلوں پر مختلف رنگوں کی سوئیاں بھڑک رہی تھیں مشین کے سامنے آٹھ افراد موجود تھے۔ جن میں سے ایک کے سر پر ہیڈ فون چڑھا ہوا تھا۔ اس کی نظریں ایک قدرے بڑی سکرین پر جمی ہوئی تھیں۔۔۔ یہ مشین ڈسکوری سپیری سے براہ راست متعلق تھی۔ اور اس سے بھیجے جانے والے سگنلز کو نہ صرف موصول کر رہی تھی بلکہ انہیں ڈی کوڈ کر کے ایکریما کے مین خلائی مرکز کو سپلائی کر رہی تھی۔۔۔ جہاں ہزاروں سائنسدان کام کر رہے تھے۔

”باس۔۔۔ یہ رہے۔۔۔ اوہ۔۔۔ سگنل کمزور ہو رہے ہیں ان کی طاقت کم ہو رہی ہے۔ یہ آؤٹ آف کنٹرول ہو رہے ہیں۔۔۔ ہیڈ فون چڑھائے ہوئے شخص نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ اور پھر ہیڈ فون اتار کر تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا پروفیسر کرمٹ نے جلدی سے ہیڈ فون سر پر چڑھایا اور اس کی کرسی پر بیٹھ کر اس نے خود مشین کو آپریٹ کرنا شروع کر دیا۔ لیکن یہ دھبے کسی طور پر سمٹنے میں ہی نہ آ رہے تھے اور پھر ایک زوردار جھمکا ہوا اور اس کے ساتھ ہی مشین کی تمام سکرینیں سفید ہوتی چلی گئیں۔۔۔ اور مشین سے ایک گونج سی پیدا ہوئی۔ اور پروفیسر کرمٹ کا چہرہ غصے کی شدت سے سیاہ پڑ گیا۔ اس نے ہیڈ فون اتار کر ایک طرف پھینکا اور ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ڈسکوری سپیری

سے ان کا معلوماتی رابطہ کٹ چکا تھا۔ اب اہم ترین اطلاع کا اہمیا نہیں کی جاسکتی تھیں۔ اصرار دنیا بھر کی فی۔ وی سکرینوں پر کرنے میں دکھائی جانے والی ڈسکوری سنجری کے سفر کی تصویر سفید ہوتے ہوئے ایک جھماکے سے غائب ہو چکی تھی۔  
 ”یہ کیا ہوا۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ یہ ناممکن ہے۔“  
 پروفیسر کرمٹ نے پاگلوں کے سے انداز میں چیختے ہوئے کہا۔  
 ”باس۔۔۔ زیرِ فون پر کال ہے۔“ ایک نائب نے ہاتھ میں تھامے ہوئے ایک عجیب و غریب فون کا ریسیور پروفیسر کرمٹ کی طرف بڑھایا۔

”ہیلو۔۔۔ پروفیسر کرمٹ۔۔۔ مجھے افسوس ہے کہ تم دنیا کو ڈسکوری سنجری کے بارے میں اب کوئی اطلاع نہ دے سکو گے۔ ایک آواز پروفیسر کرمٹ کے کانوں میں گھٹلے ہوئے سیسے کی طرح اترتی چلی گئی۔  
 ”لگ۔ لگ۔ کون ہو تم۔“ پروفیسر کرمٹ نے ہکلاتے ہوئے پوچھا۔

”اسٹار ٹریک۔۔۔ میں اسٹار ٹریک ہوں۔ تم نے دناسا قائم کر کے یہ سمجھ لیا تھا کہ تم نے اسٹار ٹریک کو شکست دے دی ہے۔۔۔ اور اب اسٹار ٹریک اہم خلائی معلومات حاصل نہ کر سکے گا۔ لیکن دیکھ لو۔ اسٹار ٹریک نے تم سب کی نظروں کے سامنے ڈسکوری سنجری کو اچک لیا ہے۔ اب ڈسکوری سنجری کی تمام معلومات اسٹار ٹریک کے پاس پہنچیں گی اور یہ بھی سن لو کہ

اب تمام خلائی سیاروں کی اہم ترین معلومات ایک بار پھر ہم حاصل کریں گے۔۔۔ تم سینکڑوں اوریڈو ڈیٹا سا قائم کر لو۔ تب بنی تم اسٹار ٹریک کو شکست نہیں دے سکتے۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ بولنے والے کا ہجہ متیشنی سا تھا جیسے رولر بول رہا ہو۔  
 ”تم کیا چاہتے ہو۔ یہ معلومات تم کیا کر دو گے۔ تمہارے یہ کس کام کی ہیں۔۔۔ ان سے تم کیا فائدہ حاصل کر سکتے ہو۔ تم دنیا کی ترقی کے دشمن کیوں بن گئے ہو۔۔۔ پروفیسر کرمٹ نے چیختے ہوئے کہا۔

”آرام سے بولو پروفیسر کرمٹ۔۔۔ ایک سائنس دان کو اتنا جذباتی نہیں ہونا چاہیئے۔ میں نے آخر تمہیں کال بھی اسی لئے کیا ہے تاکہ تم سپر پاورز کو یہ بتا دو کہ اگر انہیں خلائی معلومات حاصل کرنی ہیں تو اسٹار ٹریک سے بات کریں۔۔۔ اطلاع کی قیمت ہو گی۔ اور سنو۔۔۔ میں تمہاری طرح کسی بھی اطلاع کو خفیہ نہیں رکھوں گا۔ ایکرمیہ رقوم دے کر مجھ سے روسیاسی اہم ترین معلومات حاصل کر سکتا ہے۔ اور روسیہ رقوم دے کر مجھ سے ایکرمیہ اہم ترین معلومات حاصل کر سکتا ہے۔  
 اسٹار ٹریک معلومات کا سوداگر ہے۔ خلائی معلومات کا۔ سمجھے۔“ اسٹار ٹریک نے کہا۔

”لیکن اگر کوئی بھی تم سے سودا نہ کرے تو پھر تم ان معلومات کا کیا کر دو گے۔۔۔ اچار ڈالو گے ان کا۔“ پروفیسر کرمٹ نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا اب وہ اپنے آپ پر کنٹرول کر چکا تھا۔

فکر نہ کرو۔ ادا۔ کے۔۔۔ اور سنو۔۔۔ تم چاہو تو گوشت ش  
کر لینا کہ اس کال کا سراغ لگا سکو۔ لیکن یقین رکھو تمہیں یا اسی ہو  
گی۔ ”گندہ بانی“۔۔۔ دوسری طرف سے لٹنریہ انداز میں کہا گیا۔  
اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

پروفیسر کمرٹ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیہ دراپس  
اپنے نائب کو دے دیا اور ڈھیلے قدموں سے چلتا ہوا واپس اپنی  
میز پر پہنچا۔ اور اس کے بعد اس نے دنشا کی مخصوص کمپنی کو  
تمام بات چیت سے آگاہ کر دیا اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کر اپنے  
نہوے کی طرف بڑھ گیا۔ اب دنشا بھی عملی طور پر ختم ہو چکا تھا۔  
وہ اس اسٹار ٹریک سے شکست کھا چکا تھا۔ مکمل شکست۔

اور پھر یہ خبر پوری دنیا میں جنگ کی آگ کی طرح پھیلی جلی گئی۔  
اور دنیا بھر میں ہر جگہ اسٹار ٹریک کی باتیں ہونا شروع ہو گئیں۔  
اب ڈسکوری سنجری کی بجائے اسٹار ٹریک ہی پوری دنیا کا موضوع  
گفتگو بن چکا تھا۔

۱۴  
”یہ بات میرے سوچنے کی ہے تمہاری نہیں۔۔۔ اسٹار ٹریک  
اگر پوری دنیا کے سائنس دانوں کو دھوکہ دے کر ہر معلومات حاصل کر  
سکتا ہے تو وہ انہیں استعمال کر لے کی بھی صلاحیت رکھتا ہے۔  
تم صرف سائنس دان ہو پروفیسر کمرٹ۔۔۔ تمہیں دنیا کی سیاسی  
صورت حال کا علم نہیں ہے۔ دنشا صرف مجبوری کے تحت قائم ہوا  
ہے۔ ورنہ ہر ملک اپنے طور پر دوسروں کی معلومات خریدنے کا  
خواہش مند ہے۔ سمجھے۔۔۔ اسٹار ٹریک نے کہا۔  
”اچھا۔۔۔ یہ بتاؤ کہ اگر کوئی ملک یہ معلومات خریدنا چاہے تو  
پھر وہ کیا کرے۔ تم سے رابطہ کہاں قائم ہو سکتا ہے اور کیسے؟“  
پروفیسر کمرٹ نے کہا۔

”اس کے لئے کسی کو تنگ و دو کی ضرورت نہ پڑے گی۔ اپنے ملک  
کے خلائی سیارے کو مخصوص سگنل دے کر معلومات خریدنے کی  
خواہش کی جاسکتی ہے۔۔۔ اسی ذریعے سے سودا ملے ہو سکتا ہے۔  
اور اسی ذریعے سے معلومات مہیا کی جاسکتی ہیں۔“

اسٹار ٹریک نے جواب دیا اور پروفیسر کمرٹ کا چہرہ کچھ گیا۔ اسٹار  
ٹریک اس کی توقع سے کہیں زیادہ ذہین تھا۔

”لیکن رقم کا کیا ہوگا وہ تو خلائی سیارے کے ذریعے نہیں  
بھیجی جاسکتی۔“ پروفیسر کمرٹ نے ایک اور پہلو پر بات  
کرتے ہوئے کہا۔

”رقم کا کوئی مسئلہ نہیں۔۔۔ اور مجھے رقم چاہیے بھی نہیں۔  
مجھے جو کچھ چاہیے۔۔۔ وہ میں پارٹی کو براہ راست بتا دوں گا۔“

مخادرہ ہے جس کا مطلب ہے بلانا۔ اب میں آپ کو کیا لیا  
پڑھاؤں۔ اچھا۔ فرمائیے۔ کیسے یاد فرمایا ہے آپ نے۔  
سلیمان نے بڑے مہذب لہجے میں کہا۔  
"ایک کپ چائے کی طلب ہو رہی تھی مابعد دولت کو۔ اگر  
حضور پیش فرما سکیں تو مابعد دولت کو بے پایاں مسرت ہوگی۔  
عمران نے کہا۔

"یہ لفظ مابعد دولت آپ کے منہ سے کچھ اچھا نہیں لگ رہا۔ آپ  
کو تو مابعد دولت کہنا چاہیے۔ یہ لفظ وہی استعمال کر سکتے ہیں  
جن کے پاس دولت ہو۔ اور آپ کے پاس دولت نام کی  
کوئی چیز تو میں نے کبھی دیکھی سی نہیں۔"۔ سلیمان نے  
باقاعدہ بحث کرتے ہوئے کہا۔

"اوه۔۔۔ تم بہت سطحی انداز میں سوچنے لگ گئے ہو سلیمان۔  
اصل دولت تو دل کی دولت ہوتی ہے۔ اس کے بعد علم کی دولت  
ہوتی ہے اور آخر میں تجربے کی دولت ہوتی ہے۔ دل میرے  
پاس ہے اور ابھی تک اس میں کسی خرابی کی نشاندہی نہیں ہوئی۔  
اس لئے میں دل کا دولت مند ہوں۔ پھر میرے پاس  
اعلیٰ ترین ڈگریاں ہیں۔ چنانچہ علم کی دولت بھی موجود ہے اور رہا  
تجربہ تو تمہارے جیسے باورچی کے ساتھ جو شخص ایک لمحہ بھی گزار  
جائے اس کا تجربہ صدیوں پر محیط ہو جاتا ہے۔ اور مجھے تو  
پندرہ سال ہو گئے ہیں اس لئے تجربے کی دولت وافر مقدار  
میں ہے۔"۔ عمران نے بھی باقاعدہ فلسفہ پڑھانا

عمران آج کل فارغ تھا۔ اس لئے سوائے کتابیں پڑھنے  
کے اور کوئی کام نہ تھا۔ اس وقت بھی ایک ضخیم کتاب اس  
کے ہاتھوں میں تھی۔

"سلیمان۔۔۔ ارے او سلیمان۔۔۔ عمران نے  
کتاب بند کرتے ہوئے ہانک لگائی۔

"صاحب۔۔۔ آپ کو کتنی بار سمجھایا ہے کسی ادب سکھانے  
والے سکول میں داخلہ لے لیجئے۔ کم از کم آواز مارنے کا ادب تو  
کچھ نہ کچھ تو آجائے گا۔"۔ سلیمان نے کمرے میں داخل ہوتے  
ہوئے بڑا سامنے بنا کر کہا۔

"آواز مارنا نہیں ہوتا آواز لگانا ہوتا ہے تم بھی گمراہ اسکول پر  
داخلہ لے لو۔"۔ عمران نے سنجیدہ ہو کر جواب دیا۔  
"جواب۔۔۔ آواز مجمع والے لگاتے ہیں۔ اور آواز مارنا ایک



پتی ہنگی۔۔۔ دال ہنگی۔۔۔ صاحب کی ٹکیہ ہنگی۔۔۔ روٹی ہنگی۔۔۔ اور ہنگائی بھی تو صنف نازک ہے۔۔۔ اچھا۔۔۔ ہمارے مرضی۔۔۔ مرضی بھی تو مؤنث ہے؟۔۔۔ عمران نے کھنڈا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"اب مجھے اجازت ہے۔۔۔ آپ بیٹھے۔۔۔ مؤنث کی گردان کرتے رہیے۔ ادھر میری مؤنث ہانڈی نہ جل جائے؟

سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرے کوٹ کی جیب دیکھو شاید کوئی مؤنث پڑی نظر آ جائے۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ارے صاحب۔۔۔ دولت بھی تو مؤنث ہے؟

سلیمان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"نوٹوں کی گڈی بھی مؤنث ہی کہلاتی ہے؟۔۔۔ عمران نے کہا اور سلیمان تیزی سے وارڈروب کی طرف بڑھا۔

دوسرے لمحے وہ عمران کی جیب سے بڑے نوٹوں کی ایک گڈی برآمد کر چکا تھا۔

"اب تو چائے کی پیالی مل سکتی ہے۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ہاں۔۔۔ ایک پیالی تو اتنے میں بن ہی جائے گی؟

سلیمان نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور گڈی سنبھالے تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

"اتنا ہنگا بادچی اللہ نے میری قسمت میں ہی لکھ دیا تھا۔"

شروع کر دیا۔

"شک ہے۔۔۔ پھر اپنی دولتوں پر گزارہ کیجیے۔ چلے گا

کپ تو میرے والی دولت سے مل سکتا ہے۔ وہ آپ کے پاس ظاہر ہے نہیں ہے؟۔۔۔ سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا اور واپس دروازے کی طرف مڑ گیا۔

"ارے ارے۔۔۔ سنو تو سہی؟۔۔۔ عمران نے بولکھائے ہوئے انداز میں کہا۔

"اخبار میں ان دولتوں کا اشتہار دے دیجیے پھر آپ کو پتہ چل جائے گا کہ ان کے بدلے میں کیا ملتا ہے؟۔۔۔ سلیمان نے جواب دیا۔

"ارے میں سمجھ گیا۔۔۔ اخبار والے بھی پہلے تمہارے والی دولت مانگیں گے پھر سی اشتہار لگائیں گے۔ واقعی۔۔۔ میں اب تک نا سمجھی میں زندگی گزارتا رہا۔ ان دولتوں کے اکٹھا کرنے سے تو بہتر تھا کہ ولایت نگ کا گورنر ہی پاس کر لیتا۔۔۔ تیل پیدا کرنے والے ملک ہی بہت کچھ دے دیتے۔ لیکن وہ چائے؟

عمران نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

"جناب۔۔۔ افسوس ہے کہ چائے کی سی بہت ہنگی ہو گئی ہے۔ اور اب چائے پینا عیاشی میں شامل ہو چکا ہے۔ اور آپ جیسے مفلس لوگ یہ عیاشی نہیں کر سکتے؟" مجبور می ہے؟

سلیمان نے صاف جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اس دنیا میں صنف نازک کی ہنگائی واقعی بڑھتی جا رہی ہے۔"

صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

”گردان بھی مونس ہے۔ اور مونس مہنگی جوتی جا رہی ہے۔“

عمران کی گردان جا رہی تھی۔

اُسی لمحے سلیمان ایک ٹرائی دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا۔ اس پر چائے کے ساتھ ساتھ بسکٹ بھی موجود تھے۔

”ارے واہ سلیمان تم خواہ مخواہ کہہ رہے تھے کہ مونس مہنگی جوتی جا رہی ہے یہ تو سستی ہو گئی ہے۔ ایک گڈی میں اتنی ساری پیالیاں پھر بسکٹ بھی۔“ عمران نے ٹرائی کو دیکھ کر چونکتے ہوئے کہا۔

”یہ میری عزت کا مسئلہ ہے صاحب۔ درنہ یہ لوگ کیا کہیں گے کہ ایک پیالی سے اتنی پیالیاں بھی نہیں بنا سکتا۔“ سلیمان نے کہا اور تیزی سے واپس مڑ گیا اور پھر جب عمران نے نوٹوں کی گڈی اور ایک پیالی کی تفصیل بتائی تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

”یہ سلیمان کا ہی کام ہے کہ تم سے نوٹ وصول کر لیتا ہے پچارہ سو پر فیاض آج تک ایک پیسہ کرائے کا وصول نہیں کر سکا۔“ صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔ اس نے چلتے بنا کر ایک ایک پیالی سب کو دے دی تھی۔

”سو پر فیاض۔۔۔ ارے ہاں۔ تم نے یاد دلادیا۔ بڑے عرصے سے اس سے ملاقات نہیں ہوئی۔ کہیں یہ فلیٹ میرے نام وصیت کے بغیر مرنے نہیں گیا۔“ عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

”اس کی جزا ہے کہ فلیٹ آپ کے نام کیے بغیر مر جائے۔“

عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور دوبارہ کتاب کھول لی۔ اُسی لمحے کال بیل کی تیز آواز سنائی دی۔ اور پھر سلیمان کے قدموں کی آواز کے ساتھ ہی دروازہ کھلنے اور بہت سے قدموں کی آوازیں ابھریں۔ عمران کی نظریں دروازے پر لگی ہوئی تھیں۔

”آپ اتنے خوب صورت موسم میں فلیٹ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔۔۔ دروازے سے صفدر کی آواز سنائی دی۔“

پھر صفدر کییشن شکیل، تنویر اور جولیا کمرے میں آ گئے۔

”خوب صورتی مونس ہے صفدر بھائی۔“ اور مونس مہنگی جوتی جا رہی ہے۔“ عمران نے مایوس سے لہجے میں کہا۔

”کیا مطلب۔۔۔ مونس مہنگی جوتی جا رہی ہے۔ کیا یہ کوئی نیا فلسفہ ہے۔“ صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

”میں بتاتا ہوں۔ اب عمران صاحب کنوارہ نہیں رہنا چاہتے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔“ کینٹن شکیل نے صوفے پر بیٹھے ہوئے کہا۔

”تو شادی کر لیں۔ انہیں کسی نے روکا ہے۔“

جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”شادی بھی مونس ہے جولیا نا فطر دائرہ۔“ اور مونس مہنگی جوتی جا رہی ہے۔“ عمران نے اُسی لہجے میں جواب دیا۔

”آخر یہ آپ کیا گردان کر رہے ہیں۔ کچھ ہمیں بھی بتائیے۔“

دیا گیا۔ اور عمران نے کمریٹل دبا دیا۔

"اس کا مطلب ہے اچھا ہوٹل ہے۔ جو اس پہنچائی کے دور میں ٹیلی فون کی عیاشی کر رہا ہے؟۔۔۔ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور پھر تیزی سے اس نے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔ کمرے میں موجود سب افراد کے چہروں پر مسکراہٹ دیکھنے لگی۔

"یونائٹڈ ہوٹل؟۔۔۔ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔ "سنئے آپ کے ہوٹل میں اچھا شو ہو رہا ہے۔ کیا یہ خبر درست ہے یا کسی دشمن نے اڑائی ہے؟۔۔۔ عمران نے کہا۔

"شو تو ہو رہا ہے جناب۔۔۔ لیکن ٹکٹیں نہیں ہیں ختم ہو چکی ہیں سو رہی۔۔۔ دوسری طرف سے سخت لہجے میں کہا گیا اور رابطہ ختم ہو گیا۔ عمران نے ڈھیلے انداز میں رسیور کمریٹل پر رکھ دیا۔

"ٹکٹیں تو واقعی ختم ہو چکی ہیں۔ اب نئی چھپوانی پڑیں گی؟۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ہم کچھ نہیں جانتے۔۔۔ ہم نے شو دیکھنا ہے۔۔۔ سمجھے عمران صاحب؟۔۔۔ جو لیانا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"لیکن ٹکٹیں۔۔۔ اور پھر ٹکٹیں بھی تو دولت سے ملیں گی۔ اور سلیمان کے مطابق میرے پاس وہ دولت ہی نہیں ہے۔ جس سے میں مابعد دولت بن سکتا ہوں۔۔۔ عمران نے مایوس سے لہجے میں کہا۔

"تم خواہ مخواہ کہہ رہے تھیں کہ عمران بند دولت کر دے گا۔ یہاں تو جب بھی آدمی مفلسی کا رونا ہی سننے کو ملتا ہے۔۔۔ تنویر نے بڑا

تنویر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ارے۔۔۔ یہ بات اُسے نہ سنانا ورنہ اس نے وصیت ہی نہیں کرنی کہ جو اس بہانے موت تو دور رہے گی۔۔۔ عمران نے کہا اور کمرہ بے اختیار ہتھکڑوں سے گونج اٹھا۔

"عمران صاحب۔۔۔ آج ہوٹل یونائٹڈ میں بہت اچھا شو ہو رہا ہے۔ اتنا اچھا کہ ایڈوانس بکنگ ہو چکی ہے۔ ٹکٹیں کسی قیمت پر نہیں مل رہیں۔ اس لئے ہم نے پروگرام بنایا ہے کہ آپ ہمیں یہ شو دکھائیں۔۔۔ صفدر نے چلتے پھرتے ہوئے کہا۔

"ٹکٹوں کے بغیر دکھائیں گے وہ شو۔۔۔ کیا جی۔۔۔ دی پر آ رہے؟۔۔۔ عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

"جی۔۔۔ دی پر آ رہا ہوتا تو ہمیں یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہم نے تو شو دیکھنا ہے۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ آپ ہمیں یہ شو کس طرح دکھاتے ہیں؟۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"اچھا۔۔۔ چلو۔۔۔ دیکھ لیتے ہیں شو۔۔۔ عمران نے کہا اور پھر میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کا رسیور اٹھا کر اس نے انکوائری کا نمبر گھمایا۔

"ایس انکوائری۔۔۔ چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے انکوائری آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

"ہوٹل یونائٹڈ میں فون لگا ہوا ہے۔ اگر ہے تو نمبر بتادیں؟۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ایس سر۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر نمبر دوہرا

کر صفر کو آنکھ مار دی۔

”یس وکٹر سپیکنگ نیجر۔“ چند لمحوں بعد، ایک اور آواز ابھری اچھے موڈ بانہ ہی تھا۔

”دکٹر۔“ میرے مہمان ارہے ہیں۔ پانچ افراد ہیں۔ ان کے لئے نشستوں کا خصوصی انتظام کر دو۔“ عمران نے اسی طرح بدلے ہوئے لہجے میں کہا۔ البتہ اندازہ تھا کہ نہ تھا۔

”سر۔“ مگر آپ کے دس مہمان تو پہلے ہی تشریف لائے ہیں۔“ نیجر نے دبے لہجے میں احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

”دکٹر۔“ اب تہاڑی یہ ہجرات ہو گئی ہے کہ تم مجھ سے ایسی بات کر سکو۔“ عمران نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”نوسر۔“ ساری سر۔“ آپ انہیں بھجوا دیجئے سر۔“ انتظام ہو جائے گا۔ کاڈنٹر پر سرورہ آپ کا نام لے دیں۔“ سر۔

نیجر نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

”او۔“ کے۔“ عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”بس۔“ اور فرمائیے۔“ ہو گیا انتظام۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہ ارشد سیٹھ کون ہے؟“ صفر نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ہوٹل یونائیٹڈ کا مالک ہے۔ گزشتہ دنوں ایک محفل میں

ملاقات ہوئی تھی۔“ عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اب بولو تنویر۔“ کہہ رہے تھے عمران کیا کر سکتا ہے۔ یہ تو

جادو کا پتارہ ہے۔ اس کے لئے ہر کام ممکن ہے۔“ جولیا نے

سامنے بٹاتے ہوئے جوہی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”بندوبست تو میں کر سکتا ہوں تنویر۔“ لیکن تم بھاگ جاؤ گے۔“

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیوں۔“ میں کیوں بھاگ جاؤں گا؟“ تنویر نے چونکتے

ہوئے کہا۔

”بند اور بست۔“ دونوں کے معنی ایک ہی ہے۔ یعنی قید کر

لینا۔“ باندھ دینا۔“ لیکن تم سیکرٹ ایجنٹ ہو۔ یعنی خفیہ

مناہندے۔ اور عمر و عیار کی طرح تم بھی چادر سلیمانی پہن کر قید سے

بھاگ جاؤ گے۔ آخر خفیہ جو ہوئے؟“ عمران نے باقاعدہ استاد

کی طرح سبق پڑھانا شروع کر دیا۔

”اب تم یہ لفظوں کا بیر پھیر چھوڑو اور شورو کھاؤ ہمیں۔“

جولیا نے کہا۔

”اچھا۔“ اب واقعی کچھ کرنا ہو گا؟“ عمران نے کہا۔ اور

اس نے ایک بار پھر ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور ہوٹل یونائیٹڈ کے نمبر

گھمانے شروع کر دیتے۔

”یس۔“ ہوٹل یونائیٹڈ۔“ دوسری طرف سے وہی آواز

سنائی دی۔

”نیجر سے بات کراؤ۔“ میں ارشد سیٹھ بول رہا ہوں۔“

عمران نے بدلے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اوہ سر۔“ اچھا سر۔“ ایک منٹ سر۔“

دوسری طرف سے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا گیا اور عمران نے مسکرا

کارنامہ اگسی نے سہرا انجام دیا ہو۔  
 اچھا۔۔۔ اب تیار ہو جاؤ۔ شو شروع ہونے میں ہمدرد وقت  
 رہ گیا ہے۔۔۔ صفدر نے کہا۔

عمران نے جان بوجھ کر پوری ڈگریاں نام کے ساتھ بتاتے ہوئے کہا ۔  
کیوں کہ بلیک زیر د کے ساتھ یہ کو ڈٹے تھا کہ جب عمران ڈگریاں ساتھ  
بتائے گا تو اس کا مطلب ہو گا کہ کوئی ایسا آدمی اس کے ساتھ موجود  
ہے ۔ جس کی موجودگی میں وہ اکیٹھ ٹوک ظاہر نہیں کرنا چاہتا ۔  
ادرا ب بھی اُسے ہی خیال تھا کہ بلیک زیر د کا فون ہو گا ۔

”سلطان بول رہا ہوں عمران بیٹے۔۔۔ دوسری طرف سے  
سرسلطان کی آواز سنائی دی۔

”اوہ — سلطان صاحب — آپ — معاف کیجیے  
آپ نے بڑے غلط وقت پر فون کیا ہے۔ میں نے وعدہ ضرور کیا تھا۔  
لیکن آج کہیں سے بھی رقم کا بندوبست نہیں ہو سکے گا۔ البتہ  
اگر آپ حسب عادت صبر فرمائیں تو شاید ایک سال بعد آپ کا بھئی  
نمبر آجائے۔“ عمران نے بڑے لجاجت آمیز لہجے میں کہا۔  
”تم کیا کہہ رہے ہو — کیسی رقم؟“ — سر سلطان شاید  
عمران کا مذاق نہ سمجھ سکے تھے۔

”اچھا اچھا۔۔۔ تو آپ وہ سلطان نہیں ہیں۔ وہ رقم والے۔۔۔ چلو۔۔۔ اچھا ہوا۔ ارے ہاں۔۔۔ آپ تو وہ سلطان ہیں جن سے میں نے رقم وصول کرنا ہے۔ ارے ہاں۔۔۔ سلطان صاحب کمال ہے۔۔۔ آپ میری رقم دیا کر بیٹھ گئے ہیں۔۔۔ دینے کا نام ہی نہیں لیتے۔ آخر آپ نے کیا سمجھ رکھا ہے کیا میری رقم حرام کی تھی۔۔۔ سنئے۔۔۔ اب میں مزید صبر نہیں کر سکتا کمال ہے۔ دو گھنٹے ہو گئے ہیں اور آپ رقم دینے کا نام ہی نہیں لیتے۔۔۔ جلدی نکالیئے رقم۔۔۔ عمران نے انتہائی سخت لہجے میں جواب دیا۔۔۔

”وہ عمران۔۔۔ میرے پاس تمہاری کدو اس سنئے کا وقت نہیں ہے۔۔۔۔۔۔“۔۔۔ سلطان نے لہجے ہوئے

لہجے میں کہا۔

”یعنی میری رقم کبواکس ہے۔۔۔ اچھا۔۔۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں آپ میری رقم کیسے نہیں دیتے۔۔۔ عمران نے سخت لہجے میں کہا، اس کے ساتھ ہی ایک چھٹکے سے ریور رکھ دیا۔

”کمال ہے۔۔۔ ایک تو ادھار رقم دو۔ اور مانگو تو کبواکس۔۔۔ کمال ہے، لوگوں کے دیدوں کا یا فنی سی خشک ہو گیا ہے۔ ایک ٹھکانا لٹی لٹوا لیں۔ دیروں میں خشک ٹوٹ نہ ہوں گے دیدے۔“

عمران نے غصیلے انداز میں کہا،

”کتنی رقم ادھار دی ہے۔۔۔ صفدر نے منبتے ہوئے

پوچھا۔ "رقم۔۔۔ اے رقم میرے پاس کہاں۔ رقم دینے کا وعدہ

”اچھا۔۔۔ اب اٹھو۔۔۔ پہلے سیڑھی ڈیر ہو گئی ہے۔“

دیر می گذر عمر آن صاحب — اگر آپ ذرا بھی اچھا لباس پہن لیں تو آپ پر نظر اتارنے کو دل چاہتا ہے — صفدر نے تعریفی

"ادہ... ادہ... سوڑی سمر - سوڑی سمر - دیر سی  
سوڑی سمر دراصل وہ....." — عمر ان نے یکدم  
بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا، اس کے چہرے پر ایک سخت خوف

نے سخت لہجے میں کہا۔

”یس۔ یس۔ سر۔“ جولیا نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”اور بغیر میری اجازت کے تم لوگوں نے کہیں نہیں جانا“ ایکسٹو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ جولیا نے ڈھیلے ہاتھوں سے رسیور کرپٹل پر رکھ دیا۔ اس کا چہرہ بچھ گیا تھا۔

”آخر ایکسٹو کو کیسے اطلاع مل گئی کہ ہم یہاں آئے ہیں؟“ تنویر نے عمران کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں شکوک کی بینچائیاں تھیں۔

”اس نے بتایا تو ہے کہ وہ ہماری نقل و حرکت سے آگاہ رہتا ہے؟“ کیپٹن شکیل نے مطمئن لہجے میں کہا۔

”اچھا۔۔۔ اب چلو۔۔۔ شو کا وقت ہو گیا ہے۔ وہ بے چارہ نیووارشہ سیٹی کے مہمانوں کا انتظار کر رہا ہوگا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اب تم جاؤ۔۔۔ ہمارا تو شو ہو گیا۔“ جولیا نے برا سامنہ بناتے ہوئے کہا اور دروازے سے باہر نکل گئی۔

”اسی لئے تو کہتا ہوں نوکری چھوڑ دو اور میری طرح آزاد پیشہ اپناؤ۔“ عمران نے کہا۔ لیکن کسی نے اسے جواب نہ دیا۔ اور وہ سب خاموشی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ البتہ ان کے موڈ آف تھے۔ عمران کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ جب سلیمان نے دروازہ بند کر دیا تو عمران نے رسیور اٹھایا اور نمبر گھمانے لگا۔

کے آثار ابھر آئے تھے اور جولیا کا چہرہ کھل اٹھا۔ ایکسٹو کی ادا ان سب کے لئے سن لی تھی اور جولیا کو اس وقت واقعی بڑا لطف آتا تھا۔ جب ایکسٹو کے سامنے وہ عمران کو اس انداز میں دب کر بولتے ہوئے دیکھتی تھی۔

”مجھے اطلاع ملی ہے کہ صفدر کیپٹن شکیل۔ تنویر اور جولیا تمہارے فلیٹ میں موجود ہیں۔“ دوسری طرف سے ایکسٹو کی کرخت آواز سنائی دی۔

”ادہ۔۔۔ یس۔۔۔ موجود تو ہیں سر۔“ کیا وہ آپ کو اطلاع دے کر آئے تھے سر۔ یا آپ نے علم جعفر وغیرہ پڑھ رکھا ہے۔“ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”نشاپ۔۔۔ زیادہ بکو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ممبران کی نقل و حرکت سے غافل نہیں رہتا۔ رسیور جولیا کو دو۔“ دوسری طرف سے ایکسٹو نے کہا۔

”لو محترمہ جولیا۔۔۔ اور دیکھ لو شو۔“ عمران نے مائیک پر ہاتھ رکھتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔ اور رسیور جولیا کی طرف بڑھا دیا۔

”یس سر۔۔۔ جولیا اسپیکنگ سر۔“ جولیا نے رسیور لے کر مودبانہ لہجے میں کہا۔

”جولیا۔۔۔ تمام ممبروں کو اطلاع دے دو کہ وہ سب اپنے فلیٹوں میں رہیں۔ ہو سکتا ہے تھوڑی دیر بعد میں ایک کیس انہیں ریفر کروں۔ اور تم سب ابھی اپنے فلیٹس میں پہنچ جاؤ۔“ ایکسٹو نے کہا۔

ایک ٹو۔ دوسری طرف سے بلیک زیر دکی آواز سنائی

دی۔ ایک ٹوکے بچے۔ تمہیں میں نے یہ کہا تھا کہ تم سب کے باقاعدہ نام لے ڈالو۔ وہ سب ذہین آدمی ہیں وہ مجھ پر شک کر رہے تھے کہ میں نے تمہیں اطلاع دی ہے۔ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اد۔ دراصل میرے منہ سے بس نکل گیا۔ بعد میں مجھے خیال بھی آیا۔ لیکن بات ہو گئی تھی۔“ بلیک زیر د نے معذرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اچھا۔ اب ایسا کہ وہ بھٹو دسی دیر بعد جو لیا کو فون کر دے۔ اور اُسے کہو کہ کیس کی اطلاع غلط ثابت ہوئی ہے۔ وہ فارغ ہیں۔ وہ ہوٹل پر ٹائیڈ میں شہود دیکھنا چاہتے تھے۔ میں نے منیجر کو ہوٹل کا مالک بن کر کہہ دیا تھا۔ تم انہیں بتا دینا کہ عمران نے بتایا ہے کہ تم شہود دیکھنا چاہتے تھے۔ لیکن تمہارے فون کی وجہ سے ڈس ہرڈ ہو گئے۔ عمران نے کہا۔

”لیکن وہ ٹھٹھیں کیسے حاصل کریں گے۔“ بلیک زیر د نے کہا۔

”ان کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ارشد سیٹھ کو کہہ دیتا ہوں وہ منیجر کو کہہ دے گا۔ بس وہ کاؤنٹر پر ارشد سیٹھ کا نام لے دیں گے اتنا کافی ہے۔“ سر سلطان نے ایمر جنسی کال نہ کیا ہوتا تو یہ جھک نہ کھڑا ہوتا۔ عمران نے کہا۔

”اچھا ٹھیک ہے۔ میں دس منٹ بعد جو لیا کو فون کر دوں گا۔“ بلیک زیر د نے کہا اور عمران نے کمریڈل دبا کر دوبارہ نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ وہ ارشد سیٹھ کو اچھی طرح جانتا تھا۔ سر رحمان کے بہت گہرے دوستوں میں سے تھے۔

”ایس۔ ارشد بول رہا ہوں۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

”آپ اگر ایس ارشد ہیں تو پھر نو ارشد کون ہے۔“ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

”میں نے آواز پہچان لی ہے۔ تم عمران ہو۔ سر رحمان کے بیٹے۔“ دوسری طرف سے ارشد سیٹھ کے منہ سے کی آواز سنائی دی۔

”یعنی آپ آواز سے دلچسپیت کا بھی پتہ چلا لیتے ہیں بہت خوب۔“ میرا خیال ہے اپنے ہوٹل میں آپ اپنا ہی شہود دکھا رہے ہوں گے آج کل۔“ عمران نے کہا اور دوسری طرف سے ارشد سیٹھ کے قہقہے کی آواز سنائی دی۔

”اد۔ سمجھ گیا۔ شہود کے لئے سیٹ نہ مل رہی ہوگی۔

اس لئے مجھے فون کیا ہوگا۔ ویسے یہ میں بتا دوں کہ میں اپنے کوٹے کے مہمان پہلے ہی بھیج چکا ہوں۔“ ارشد سیٹھ نے منہ سے ہونے کہا۔

”یہ بات تو آپ اپنے منیجر کو کٹر صاحب سے پوچھ سکتے ہیں۔ جو بے چارے احتجاج کرتے پر مجھ سے ڈانٹ کھا بیٹھے اور پھر ڈانٹ کھاتے ہی سپیشل کوٹے کے مہمانوں کے لئے چشم براہ ہو گئے۔“

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔





کیس کی تفصیل جاننا چاہی۔ لیکن اس نے مندرت کر دی کہ وہ یہ بات براہ راست ایکسٹو سے ہی کر سکتا ہے۔۔۔ ہاں البتہ اگر اس ملاقات میں وہ خود موجود ہوں تو اُسے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ جس پر سر سلطان نے عمران کے فلیٹ پر فون کیا کیوں کہ وہ غیر ملکی کے سامنے ایکسٹو کا مخصوص نمبر نہ گھما سکتے تھے۔ لیکن دوسری طرف سے عمران نے رقم اور ادھار کی بکو اس شدت سے کہہ دی جس پر سر سلطان کو فون بند کرنا پڑا۔ ان کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔ کیوں کہ معاملہ بے حد سیریس تھا۔ جہاں ایکریمیا کے صدر کے بیٹے کا منہ کی آمد انتہائی اہمیت رکھتی تھی۔ لیکن چند لمحوں بعد ہی عمران کا فون آگیا۔ تو سر سلطان نے مزید بکواس سے بچنے کے لئے اُسے فوراً دفتر آنے کے لئے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ کیوں کہ انہیں معلوم تھا کہ اگر انہوں نے لمبی بات کرنے کی کوشش کی تو عمران عادت کے مطابق چہرہ ہنسی سے اتر جائے گا۔۔۔ ان کے رسیور رکھنے پر ہی آرمنڈ نے ایکسٹو کے آنے کا سوال کیا تھا۔

”ایکسٹو کسی کے سامنے نہیں آتا۔ آپ یقین کریں کہ دنیا میں آج تک کسی نے نہ ہی ایکسٹو کو دیکھا ہے اور نہ ہی کوئی انہیں پہچانتا ہے۔ میں نے ان کے ایک خصوصی نمائندے کو بلوایا ہے۔ وہی آپ سے بات چیت کریں گے۔۔۔ سر سلطان نے جواب دیا۔

”لیکن مجھے سختی سے یہ احکامات دیتے گئے ہیں کہ بات براہ راست ایکسٹو سے کی جائے۔ یہ معاملہ ایسا ہی اہم ہے۔“ آرمنڈ نے بڑا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

”سُور۔ کیا جناب ایکسٹو خود تشریف لارہے ہیں؟“

میز کی دوسری طرف بیٹھے ہوئے چھوٹے قد کے غیر ملکی نے بڑے اشتیاق سے بھرے لہجے میں سر سلطان سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

یہ غیر ملکی ایکریمیا کے پریذیڈنٹ کا خصوصی نمائندہ تھا۔ اور ایک اہم ترین مشن پر خصوصی جہاز کے ذریعے پاکستان آیا تھا۔۔۔ سر سلطان کو اس کی آمد کی اطلاع پہلے ہی مل چکی تھی اس لئے۔ سر سلطان اپنے مخصوص ملاقاتی کمرے میں اس کے منتظر تھے۔ غیر ملکی کا نام آرمنڈ تھا۔ وہ ایکریمیا کے پریذیڈنٹ کا ایک خصوصی پیغام پاکستان کے پریذیڈنٹ کے نام لیکر آیا تھا۔ جس میں کسی اہم کیس کے سلسلہ میں ایکسٹو کا خدمات کے لئے درخواست کی گئی تھی۔ اور پاکستان کے صدر نے انہیں سر سلطان کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ کیوں کہ ایکسٹو کے حکم کے انچارج سر سلطان ہی تھے۔۔۔ سر سلطان نے اس سے

عمران نے دروازے میں داخل ہوتے ہی بڑے معذرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ادہ۔۔۔ آؤ عمران۔۔۔ میں تنہا نہیں ہوں۔ مسٹر آرمند بھی یہاں موجود ہیں۔۔۔ سر سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور آرمند عمران کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ادہ۔۔۔ اچھا۔۔۔ سو می۔۔۔ دراصل میری نظر ڈاکٹر زید سے۔ معاف کیجئے گا۔ اب آپ کھڑے ہو گئے ہیں تو مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ سر سلطان تنہا نہیں ہیں۔۔۔ عمران نے معذرت بھرے لہجے میں کہا۔ اور آرمند کے چہرے پر ناگوار کی ہلکی سی لہر دوڑ گئی۔ عمران نے اس کے چھوٹے قد پر بڑی گھمڑی طنز کی تھی۔

"میں ایکویمیا کے صدر کا خصوصی نمائندہ ہوں۔ میرا نام آرمند ہے۔ اور ایک اہم معاملے کے لئے مسٹر ایکسٹوس سے ملاقات کا خواہش مند ہوں۔۔۔ آرمند نے اپنا تعارف کراتے ہوئے جان بوجھ کر صدر ایکویمیا کے صدر کا حوالہ دیا۔

"میں نے تو سنا تھا کہ ایکویمیا کے صدر مونگ پھلی کی تجارت کرتے تھے۔ پھر باداموں کی طرف وہ کیسے آ گئے۔۔۔ عمران نے بڑے اطمینان سے ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔۔۔ میں سمجھا نہیں۔۔۔ آرمند نے حیرت بھرے لہجے میں کہا وہ دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئے تھے۔

"انگریزی میں تو بادام کو آلمنڈ کہتے ہیں۔ شاید ایکویمی زبان میں آرمند کہتے ہوں گے۔۔۔ بہر حال مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ کچھ

"آپ بے فکر ہو کہ عمران سے بات کریں۔ ایک ٹوک کی نمائندگی وہی کر رہے ہیں۔ البتہ میں ایک بات آپ کو پہلے بتا دوں کہ عمران کی عادی ہے کہ وہ بظاہر مسخروں جیسی باتیں اور حرکتیں کرتا ہے۔ لیکن درحقیقت وہ انتہائی سنجیدہ ہوتا ہے۔۔۔ اس لئے آپ پلیز کسی بات کا بڑا ماننے کا۔۔۔ سر سلطان نے پیش بندی کرتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب۔۔۔ ادہ۔۔۔ کیا آپ علی عمران صاحب کی بات کر رہے ہیں۔۔۔ آرمند نے بڑی طرح چونکتے ہوئے کہا۔

"آپ علی عمران کو جانتے ہیں۔۔۔ سر سلطان نے مسکرا کر پوچھا۔

"میں ذاتی طور پر تو ان سے کبھی نہیں ملا۔ البتہ میں نے ان کے معتقد بہت کچھ سنا ہوا ہے۔ میرا تعلق ایکویمیا کی ٹاپ سیکرٹ ایکسپیٹ ہے۔۔۔ آرمند نے جواب دیا۔

"ادہ۔۔۔ اچھا میں سمجھ گیا۔۔۔ سر سلطان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ میں عمران صاحب سے بات کروں گا۔ آرمند نے راضی ہوتے ہوئے کہا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور عمران اندر داخل ہوا۔ اس نے بہترین تراش کا خوب صورت ساسوٹ پہنا ہوا تھا۔ چوں کہ سر سلطان نے عمران کے متعلق خصوصی ہدایات پہلے ہی دے رکھی تھیں اس لئے ظاہر ہے اسے کون روک سکتا تھا۔

"کیا میں آپ کی تنہائی میں مغل ہو سکتا ہوں جناب سر سلطان صاحب

سر سلطان خارجہ تعلقات کی بنیاد پر اس کو ناراض ہو کر واپس نہ بھیجا پاتے تھے اور ویسے ہی اس نے رعب ڈالنے کا اچھا خاصہ ماہر لے لیا تھا۔  
 "مسٹر آرمنڈ۔ آپ کا تعلق جس شخص سے ہے اپنی ایگر و فائڈ سے اس شخص کے آدمی کو تو آشنا مشغول مزاج نہیں ہونا چاہیے۔  
 عمران نے سنجیدہ ہو کر کہا۔

"اوہ۔۔۔ اوہ۔۔۔ آپ ایگر و فائڈ کو کیسے جانتے ہیں؟  
 اس بار آرمنڈ کی آنکھیں حیرت اور غور سے پتلی چلی گئیں۔ ایگر و فائڈ ایک میا کا ایسا ٹاپ سیکرٹ شہید تھا۔ جس کے متعلق ان کا خیال تھا کہ ہیرنی دنیا قحط لالہ علم ہے اور عمران اس کا نام یوں لے رہا تھا جیسے وہ اس سے اچھی طرح واقف ہو۔

"ہمارے ہاں اس نام کی کھا دکتی ہے۔ میں نے کل ہی اس کا اشتہار پڑھا ہے۔ سناتے فصلوں کے لئے بہت اچھی ثابت ہوئی ہے۔  
 سر ریمینڈ آرک نے بھی اس کا پمفلٹ میرے پاس بھیجا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ شاید میں اس کی ایکسپلے لے لوں۔ لیکن ہمارے یہاں تو گوبر کی کھا زیادہ چلتی ہے۔ اور اب تو ہم اس میں سے بائیو گیس بھی بنانے لگ گئے ہیں۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں بات کرتے ہوئے ایگر و فائڈ کے چپٹ ریمینڈ آرک کا نام بھی لے دیا۔ اور آرمنڈ کے چہرے سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ انسان کی بجائے کسی جوت کے سامنے بیٹھا ہو۔ اب اس بے چارے کو کیا معذوم تھا کہ وہ لے آدمی سے بات کر رہا ہے۔ جس کی نظروں سے کبھی کوئی چیز چھپی نہیں رہی۔

بھی کہتے ہوں۔۔۔ عمران نے سنجیدہ انداز میں کہا۔  
 "مجھے افسوس ہے مسٹر عمران۔ مجھے آپ سے اتنی گھٹیا بات کی توقع نہ تھی۔ آرمنڈ نے انتہائی تلخ لہجے میں کہا کہ وہ سمجھ گیا تھا کہ عمران نے اس پر طنز کیا ہے۔ نام کے لحاظ سے بھی اور قدر کے لحاظ سے بھی۔

سچی  
 "عمران۔۔۔ یہ ہمارے معزز مہمان ہیں۔ پلیز۔۔۔ سنجیدگی اختیار کر دو۔۔۔ سرستان نے بات کو غلط رخ پر مڑتے دیکھ کر بیچ بچاؤ کرتے ہوئے کہا۔

"آئی۔ ایم۔ سوری۔۔۔ اگر میری بات آپ کو ناگوار گزری ہو۔ ویسے باداموں میں کڑوے میٹھے سبھی قسم کے ہوتے ہیں۔ اور میں نے سنا ہے کہ کڑوے بادام طبی لحاظ سے بہت قیمتی ہوتے ہیں۔ عمران ظاہر ہے اتنی آسانی سے کہاں باز آنے والوں میں سے تھا۔ آرمنڈ نے ایگر میا کے صدر کا رعب دینا چاہا تھا۔ اور شاید اسی بات کا بدلہ عمران لے رہا تھا۔

"مجھے اجازت دیجئے سر سلطان۔۔۔ میں ایسی باتوں کا غامدی نہیں ہوں۔۔۔ آرمنڈ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا۔

"تشریف رکھیے جناب۔۔۔ میں نے آپ کو پہلے بھی کہا تھا کہ عمران کی عادت ہی ایسی ہے۔۔۔ سر سلطان نے انہیں بٹھاتے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی انہوں نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے آنکھیں نکالیں۔ عمران مسکرا کر خاموش ہو گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ

اندرو داخل ہوتے ہی یہ سوراخ دیکھ لئے تھے۔ باقی رہا اسٹارٹر کی کما  
مسئلہ تو پوری دنیا کو علم ہے۔ پروڈیوسر کو مسٹ کی کارکردگی اور  
ڈسکوری انجنیری کی پروڈاکشن کی چیر پیچھی ہوئی ہے۔ — عمران نے  
بڑے سنجیدہ لہجے میں وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”مجھے اب بھی حیرت ہے مسٹر عمران۔ کہ ہم آج تک یہ سمجھتے  
رہے کہ ایگزیکٹو کا کسی کو علم نہیں۔ لیکن آپ تو اس کی تین دو نشانیاں  
بھی پہچانتے ہیں۔ بہر حال اب بات کھل گئی ہے تو میں بتا دوں  
کہ میری یہاں آمد واقعی اسٹارٹر کی کے سلسلے میں ہے۔ اس نے  
اس مسئلے میں جناب ایک ٹیوی خدمات حاصل کرنے کے لئے صدر  
ایگزیکٹو پر زور دیا تھا۔ اور ان کے اصرار پر جناب صدر رانچی  
ہو گئے۔ چنانچہ میں خود ہی پیغام لے کر یہاں آیا ہوں۔ یہ درست ہے  
کہ پاکیشیا کو خلائی معاملات سے کوئی دل چسپی نہیں ہے۔ لیکن  
اتنی بات تو آپ بھی سمجھتے ہوں گے کہ ایگزیکٹو اور پاکیشیا کے مفادات  
شہر کر ہیں۔ اگر ایگزیکٹو کو نقصان پہنچتا ہے تو اس کا اثر پاکیشیا پر بھی  
پڑے گا۔ اور اس کے علاوہ صدر ایگزیکٹو اس بات پر بھی رانچی  
ہیں کہ اگر آپ اس سلسلے میں ہماری مدد کریں تو وہ حکومتی سطح پر آپ  
کے ملک کو دینی جانے والی مراعات میں آپ کی مرضی کے مطابق اضافہ  
کر سکتے ہیں۔“ — آرمند نے جواب دیا۔

”یہ بات درست ہے عمران۔ صدر ایگزیکٹو اور ہمارے صدر  
کی باٹ لائن پر گفتگو ہو چکی ہے۔ اور صدر صاحب اس مسئلے میں  
بلے حد دل چسپی لے رہے ہیں۔“ — سر سلطان نے کہا۔

”ادہ۔ — آپ تو ضرورت سے زیادہ جانتے ہیں۔“ — آرمند  
نے حیرت کی شدت سے ہکلاتے ہوئے کہا۔  
”آپ گھبراہٹ میں نہیں۔ — چونکہ آرمند میرے ذاتی دوست ہیں،  
ان سے کہہ دیں کہ میں اپنے جھنسی لے لوں گا۔“ — عمران نے مسکراتے  
ہوئے جواب دیا۔

”آئی۔ ایم۔ سوری۔ — مسٹر عمران۔ — میں نے  
آپ کے متعلق غلط اندازہ لگایا تھا۔ بہر حال مجھے یہ اندازہ بھی نہ تھا کہ آپ  
اتنے باخبر ہیں۔ اس بار آرمند نے مرعوب سے لہجے میں کہا۔  
”یہ آپ کی مہربانی ہے کہ آپ تشریف لے آئے۔ مگر آپ اپنے  
باس سے میری طرف سے گزارش کر دیں کہ ہمیں خلا کی معلومات سے  
کوئی دل چسپی نہیں ہے۔ یہ ان کا مسئلہ ہے وہ جانیں اور  
اسٹارٹر کی جانے۔“ — عمران نے برابر منہ بندتے ہوئے کہا  
اور آرمند کی ایسی کیفیت ہو گئی جیسے وہ کسی بھی لمحے بے ہوش ہو کر  
کمرے سے گر پڑے گا۔

”آئی۔ آپ کو کیسے علم ہوا کہ میں اسٹارٹر کی کے سلسلے میں  
آیا ہوں؟ — آرمند نے بڑی طرح بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔  
”یہ تو معمولی سی بات ہے۔ اب اگر میں نے وضاحت کر دی۔ تو  
آپ پوچھیں گے کہ شہر لاک ہو مگر کہیں پاکیشیا میں پیدا تو نہیں  
ہوا تھا۔ اگر وہ ناٹو ایسے ہی مسائل سے بچنے کے لئے قائم کیا گیا  
تھا۔ اور اس شعبے کی ایک مخصوص نشانی یہ ہے کہ اس سے متعلق افراد  
کے دائیں کان کی ٹوئیں دو سوراخ ہوتے ہیں۔ اور میں نے

فی صدر بھی کامیابی نہیں ہوئی اور نہ آئندہ ہونے کی امید ہے۔ اور یہ ایک ٹو اور پاکسٹن اسکیٹ سروس کی عظمت کی دلیل ہے کہ صدر ایگرہ یا نے خود یہ سفارش کی ہے۔ کہ اس سلسلے میں ایک دوسرے درخواست کی جائے کیوں کہ کاغذی قیامت والے کیس میں صدر ایگرہ یا آپ کی بے پناہ صلاحیتوں کے مداح ہیں۔ چنانچہ ان کی ہدایت پر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اگر آپ اس کے لئے ایک ٹو کو راضی کر سکیں تو یہ آپ کا سب پر احسان ہو گا۔ آرمنڈ نے اب مکمل طور پر متحیّر ڈال دیتے تھے۔

”عمران بیٹے۔۔۔ ہمارے صدر نے بھی سفارش کی ہے اور ایکس ٹو سے درخواست کی ہے کہ اس سلسلے میں ضرور کام کیا جائے۔ کیوں کہ پاکسٹن کی نیک نامی کے ساتھ ساتھ ملک کے بہت سے اہم مسائل بھی حل ہو جائیں گے؟“ آرمنڈ کے بات ختم کرتے ہی سر سلطان نے کہا۔

”تھیکا ہے جناب۔۔۔ میں ایک ٹو سے ضرور سفارش کروں گا۔ اب ماننا یا نہ ماننا ان کے اختیار میں ہے۔ آپ تک ان کا فیصلہ پہنچ جانے گا۔“ عمران نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آپ کا بے حد شکریہ۔۔۔ یہ سب کے لئے زندگی موت کا مسئلہ ہے۔ پلیز۔ آپ انہیں ضرور رضامند کر لیجئے۔ اس سلسلے میں ہم ہر قسم کے تعاون کے لئے تیار ہیں۔“ آرمنڈ نے اس بار منت بھرے لہجے میں کہا۔

”آپ کی ٹیمیں اب تک جو کام کرتی رہی ہیں ان کی فائلیں آپ

لیکن اسٹارٹر ایک تو اہم سپر پاورز کہ مشترکہ مسئلہ ہے۔ پھر اس میں صرف ایک یا کو سی کیوں دل چسپی ہے۔۔۔ عمران نے کہا۔

”در اصل صورت حال اب بدل چکی ہے۔ اسٹارٹر ایک جب سے کھل کر سامنے آیا ہے اور اس نے معلومات فروخت کرنے کی پیش کش کی ہے۔۔۔ روس یاہ نے سچائے مشترکہ کاوش کرنے کے لئے سماری کی ہے۔ اہم ترین معلومات خریدنے کے لئے بھاگ دوڑ شروع کر دی ہے۔ آپ جیسے باخبر آدمی کو یقیناً اس بات کا اپنی طرح علم ہو گا کہ ایگرہ یا خلائی دوڑ میں روس یاہ سے بہت آگے ہے۔ اور سماری اہم ترین معلومات کا روس یاہ کے ہاتھ لگ جانے کا مطلب ایگرہ یا کے لئے شدید ترین نقصان کا باعث بن سکتا ہے۔ جب کہ روس یاہ اس ٹیکنالوجی میں ہم سے کافی پیچھے ہے۔۔۔ اسے کچھ زیادہ فکر نہیں ہے۔ چنانچہ ہماری حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان معلومات کے روس یاہ یا کسی دوسری سپر پاور کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی اسٹارٹر ایک کا خاتمہ ہو جانا چاہیے۔ تاکہ یہ بین الاقوامی قسم کی انتہائی خطرناک بلیک میلنگ کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو سکے۔“ آرمنڈ نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”اچھا فیصلہ ہے۔۔۔ مبارک ہو۔۔۔ عمران نے بڑے خلوص سے مبارک باد دیتے ہوئے کہا۔

”لیکن عمران صاحب۔۔۔ ہماری تمام سکیورٹی ایجنسیز حتیٰ کہ سپر پاورز کی مشترکہ ٹیمیں اس سلسلے میں اپنی تمام کوششیں کر چکی ہیں۔ اور ہم ہر ملایہ اعتراف کرتے ہیں کہ ہمیں اس سلسلے میں ایک

لہ۔ اس کے لئے منظر کلیم ایم۔ اے کا شاہکار ناول ”کاغذی قیامت“ پڑھیے۔

کہا اور سر سلطان اٹھ کھڑے ہوئے۔ جب کہ عمران اسی طرح بیٹھا رہا۔  
آرمینڈ نے دونوں سے مصافحہ کیا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آئینہ  
سے باہر نکل گیا۔

”اب بولیں سر سلطان صاحب۔۔۔ ہمارے صدر کو کیا دل چاہی  
پیدا ہو گئی اسٹارٹر کیسے۔۔۔ ہم تو پٹنگیں اڑانے کو ہی غلامانی  
ترقی سمجھتے ہیں۔ باقی رستے غلامانی سیارے تو اس کے لئے ہم اپنی  
بسوں پر غلامانی سیارے لکھ کر اپنا شوق پورا کر لیتے ہیں۔۔۔ اور  
وہ ایک بات ہے۔ ہماری بسیں ایکڑ میں اور روسیاسی سیاروں  
سے کہیں زیادہ تیز رفتار ہوتی ہیں۔۔۔ عمران نے کہا اور سر سلطان  
جس پڑے۔

”بات یہ ہے کہ عمران بیٹے۔۔۔ کہ صدر ایکڑ میاں نے وعدہ کیا ہے  
کہ اگر ایکسٹو اسٹیشن پر آمادہ ہو جائے تو وہ ہمارا تمام قرضہ امداد  
میں بدل دیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے ایٹمی پلانٹ کی  
ممانعت بھی ترک کر دیں گے۔۔۔ بلکہ اس کے لئے مکمل تعاون بھی  
کریں گے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے وعدے ہیں۔ اور تم اچھی  
طرح جانتے ہو کہ ان میں سے ایک وعدہ بھی پورا ہو جائے تو ہمارے  
ملک کو کتنا مفاد پہنچ سکتا ہے۔۔۔ اور پھر یہ ایکسٹو کے لئے چیلنج  
بھی ہے۔۔۔ سر سلطان نے کہا۔

”لیکن اگر ایکسٹو ناکام رہا تو۔۔۔ عمران نے کہا۔  
”اس سلسلے میں بھی صدر ایکڑ میاں نے وضاحت کر دی ہے۔ کہ  
رضامندری کے ساتھ ہی وعدے پورے کر دیئے جائیں گے۔ اور

کے پاس میں۔۔۔ عمران نے پوچھا۔  
”سو رہی۔۔۔ فائلیں اس لئے نہیں تیار کی گئیں کہ کوئی ایکسٹو  
بھی تلاش نہیں کیا جاسکا۔ ہم نے خلائی سیاروں تک کو اس سلسلے میں  
استعمال کیا۔ کھوج لگانے کے لئے انتہائی جدید ترین مشینری استعمال کی  
لیکن ذرہ برابر بھی کوئی کھیتو تلاش نہیں کیا جاسکا۔۔۔ آرمینڈ نے  
سر ملاتے ہوئے کہا۔

”آپ نے اس کال کو توڑیں کرنے کی کوشش کی ہو گی۔ جس سے  
اسٹارٹر کیسے بات کی ہے۔۔۔ عمران نے پوچھا۔  
”جی ہاں۔۔۔ لیکن یہ کال ہمارے ہی سیارے ڈسکورنی سپیری  
سے نشر ہو رہی تھی۔ بس اس کے علاوہ اور کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔“

آرمینڈ نے جواب دیا۔  
”ٹھیک ہے۔۔۔ میں کوشش کروں گا کہ ایکسٹو کو اس  
مشن پر رضا مند کر لوں۔“ عمران نے سر ملاتے ہوئے  
جواب دیا۔

”پھر میں پُر امید رہوں۔“ آرمینڈ نے اشتیاق بھرے  
لہجے میں پوچھا۔

”امید پر دنیا قائم ہے۔۔۔ آپ بھی ظاہر ہے اس دنیا میں رہتے  
میں اس لئے قائم رہتے۔“ عمران نے کہا اور آرمینڈ بے اختیار  
جس پڑا۔

”شکریہ۔۔۔ اچھا سر۔۔۔ اب مجھے اجازت دیجئے میں  
نے فوری واپس جا کر رپورٹ دینی ہے۔“ آرمینڈ نے اکتے ہوئے

"کیا مطلب۔۔۔ کیا تمہیں ملک کا مفاد عزیز نہیں ہے؟"  
سر سلطان نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے اپنے ملک کا مفاد عزیز ہے۔ لیکن مجھے اپنے ملک کی عزت بھی عزیز ہے۔ ایسی باتیں چھی نہیں رہ سکتیں اور میں اپنے ملک کو خیرات پر پلتا نہیں دیکھ سکتا۔۔۔ اس کی بجائے بھوک مجھے قبول ہے۔۔۔" عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا اور سر سلطان حیرت سے آنکھیں پھاڑتے عمران کو دیکھتے رہ گئے۔ آج انہیں ایک نیا عمران نظر آ رہا تھا۔ ایسا عمران جو عزت و غیرت پر پوری دنیا کی دولت کو لات مار سکتا تھا۔ انہوں نے بے اختیار ایک جھرجھری لی۔

"میں شرمندہ ہوں عمران۔۔۔ بے حد شرمندہ۔۔۔ تم نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ ہمارے اسلاف کا واقعی یہی سبق تھا جسے ہم بھلا بیٹھے۔ ملک و قوم کی عظمت واقعی دولت اور وسائل کی فراوانی نہیں بنتی۔ اس کے لئے یہی جادوئی بنیاد ہوتے ہیں۔۔۔ تم بے فکر رہو اب ایسا ہی ہوگا۔ میں صدر مملکت سے بات کر لوں گا۔ یہ میری ذمہ داری رہی۔" صدر ایگزیمیا کو یہی جواب دیا جائے گا۔ بالکل یہی جواب۔۔۔ سر سلطان نے ٹھوس لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"شکر ہے۔۔۔ بات آپ کی سمجھ میں آگئی۔ اب آپ بے فکر رہیں۔ اسٹارٹریک کو ٹریک سبک ہونا ہی پڑے گا اب یہ پاکیشیا کی غیرت کا مسئلہ ہے۔ اور جہاں پاکیشیا کی غیرت کا مسئلہ ہو وہاں اسٹارٹریک طرف رہا سن ٹریک کو بھی سامنے آنا پڑے گا۔" عمران نے کہا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

جہاں تک ناکامی کا تعلق ہے۔ صدر ایگزیمیا کو مکمل یقین ہے کہ اگر ایگزیمیا کام کرے تو ناکامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔۔۔ سر سلطان نے سگراتے ہوئے کہا۔

"یہ بات ہے تو پھر واقعی ہم احمق ہیں۔ ہر دو سکر سال خود ہی کیوں نہ اسٹارٹریک بن جایا کریں۔ سارے ہی مسئلے سیدھے ہو جائیں گے۔" عمران نے کہا اور سر سلطان قہقہہ مار کر منہس پڑے۔

"تمہاری تجویز واقعی دل کو لگتی ہے۔" سر سلطان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"وہ اگر تجویز منظور ہے تو چلو اس بار آپ کو بطور اسٹارٹریک پیش کر دیتے ہیں۔ شہرت بھی ہو جائے گی اور پائیشیا کا فائدہ بھی کما آئے گا۔ کہیں مارے مارے پھرنے کی ضرورت نہ رہے گی۔" عمران نے کہا اور سر سلطان سخت بھرے انداز میں مسکرا دیئے۔ عمران نے بڑی جھرجھری چوٹ کی تھی۔

"تم پھر مذاق پر اتر آئے۔ پھر میں کہہ دوں صدر صاحب سے کہ ایک ٹوا سن مشن پر کام کرنے کے لئے رضا مند ہے۔" سر سلطان نے کہا۔

"جناب۔۔۔ اگر آپ صرف بازی چاہتے ہیں تو پھر میرا جواب ناں میں ہے۔ میں اس قسم کی خیرات کے حق میں نہیں ہوں۔ البتہ بطور چیلنج میں اسے قبول کر سکتا ہوں۔" عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔



”بیٹھو۔۔۔ اور مجھے بتاؤ کہ ایسی کون سی اطلاع ہے جس کے لئے تمہیں میرے پاس خود آنا پڑا ہے۔“ نوجوان نے سخت لہجے میں کہا۔

”باس۔۔۔ یہ اطلاع ایسی ہے کہ میں فون پر نہ دے سکتا تھا۔۔۔ ہنری نے میز کے سامنے بڑھی ہوئی کرسی پر ٹوڈ بانہ انداز میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

”بولو۔۔۔ کیا اطلاع ہے۔۔۔“ نوجوان نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”باس۔۔۔ ایکریڈیا نے اسٹارٹرک کی تلاش کے لئے پاکیشیا کی سیکرٹ سروس کی خدمات حاصل کی ہیں۔ اور پاکیشیا سیکرٹ سروس نے رضا مندی ظاہر کر دی ہے۔“ ہنری نے جواب دیا۔

”پاکیشیا۔۔۔ یہ کون سا ملک ہے؟“ نوجوان نے حیرت بھرے انداز میں پوچھا۔

”سر۔۔۔ یہ ایک ایشیائی ملک ہے۔۔۔ چھوٹا سا۔۔۔ لیکن اس کی سیکرٹ سروس کو دنیا بھر میں سب سے زیادہ مستعد سمجھا جاتا ہے۔“ ہنری نے جواب دیا۔

”ہونہہ۔۔۔ کیا ایکریڈیا حکام کا ذہنی توازن خراب ہو گیا ہے جو ایک پس ماندہ ایشیائی ملک کی سیکرٹ سروس کی خدمات حاصل کر رہا ہے۔ وہ لوگ کیا کر سکتے ہیں۔۔۔ جہاں دنیا بھر کی جدید ترین سیکرٹ سروسز ناکام ہو چکی ہوں۔“ نوجوان

ہلترنم گھنٹی کی آواز سنتے ہی میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے نوجوان نے چونک کر سر اٹھایا اور پھر میز کے کنارے پر لگا سہا بٹن دبا دیا۔۔۔ دوسرے لمحے سامنے دیوار پر ایک سکرین روشن ہو گئی جس پر ایک ادھیڑ عمر آدمی کی تصویر نظر آرہی تھی۔۔۔ نوجوان نے بٹن کو دوبارہ پریس کیا تو سکرین غائب ہو گئی اور اس نے ایک اور بٹن دبا دیا۔۔۔ دوسرے لمحے سامنے کی دیوار درمیان سے ہٹ کر اطراف میں غائب ہو گئی اور ایک دروازہ سا پیدا ہو گیا۔

”کم ان ہنری۔۔۔“ نوجوان نے سخت لہجے میں کہا اور سکرین پر نظر آنے والا ادھیڑ عمر قدم بڑھاتا کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی دیوار دوبارہ برابر ہو گئی۔

”باس۔۔۔ ایک اہم اطلاع ہے۔“ ادھیڑ عمر ہنری نے اندر آتے ہوئے ٹوڈ بانہ لہجے میں کہا۔

نے بڑے حقارت آمیز انداز میں کہا۔

”باس۔۔۔ مجھے جب یہ اطلاع ملی تو میں نے بھی پہلے ہی سمجھا تھا۔ لیکن پھر میں نے مناسب سمجھا کہ اس سلسلے میں معلومات اکٹھی کی جائیں۔۔۔ چنانچہ میں نے جو معلومات حاصل کی ہیں۔ اس کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ واقعی ایک ایسی اطلاع ہے جسے چیف باس تک پہنچانا چاہیے۔“ ہنری نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”کیا مطلب۔۔۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ یہ پس ماندہ لوگ اس ٹارٹرک کے لئے خطرہ بن سکتے ہیں۔۔۔“ نوجوان نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

اس کے لہجے میں ایسی حیرت تھی جیسے وہ کوئی ایسی بات سن رہا ہو جس سے بڑی مفتح کہ خبر بات اور نہ ہو سکتی ہو۔

”باس۔۔۔ اگر آپ ناراض نہ ہوں تو میں یہ عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ چیف باس نے میری خدمات اس لئے حاصل کی ہوئی ہیں کہ میں ایسی اطلاعات پر کام کروں۔۔۔ چنانچہ یہ میرا فرض تھا کہ اس سلسلے میں معلومات اکٹھی کروں۔ اور۔۔۔ یہ فائل میں لے آیا ہوں۔ آپ خود اس کو پڑھ لیں اس کے بعد اگر آپ مناسب سمجھیں تو چیف باس تک یہ فائل پہنچا دیں۔ نہ مناسب سمجھیں تو اسے ضائع کر دیں۔“ ہنری نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک فائل جو دوہری کمر کے جیب میں رکھی گئی تھی نکال کر باس کے سامنے بڑے مؤدبانہ انداز میں رکھتے ہوئے کہا۔

نوجوان نے فائل کو سیدھا کیا اور پھر اسے کھول کر پڑھنے لگا۔ فائل میں چار پانچ کاغذ تھے۔۔۔ ہنری خاموش بیٹھا نوجوان کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ نوجوان باس کے چہرے پر فائل کھولتے وقت حقارت آمیز تاثرات تھے۔ لیکن جیسے جیسے وہ پڑھتا گیا۔ اس کے چہرے پر تعجب کے آثار پھیلنے لگے۔

”اوہ۔۔۔ ناممکن۔۔۔ یہ سب کچھ قطعی ناممکن ہے۔ یہ سب کچھ اس ہے۔ میں اسے کسی صورت تسلیم نہیں کر سکتا۔“ نوجوان نے فائل ختم کرتے ہی بے اختیار ہو کر کہا۔

”یہ معلومات سو فی صد درست ہیں جناب۔۔۔ اور باس جو کچھ اس فائل میں درج ہے وہ اس سیکرٹ سروس کے کارناموں کا عشر عشر بھی نہیں ہے۔ چیف باس چاہے تو اسے چیک کر سکتا ہے۔“ ہنری نے کہا۔

”اوہ۔۔۔ لیکن یہ کیسے ممکن ہے ہنری۔۔۔ کہ ایک پس ماندہ ملک کی سیکرٹ سروس ایسے کارنامے سرانجام دے سکے۔ ان میں سے ایک کارنامہ بھی ناممکن ہے۔“ نوجوان کو اب تک یقین نہ آ رہا تھا۔

”یہ سب درست ہیں باس۔۔۔ اور یہی وجہ ہے کہ ایکریمیا کو مجبوراً اس کی خدمات حاصل کرنی پڑی ہیں۔ اور اس سلسلے میں ایک حیرت انگیز اطلاع اور بھی ہے کہ صدر ایکریمیا نے پاکیشیا کو زبردست مراعات دینے کا وعدہ کیا ہے۔ ایسی مراعات جن کا خواب میں بھی یہ ملک تصور نہیں کر سکتا۔ تاکہ پاکیشیا سیکرٹ سروس ان مراعات

کے لاپنج میں کام کرے۔ لیکن سر۔ جو جواب اس نے دیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا ہے۔ اس نے سب کو ششدر کر دیا ہے۔ البتہ صرف چانچ کے مراعات کے بدلے یہ مشن نہیں لے سکتے۔ انہوں نے کسی قسم کی مراعات طور پر یہ مشن سرانجام دے سکتے ہیں۔ انہوں نے کسی قسم کی مراعات قبول کرنے سے یکسر معذوری ظاہر کر دی ہے۔ ہنری نے جواب دیا۔

”کیا کہہ رہے ہو۔ کیا اس دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جو پس ماندہ ہونے کے باوجود مراعات قبول کرنے سے انکار کر دیں؟“ نوجوان نے کہا۔

”اسی بات نے تو ایک کریمیا کی پوری سرکاری مشینری کو ششدر کر دیا ہے۔ ہنری نے جواب دیا۔

”اوہ۔ اگر یہ بات سچ تو پھر واقعی یہ لوگ سر پیرے ہیں۔ اور اب مجھے اس فائل پر بھی یقین آنے لگا ہے۔ سر پیروں سے کوئی چیز بعید نہیں ہوتی۔ اس کا مطلب ہے ہمیں سنجیدگی سے اس کا نوٹس لینا پڑے گا۔“ نوجوان نے جواب دیا۔

”اسی لئے میں حاضر ہوا تھا۔“ ہنری نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ میں یہ فائل اور تمہاری اطلاعات چیف باس کو روانہ کر دیتا ہوں۔ اس کے بعد جو فیصلہ وہ مناسب سمجھے کرے گا۔“ نوجوان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”تھینک یو باس۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔“ ہنری

نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور نوجوان نے سر ہلادیا۔ ہنری سلام کر کے واپس مڑا۔ اور پھر جیسے ہی وہ دیوار کے قریب پہنچا۔ نوجوان نے میز کے کنارے پر نصب بٹن پر پس کر کے دروازہ کھول دیا اور ہنری اُسے کمراس کر کے باہر چلا گیا۔ اس کے باہر جاتے ہی دیوار ایک بار پھر برابر ہو گئی۔

ہنری کے جلنے کے بعد نوجوان نے ایک بار پھر فائل کھولی اور اُسے پڑھنے لگا۔ کافی دیر تک اُسے پڑھنے کے بعد اس نے ایک طویل سانس لیا اور فائل بند کر کے وہ کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اپنی پشت پر موجود الماری کے پٹ کھول کر اس نے ایک چھوٹا سا یارن نما آلہ نکال کر الماری بند کی اور اس آلے کو میز پر رکھ کر اس نے میز کی سائڈ کھولی۔ اور اس میں سے ایک چھوٹا سا سکروڈرائیو نکال کر اس نے اس آلے کی سطح پر موجود ایک پیچ کو گھمانا شروع کر دیا۔ پہلے اس نے اُسے بائیں طرف گھمایا پھر دائیں طرف گھمایا۔ اس نے اُسے دوبارہ بائیں طرف کیا۔ اور پھر پیچ کش سے اس پیچ کی سطح کو دبایا۔ دوسرے لمحے یارن نما آلے میں سے ٹوں ٹوں کی آوازیں نکلنے لگیں۔ نوجوان نے پیچ کش ایک طرف میز پر رکھ دیا۔ ٹوں ٹوں کی آوازیں مسلسل نکلتی رہیں اور نوجوان خاموش بیٹھا انہیں سنتا رہا۔ چند لمحوں بعد ہی آوازیں نکلتی بند ہو گئیں تو نوجوان نے ایک بار پھر پیچ کش اٹھا کر اُسی طرح پیچ کو دوبارہ دائیں بائیں گھمانا شروع کر دیا۔

”ہیلو۔ چیف باس اسٹنڈنگ۔“ دوسرے لمحے

ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔  
 "مارتھم بول رہا ہوں جناب۔" — نوجوان نے مؤدبانہ لہجے  
 میں جواب دیتے ہوئے کہا۔  
 "یس۔۔۔ کہو۔۔۔" — دوسری طرف سے کہا گیا۔  
 "باس۔۔۔ ایک اہم اطلاع ہنری نے ابھی ابھی پہنچائی  
 ہے۔ اس سلسلے میں آپ سے ڈسکس کرنا تھا۔ اگر آپ چند منٹ  
 دے سکیں تو مہربانی ہوگی۔" — مارتھم نے انتہائی مؤدبانہ  
 لہجے میں کہا۔

"دس منٹ بعد آجاؤ۔" — دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور  
 اس کے ساتھ ہی ٹوں ٹوں کی آوازیں دوبارہ بند ہونے لگیں۔ مارتھم نے  
 پیچ کش اٹھا کر پیچ پر دباؤ ڈالا۔ اور آوازیں بند ہو گئیں تو اس نے آلہ اٹھا  
 کر واپس الماری میں رکھا اور پھر الماری بند کر کے اس نے فائل کو اٹھا کر  
 تہہ کیا۔ اور اسے جیب میں ڈال کر کمرے کے دائیں کونے کی  
 طرف بڑھ گیا۔ اس کے کونے کے قریب پہنچتے ہی دیوار میں ٹکی سی  
 کھٹاک کی آواز ابھری اور دروازہ کھل گیا۔ — مارتھم دروازہ  
 کو اس کر کے دوسری طرف بنی ہوئی ایک بند راہداری میں پہنچ گیا۔  
 راہداری چھوٹی سی تھی۔ اس راہداری کے آخر میں ایک فولادی دروازہ  
 تھا۔ جس پر سرخ اور قرمز رنگ کی لہریں سی دوڑتی صاف  
 دکھائی دے رہی تھیں۔ مارتھم اس دروازے کے سامنے پہنچ کر رک  
 گیا اور پھر اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک سبز رنگ کا کارڈ  
 نکالا۔ اور اُسے دروازے کی طرف یوں اچھال دیا جیسے بچے

کانڈ کا جہاز اڑاتے ہیں۔ کارڈ جیسے ہی ان سرخ اور قرمز رنگ کی  
 لہروں سے ٹکرایا۔ — ایک جھماکا سا ہوا اور کارڈ دروازے کے ساتھ  
 چپٹ کر غائب ہو گیا۔ لہریں دوبارہ برابر ہو گئیں۔ مارتھم خاموش کھڑا  
 انتظار کرتا رہا۔ اور پھر چند منٹ بعد ایک زوردار جھماکے سے لہریں غائب  
 ہو گئیں۔ — اور اس کے ساتھ دروازے سے اس کا کارڈ نکل کر  
 باہر راہداری کے فرش پر گر گیا۔ مارتھم نے جھبک کر کارڈ اٹھایا۔  
 اور اُسے واپس اپنی جیب میں ڈال لیا۔ — لہروں کے غائب ہوتے  
 ہی دروازہ کھلتا چلا گیا۔ اندر ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ مارتھم دروازہ  
 کو اس کر کے اس کمرے میں پہنچا تو دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔ — اور  
 اس کے ساتھ ہی کمرہ حرکت میں آ گیا۔ وہ کسی لفٹ کی طرح نیچے اترتا  
 چلا جا رہا تھا۔ چند لمحوں بعد اس کی حرکت ختم ہو گئی اور دروازہ ایک  
 بار پھر کھل گیا۔ — اب وہ پہلے جیسی ایک اور راہداری میں پہنچ  
 گیا جس کی چھت پر مختلف رنگوں کے بلبوں کی قطار چل رہی تھی۔ اور  
 فرش پر سرخ رنگ کا دبیز قالین بچھا ہوا تھا۔ — مارتھم اس  
 راہداری میں چلتا ہوا اس کے اختتام پر پہنچا جہاں پہلے جیسا ایک اور  
 فولادی دروازہ موجود تھا جس پر اُسی طرح سرخ اور قرمز رنگ کی  
 لہریں چل رہی تھیں۔ — مارتھم نے ایک بار پھر جیب سے وہی کارڈ  
 نکال کر ان لہروں کی طرف اچھال دیا۔ اور کارڈ دروازے سے چپک  
 کر غائب ہو گیا۔ چند لمحوں بعد ایک جھماکے سے لہریں ختم ہو گئیں اور  
 کارڈ واپس راہداری میں آگرا۔ — جسے مارتھم نے ایک بار پھر  
 اٹھا کر جیب میں ڈال لیا۔ اسی لمحے دروازہ کھل گیا اور مارتھم قدم بڑھاتا



پاکستان — وہ ایشیا کا پس ماندہ سا اور چھوٹا سا ملک اُس کی بات کر رہے ہو۔۔۔ چیف باس نے تعجب آمیز لہجے میں کہا۔

”یس باس۔۔۔ وہی میں نے بھی پہلے آپ کی طرح تعجب کا اظہار کیا تھا۔ لیکن بعد میں مجھے اس معاملے کا سنجیدگی سے نوٹس لینا پڑا۔ مہتری نے اس سیکرٹ سروس کے سلسلہ میں معلومات حاصل کی ہیں۔ جن کے مطابق یہ انتہائی خطرناک سیکرٹ سروس ہے اور اس کے کارناموں میں دنیا کی بڑی بڑی اور انتہائی زبردست وسائل رکھنے والی مجرم تنظیموں کے خاتمے کا ریکارڈ شامل ہے۔ جن میں سے چند کے سلسلے میں اس نے دفاحتیں حاصل کی ہیں۔ جو اس فائل میں موجود ہیں۔۔۔ مارہم نے حبیب سے فائل نکال کر بڑے مؤدبانہ انداز میں چیف باس کے سامنے رکھ دی اور چیف باس اُسے کھول کر پڑھنے لگا۔ پہلے جس طرح مہتری مارہم کے چہرے کو

اُسے پار کر گیا۔ اب وہ ایک وسیع و عریض مال میں پہنچ گیا۔ جہاں  
بے شمار عجیب و غریب قسم کی مشینیں موجود تھیں جو سب خود بخود کام  
کر رہی تھیں۔ ایک کونے میں شیشے کا بنا ہوا ایک بڑا سا کمرہ تھا  
اس کمرے کے اندر اندھیرا تھا۔ مارہتم خاموشی سے اس شیشے کے کمرے  
کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جیسے ہی وہ کمرے کے قریب پہنچا ایک جھلکے  
سے کمرہ روشن ہو گیا۔ اور اس کا دروازہ کھلتا چلا گیا۔ مارہتم  
اندر داخل ہو گیا۔ یہ کمرہ خالی تھا۔ البتہ درمیان میں ایک میز اور اس کے  
پچھلے ایک اونچی نشست کی کرسی بڑی ہوئی تھی۔ میز کے  
اس طرف دو کرسیاں موجود تھیں۔ مارہتم خاموشی سے ان میں سے ایک  
کرسی پر بیٹھ گیا۔ اُسی لمحے میز کے درمیان ایک خانہ کھل گیا۔ مارہتم نے  
جیب سے وہی کارڈ نکال کر اس خانے میں ڈال دیا۔ خانہ بند  
ہو گیا۔ مارہتم خاموش بیٹھا رہا۔ چند لمحوں بعد پشت کی دیوار ہٹتی اور  
پھر ایک لمبا تڑنگا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں وہی  
کارڈ تھا جو مارہتم نے میز کے خانے میں ڈالا تھا۔ لمبے تڑنگے آدمی کے  
بال گھنگھریلے تھے اور چہرہ عورتوں کی طرح نرم و نازک سا تھا۔ اس کی  
بڑی بڑی آنکھوں اور فراخ پیشانی سے ذہانت چمکتی تھی۔ البتہ  
اس کی نوحہ کی ٹھوڑی اس کی شدید خود غرضانہ طبیعت کو ظاہر کر رہی تھی۔  
اُسے آتا دیکھ کر مارہتم تیز می سے کھڑا ہو گیا۔

”ہیلو مارٹھم۔۔۔ اس لمبے تڑپتے آدمی نے کارڈ کو میز پر پھینک کر ادنیٰ نشست والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اور مارٹھم دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے کارڈ اٹھا کر واپس جیب میں ڈال لیا تھا۔

سنبھال لے گا۔۔۔ چیف باس نے کہا۔

”بالکل۔۔۔ ہنری اور اس کے ساتھی انتہائی باصلاحیت لوگ ہیں۔ اور پھر انہیں ایسے کاموں کا وسیع تجربہ حاصل ہے۔ مارٹن نے جواب دیا۔

”لیکن اگر ہم خاموش رہیں تو یہ پاکیشیا والے ہمیں کیسے ٹریس کریں گے۔ یہ کہاں ہمیں ڈھونڈیں گے۔۔۔ ان کے پاس ایسا کون سا کیو ہے۔۔۔ چیف باس نے کہا۔

”۔۔۔ بظاہر تو کوئی کیو نہیں ہے۔ پہلے بھی دنیا بھر کی سیکرٹ سروسز ٹکریں مار مار کر ناکام رہ گئی ہیں۔ لیکن ہمیں ان کی طرف سے غفلت پھر بھی نہیں کرنی چاہیے۔۔۔ کیوں کہ یہ لوگ غیر معمولی طور پر ذہین محسوس ہو رہے ہیں۔“ مارٹن نے جواب دیا۔

”تو پھر سنو۔۔۔ اس کے لئے ہنری کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم کسی طور پر بھی سامنے نہیں آنا چاہتے۔ تم ایسا کرو کہ کسی طرح اس سیکرٹ سروس کے کسی اہم رکن کو ٹریس کر کے اس کے جسم میں سگنس لے منتقل کر دو۔۔۔ اس کے بعد ان کی تمام کارروائی ہمارے پاس محفوظ ہوتی جائے گی اور ہم ان کی کارکردگی سے یہاں بیٹھے واقف ہوتے رہیں گے۔“ چیف باس نے کہا۔

”آپ کی رائے درست ہے۔ پہلے بھی ہم نے ہی طریقہ اختیار کیا تھا۔ اور ہم اس میں بے حد کامیاب رہے تھے۔ لیکن سر۔۔۔ آپ نے اس رپورٹ پر غور نہیں فرمایا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس

فائل پڑھتے ہوئے دیکھ رہا تھا اس طرح اب مارٹن بھی چیف باس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔۔۔ باس جیسے جیسے فائل کو پڑھتا جا رہا تھا اس کے چہرے پر بھی تعجب کے آثار پھیلنے جا رہے تھے۔ اور پھر اس نے فائل بند کر دی۔ مارٹن نے اُسے یہ بھی بتایا کہ ایکریمیل نے پاکیشیا کو اس مشن پر آمادہ کرنے کے لئے بہت سی اہم ترین مراعات کا لالچ دیا تھا۔ لیکن پاکیشیا نے کسی قسم کی مراعات حاصل کرنے سے انکار کر دیا۔ اور چیف کے طور پر یہ مشن لے لیا ہے۔

”ہونہ۔۔۔ تو اب تمہارا کیا خیال ہے۔۔۔ اس سلسلے میں کیا ہونا چاہیے۔۔۔ چیف باس نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

”میرا خیال ہے۔۔۔ کہ ہمیں اس سلسلے میں کوئی ایسے اقدامات کرنے چاہئیں جن سے یہ لوگ بھی دوسری سیکرٹ سروسز کی طرح ناکام رہیں۔۔۔ مارٹن نے بڑے محتاط انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مثلاً کسی قسم کے اقدامات۔۔۔ چیف باس نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

”میرا خیال ہے کہ ہمیں ہنری اور اس کی ٹیم کو پاکیشیا بھیج دینا چاہیے۔ وہ دہلیں جا کر انہیں ٹریس کر کے ان کا وہیں خاتمہ کر دے۔ اس طرح یہ خطرہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔“ مارٹن نے کہا۔

”تمہارا کیا خیال ہے۔ اس قدر خطرناک سیکرٹ سروس کو ہنری

دبا یا۔ بٹن کے دبے ہی اس کے سینے پر چھٹی سی سکریں جیسی جگہ روشن ہوتی چلی گئی۔ اور پھر اس سکریں پر ہنری کی تصویر نظر آنے لگی۔

"یس باس۔۔۔ ہنری باکس میں حاضر ہے۔۔۔ آواز اسی بٹن سے نکل رہی تھی۔ مارٹنم اکڑا ہوا بیٹھا تھا جب کہ چیف باس کی نظریں اس کے سینے پر جمی ہوئی تھیں۔

"چیف باس تمہیں اشنڈ کر رہا ہے ہنری؟۔۔۔ چیف باس نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"یس چیف باس۔۔۔ ہنری ہر خدمت کے لئے تیار ہے۔" ہنری نے انتہائی مؤدبانہ بلکہ قدرے خوف سے لہرتے ہوئے لہجے میں کہا۔ کیوں کہ چیف باس سے براہ راست رابطہ انتہائی خطرناک سمجھا جاتا تھا۔

"ہنری۔۔۔ تم نے جو رپورٹ باس مارٹنم کو دی ہے وہ مجھ تک پہنچ چکی ہے۔ لیکن یہ رپورٹ نامکمل ہے، تم نے نامکمل رپورٹ مجھ تک بھیجنے کی جرات کیسے کی؟" چیف باس کا لہجہ گفتگو کے آخر میں جارحانہ ہو گیا۔

"ب۔۔۔ ب۔۔۔ باس۔۔۔ جو میں رپورٹ فوری طور پر حاصل کر سکا وہ میں نے دے دی۔ اگر آپ حکم کریں تو میں مزید معلومات حاصل کر لوں؟" ہنری نے پکپکاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اس رپورٹ میں سوائے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے گن گانے کے اور کیا ہے۔ اس میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کے بارے میں

کے چیف اور ممبروں کو پوری دنیا میں کوئی نہیں جانتا۔ حتیٰ کہ پاکیشیا کا صدر رجبی ان سے واقف نہیں ہے۔"۔۔۔ مارٹنم نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ادہ۔۔۔ ہاں یہ مسئلہ تو ہے۔ جب یہ لوگ سامنے ہی نہ ہوں گے تو پھر ان کو انگس لے کیسے منتقل کیا جائے گا؟" چیف باس نے چونکتے ہوئے کہا۔ اس کی بڑی بڑی اور ذہانت سے پُر آنکھیں گہری سوچ میں ڈوب گئیں۔

"باس۔۔۔ ایسا نہ کریں کہ صرف ہنری کو وہاں بھجوا دیں تاکہ وہ ان کے کسی ممبر کو ٹریس کرے۔ اس کے بعد باقی کام آسان رہے گا۔" مارٹنم نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"میں دراصل کسی ایسے آدمی کو وہاں بھیجنا نہیں چاہتا۔ جس کی مدد سے وہ ہمارے مرکز ٹریس کر لیں۔ کیوں کہ تم جانتے ہو۔ کہ سپر پاورز پاگل کتوں کی طرح ہمیں ڈھونڈ رہے ہیں۔ اب تک انہیں ناکامی اس لئے ہوئی ہے کہ وہ آج تک وہ مقام ہی ٹریس نہیں کر سکے جہاں ہمارا ہیڈ کوارٹر ہے۔" چیف باس نے سوچنے کے سے انداز میں کہا۔ مارٹنم خاموش بیٹھا رہا۔ ظاہر ہے باس کی اس بات کا اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

"تم ہنری کو باکس میں لاؤ۔۔۔ میں اس سے بات کرتا ہوں۔ چیف باس نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"یس باس؟"۔۔۔ مارٹنم نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے کوٹ پر لگے ہوئے ایک بٹن کو انگلی کی مدد سے زبردستی

کوئی بنیادی اطلاع شامل نہیں ہے۔ مثلاً وہ کون لوگ ہیں۔ ان کے نام دیتے۔ چلیے۔" چیف باس نے اس بار قدرے نرم لہجے میں کہا۔

"باس۔ یہی ان کی سب سے بڑی خوبی سمجھ لیں۔ انہیں آج تک کوئی ٹریس نہیں کر سکا۔ البتہ میں نے اس رپورٹ کو باس مار ہتھم کو دینے کے بعد اپنے طور پر کچھ مزید معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ پاکیشیا کا ایک احمق نوجوان جس کا نام علی عمران ہے، اس کا کوئی نہ کوئی تعلق سیکرٹ سروس سے ہے۔ حالانکہ وہ سیکرٹ سروس سے براہ راست متعلق نہیں ہے۔ لیکن جتنے بھی کارنلے پاکیشیا سیکرٹ سروس نے سرانجام دیتے ہیں ان میں کسی نہ کسی طور علی عمران کا کردار نمایاں رہا ہے۔ اس کا حلیہ اور پتہ بھی دستیاب ہے۔" ہنری نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"گتہ۔ یہ تم نے پہلی بنیادی اطلاع دی ہے۔ تم اس کی تفصیل باس مار ہتھم تک پہنچا دو۔ آؤ۔" چیف باس نے کہا اور اس کے لفظ آؤ کہتے ہی مار ہتھم نے انگلی سے بٹن کو دوبارہ دبا دیا اور سکوین ایک لخت غائب ہو گئی۔

"سنو مار ہتھم۔ اب یہ تمہارا کام ہے کہ تم خفیہ طور پر پاکیشیا جاؤ اور اس علی عمران کو اسگنس اے منتقل کر دو۔ اس کے بعد جو صورت حال ہوگی اس کے مطابق عمل کر لیا جائے گا۔" چیف باس نے کہا اور مار ہتھم اور کے باس کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

فادرال مینشن ایگریمنٹ حکومت کے انتہائی خفیہ اجلاسوں کے لئے مخصوص تھا۔ اس مینشن کو مکمل طور پر جدید ترین سائنسی آلات سے مزین کیا گیا تھا۔ اور اس میں ایسے انتظامات کئے گئے تھے کہ اس مینشن میں کسی اجنبی کا داخل ہونا قطعاً ناممکن تھا۔ اور دوسری بات یہ کہ اس مینشن کے میٹنگ روم میں ہونے والی گفتگو کو کسی بھی صورت میں شیب نہ کیا جاسکتا تھا اور نہ سنا جاسکتا تھا۔ آج اس مینشن کے میٹنگ ہال میں ایک لمبی بیضوی میز کے گرد چار افراد کرسیوں پر موجود تھے۔ جب کہ دو کرسیاں خالی تھیں۔ درمیان میں رکھی ہوئی کرسی پر وٹاسا کا انچارج ادر بین الاقوامی شہرت کا مالک سائنس دان پروفیسر کرمٹ بیٹھا ہوا تھا۔ جب کہ اس کے دائیں طرف سی۔ آئی۔ اے کا ڈائریکٹر آپریشن فارن مسٹر کی موجود تھے اور ان کے ساتھ ویسٹرن کارمن کی سیکرٹ سروس کا چیف ڈاڈال بیٹھا ہوا



سی رانی اسے کے مسٹر کسکی نے بڑے پریقین لہجے میں کہا  
"کیا آپ اس نمائندے سے پہلے ہوئے ہیں؟"  
پروفیسر کرمٹ نے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔ ہمارا اس سے پہلے کبھی اس سے ملاقات کا اتفاق  
نہیں ہوا۔۔۔ سب لوگوں نے سر لائے ہوئے جواب دیا۔  
اور پھر اسی لمحے سے میں سیٹی کی ہلکی سی آواز کو بھی اور وہ سب  
چونک پڑے۔۔۔ اس سیٹی کا مطلب تھا کہ جہاں پہنچے ولے ہیں  
دوسرے لمحے ایک آواز کمرے میں گونجی۔

"پاکیشیا سیکرٹ سروس چیف کے نمائندے خصوصی مسٹر علی عمران  
اور ان کی سیکرٹری مس جولیا نافٹرواٹر میٹنگ ہال میں تشریف لا  
رہے ہیں۔۔۔ یہ آواز فورا کہ میشن کے چیف سیکورٹی آفیسر  
کی تھی۔ اور کمرے میں موجود سب افراد کی نظریں اس دیوار پر جم  
گئیں جس کے درمیان اوپر ایک سرخ رنگ کا بلب جل رہا تھا۔  
چند لمحوں بعد یہ بلب سبز ہو گیا۔۔۔ اور اس کے ساتھ ہی دیوار  
درمیان سے کھل کر دونوں اطراف میں کھسک گئی اور دیوار میں  
بننے والے خلا میں سے چند لمحوں بعد عمران نے اندر قدم رکھا۔ اس  
نے اپنا مخصوص ٹیکنی کلر لباس پہن رکھا تھا۔۔۔ اور پھر اسے پر  
حماقتوں کی آبرو پورے زور شور سے بہہ رہی تھی۔ اس کے پیچھے  
جولیا اندر داخل ہوئی۔ جولیا کے چہرے پر خیریت کے تاثرات نمایاں  
تھے۔۔۔ اُسے شاید صورت حال کا علم نہ تھا کہ وہ کہاں آرہی  
ہے اور کس مقصد کے لئے آرہی ہیں۔ جولیا کے اندر آتے ہی ان

تھا۔ پروفیسر کرمٹ کی بائیں طرف روسیاسی کے جی۔ بی کا ڈائریکٹر  
جنرل زاگون اور اس کے ساتھ یونائیٹڈ کائن کی سیکرٹ سروس کی چیف  
یڈی تھا جس بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔ یہ پانچوں افراد ایک خصوصی میٹنگ  
کے لئے یہاں جمع ہوئے تھے۔ ایکرمیا کے صدر کی ذاتی درخواست پر  
یہ میٹنگ بلائی گئی تھی۔ کیوں کہ صدر ایکرمیا نے اسٹارٹرٹیک کا  
کیس پاکیشیا سیکرٹ سروس کے حوالے کر دیا تھا۔۔۔ اور پاکیشیا  
سیکرٹ سروس کے چیف ایکسٹو کا نمائندہ خصوصی اپنے سیکرٹری کے  
ساتھ اس میٹنگ میں شریک ہو رہا تھا تاکہ اسٹارٹرٹیک کے متعلق  
معلومات حاصل کر کے وہ کوئی لائن آف ایکشن اختیار کر سکے۔

"پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف کو خود آنا چاہیے تھا۔ یہ نمائندہ  
بھیجے گا کیا مطلب ہے کیا ہم سب اس سے کم عہدوں کے حامل  
ہیں؟۔۔۔ پروفیسر کرمٹ نے جھلٹے ہوئے لہجے میں کہا۔  
"وہ کسی کے سامنے نہیں آتا۔ حتیٰ کہ پاکیشیا کا صدر بھی اُسے نہیں  
جاننا۔۔۔ یڈی تھا جس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ادھر۔۔۔ یہ واقعی انتہائی حیرت انگیز ہے۔ لیکن کیا صدر ایکرمیا  
یہ سمجھتے ہیں کہ ایک پس ماندہ ملک کی سیکرٹ سروس اسٹارٹرٹیک  
کے خلاف کامیاب ہو جائے گی۔۔۔ مجھے تو ایک فی صد بھی امید  
نہیں ہے۔۔۔ ویسٹرن کارمن کے ڈازال نے لہجے ہوئے  
لہجے میں کہا۔

"اس کے ریکارڈ میں ایسے ایسے کارنامے موجود ہیں کہ ہمیں یقین  
ہے کہ اسٹارٹرٹیک بھی اس کے مقابلے میں نہ کھڑے سکے گا۔"

اور جولیا عمران کے فترے سن کر پہلی بار سنجیدہ ہو گئی۔ کیوں کہ اب صورت حال اس کی سمجھ میں آگئی تھی۔ یہ عمران نے باا یک ٹھ کے نمائندے کے طور پر آیا ہے۔

”خوش آمدید مسٹر عمران۔ میرا نام کسکی ہے۔ میں سی آئی اے کے کاڈائٹر کیٹر آپریشن فارن ہوں۔ یہ وٹاسا کے چیف اور بین الاقوامی شہرت کے مالک سائنس دان پروفیسر کرسٹ ہیں۔ اور یہ دیسٹرن کارمن سیکرٹ سروس کے چیف مسٹر ڈال ہیں۔ اور پروفیسر کرسٹ کے بائیں طرف روسیہ کے جی۔ بی کے ڈائریکٹر جنرل زاگوف اور ان کے ساتھ یونائیٹڈ کاسٹن سیکرٹ سروس کی چیف لیڈی تھا مس ہیں۔“ مسٹر کسکی نے اپنا اور اپنے ساتھیوں کا مکمل تعارف کرتے ہوئے کہا۔

”دیکھا جولیا۔ کتنے بڑے بڑے لوگ ہماری شادی میں شرکت کے لئے آئے ہیں۔ اب تو مان جاؤ۔“ عمران نے مڑ کر قریب کھڑی جولیا سے مخاطب ہو کر کہا اور جولیا نے غصے سے آنکھیں نکالیں۔

”اچھا اچھا بھئی۔ تمہاری مرضی۔“ آنکھیں تو نہ نکالو۔ مجھے خوف آنے لگتا ہے۔ تو بڑے بڑے لوگوں میں اور میری سیکرٹری آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ نے یہاں تشریف لا کر ہماری ذرہ نوازی نہیں بلکہ سورج نوازی فرمائی ہے۔“ عمران نے ایک کرسی کھسکا کر اس پر بڑے اطمینان سے بیٹھتے ہوئے کہا۔ جولیا دانتوں سے ہونٹ کاٹی ہوئی ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

کے عقب میں دیوار خود بخود برابر ہو گئی اور سبز بلب دوبارہ سمرخ ہو گیا۔ ہال میں بیٹھے ہوئے افراد کے چہرے تعجب کی شدت سے بڑی طرح بگڑے ہوئے تھے۔ عمران کی شکل اور اس کے لباس نے ان کے ذہنوں میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف ایک ٹھ ٹھ کے نمائندہ خصوصی کے متعلق تمام تصورات پاش پاش کر دیئے تھے۔ عمران اندر آ کر یوں حیرت سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ جیسے کوئی دیہاتی بچہ پہلی بار کسی میلے میں شریک ہو رہا ہو۔

”کمال ہے۔“ بڑا خوب صورت کمرہ ہے۔ جولیا۔ اگر ہماری شب عروسی اس کمرے میں منعقد ہو تو میں آج ہی تم سے شادی کرنے پر تیار ہوں۔“ عمران نے اونچی آواز میں جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یوشٹ اپ نان سنس۔“ جولیا نے بڑی طرح بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ارے ارے۔“ بزرگوں کا احترام کر دو۔ یہ بے چارے بوڑھے بزرگ کیا کہیں گے کہ شادی سے پہلے ہی لڑائی شروع ہو گئی۔“ عمران نے بڑے خلوص بھرے انداز میں جولیا کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ اور جولیا نے بڑا سامنے بنالیا۔

”مجھے غالی عمران کہتے ہیں۔ میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چیف کا نمائندہ خصوصی بموزن عروسی ہوں۔ اور یہ میری سیکرٹری اور مستقبل کی زوجہ محترمہ مس جولیا نافٹ وائر ہے۔“ عمران نے میز کے قریب جا کر اپنا اور جولیا کا تعارف کرتے ہوئے کہا۔

اُسے عمران پر بے پناہ غصہ آ رہا تھا کہ اس قدر اعلیٰ سطحی مینٹلک میں ایسی حرکتیں کر کے نہ صرف ایکسٹو بلکہ پوری پاکیسٹیا سیکرٹ سروس کو شرمندہ کر رہا ہے۔ لیکن ظاہر ہے اُسے کسی بات کا سرے سے علم ہی نہ تھا۔ وہ از خود کچھ کہہ ہی نہ سکتی تھی۔ البتہ وہ سب کے چہروں پر ظاہر ہونے والے غصے، جھنجھلاہٹ اور خفت کو صاف طور پر دیکھ رہی تھی۔ اس وجہ سے اس کا غصہ اور بڑھ رہا تھا۔

”مسٹر علی عمران۔ آپ ہم سے کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟“  
پروفیسر کرمٹ نے دانتوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے بڑے بیزار سے لہجے میں پوچھا۔

”آپ کی شادی ہو گئی ہے؟“ عمران نے بے ساختہ پوچھا۔  
”شادی نہیں کیوں؟“ شادی کا کیا مطلب؟“  
پروفیسر کرمٹ نے بڑی طرح چونکتے ہوئے پوچھا۔ ظاہر ہے یہاں شادی کے سوال کا کوئی تھمک ہی نہ تھا۔

”پھر آپ سے کیا پوچھنا؟“ آپ تو دنیا کو جانتے ہی نہیں۔  
میں نے بی۔ اے کے کورس میں ایک مضمون پڑھنا تھا جس میں مصنف نے لکھا تھا کہ دنیا کو صرف وہی لوگ جان سکتے ہیں جو شادی شدہ ہوں۔ کنواہوں کو کیا معلوم کہ بازار میں مچھلی کس بجائے بک رہی ہے؟“ عمران کی اوٹ پٹانگ باتوں کا چرخہ چل پڑا تو ظاہر ہے آبیانی سے کہاں رکتا تھا۔

”آپ بی۔ اے میں پڑھ چکے ہیں؟“ لیڈی تھا من نے

بڑے المنزلیہ لہجے میں کہا۔

”مسٹر علی عمران ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈی۔ ایس۔ سی۔ میں۔ اور پلیز آپ مسٹر علی عمران کی باتوں کا بڑا انداز مانیں۔“ ان کی باتوں کا مقصد۔ آپ کا مضحکہ اڑانا نہیں بلکہ یہ ایسی باتیں صرف اپنی فطرت کے تحت کرنے پر مجبور ہیں؟“ جو لیا نے فوراً ہی مداخلت کرتے ہوئے کہا۔

”گڈ۔۔۔ ہر جگہ دالی بیوی کو اپنے ہونے والے شوہر کا دفاع اسی طرح کرنا چاہیے؟“ عمران نے بڑے تحسین آمیز انداز میں جو لیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈی۔ ایس۔ سی۔ یقیناً نہیں آتا۔ بہر حال فرمائیے مسٹر علی عمران۔ آپ اسٹارٹر ٹریک کے متعلق کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ ہم اُسے فضول باتوں میں ضائع کریں؟“ روسیاہی زنگوف نے بڑا سامنے بٹلتے ہوئے کہا۔

”میسری کون سی بات فضول ہے۔ مسٹر زنگوف۔ شادی تو دنیا کی سب سے بڑی حقیقت ہے اور جہاں تک ڈگریوں کا تعلق ہے تو آپ چاہے میٹرک فیل کیوں نہ ہوں۔ مجھے کیا مطلب۔ بہر حال آپ حضرات میں کوئی صاحب کیا یہ بتا سکتے ہیں کہ اسٹارٹر ٹریک خلائی معلومات کس طرح چراتا ہے؟“ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”خلائی معلومات کس طرح چراتا ہے ظاہر ہے سائنسی آلات کی

کئے گئے جیسے بھی ہوں ہی ناں۔ اس وقت وہ انتہائی ذمہ دار اور سنجیدہ لگ رہا تھا اور وہی لوگ جو چند لمحے پہلے اُسے ایک عام سائنس دان سمجھتے تھے اب ان کے چہرے پر انتہائی سنجیدگی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ جب کہ جو لیا کے چہرے پر پہلی بار اطمینان کے تاثرات نمودار ہوئے۔ اُسے احساس ہو گیا تھا کہ اب علم ان اپنے موڈ میں آ گیا ہے۔ اور اب ان لوگوں کو احساس ہو گا کہ ان کا واسطہ کس آدمی سے پڑا ہے۔ سائنسی لائحہ عمل:۔۔۔ پروفیسر کورٹ نے سوچتے ہوئے کہا۔ چند لمحے اس کی پیشانی سکرٹ سی رہی پھر وہ اچانک چونک بیٹھا۔

سادہ۔۔۔ کمال ہے۔۔۔ آپ نے واقعی انتہائی اہم سوال کیا ہے۔ آج تک ہم نے اس نقطہ نظر سے کبھی سوچا ہی نہیں۔ ہاں یقیناً اُسے سائنسی لائحہ عمل اختیار کرنا پڑا ہوگا۔۔۔ پروفیسر کرمٹ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں اب عمران کے لئے تمبین کے آثار ابھر آئے تھے۔

”پروفیسر کر مٹ۔۔۔۔۔ اس سلسلے میں جدید ترین سائنسی لاشعہ  
عمل جو آپ نے دٹا سا کے قیام میں استعمال کیا اُسے ماسٹر کارکم  
ریگائز پروسس کہا جاتا ہے۔۔۔۔۔ لیکن اسٹارٹریک اس پر  
بھی عادی ہو گیا۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ اس نے انٹی ماسٹر  
کارکم ریگائز پروسس استعمال کیا ہو گا۔ اور ایسا پروسس صرف  
ایک ہی ہو سکتا ہے۔ کلاک مانتا شا پروسس۔۔۔۔۔ آپ کا کیا  
خیال ہے؟۔۔۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

اور پروفیسر کریمٹ یوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ جیسے اُسے

مدد سے چڑھتا ہوگا۔ — پروفیسر کریم اللہ نے بھلائے ہوئے ہیں

میں لہا۔  
 "اچھا۔۔۔ میں نے سمجھا کہ شاید نقب لگا کر چوری کر لیتا ہے۔  
 اور مجھے اس کے پیروں کے نشانات ڈھونڈنے کے لئے کھوجیوں کی  
 خدمات حاصل کرنا پڑیں گی۔" — عمران نے بڑے سادہ سے لہجے  
 میں کہا اور پردیسر کر مٹ کے چہرے پر پہلی بار خفت کے آثار نمودار  
 ہوئے۔ اُسے اب احساس ہو رہا تھا کہ اس نے عمران کے سوال  
 کا جواب بڑے سچکاڑے انداز میں دیا ہے۔

مسٹر عمران — آپ کے سوال کا سادہ سا جواب تو پروفیسر  
کرمٹ نے دیا ہے۔ لیکن جہاں تک میرا خیال ہے۔ اس نئے دنیا کے  
کسی نامعلوم خطے میں کوئی ایسی جدید ترین خلائی لیبارٹری قائم کر رکھی  
ہے۔ جہاں سے وہ سائنسی آلات کی مدد سے اہم ترین معلومات  
خود اچک لیتا ہے۔ ہم نے اس لیبارٹری کو تلاش کرنے کی بے حد  
کوشش کی لیکن ہمیں ذرہ برابر بھی کلیو نہ مل سکا۔ روسیہ  
زاگون نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”پروفیسر کرمٹ سائنس کی دنیا میں اتھارٹی سمجھے جاتے ہیں۔ اور خاص طور پر خلائی سائنس میں کیا وہ اپنے علم اور تجربے کی بنیاد پر یہ بتا سکتے ہیں کہ ان خلائی معلومات کو چرانے کے لئے اسٹار ٹریک نے کیا لائحہ عمل اختیار کیا ہو گا۔“ سائنسی لائحہ عمل“

عمران نے کہا۔

اور اس کے چہرے سے ایک محنت جھماقت کے آثار یوں غائب ہو



یقین نہ آ رہا ہو کہ اس نوجوان کے منہ سے ہی یہ باتیں نکل رہی ہیں۔  
 "حیرت انگیز۔۔۔ انتہائی حیرت انگیز۔۔۔ مسٹر علی عمران۔  
 مجھے اوتراٹ ہے کہ تم انتہائی خطرناک حد تک نہ صرف ذہین ہو بلکہ  
 خلائی سائنس میں انتہائی حد تک مہارت کا درجہ بھی رکھتے ہو۔ میں  
 تصور بھی نہ کر سکتا تھا کہ تم اتنا کچھ جانتے ہو گے۔ واقعی کلاک مائنشٹا  
 پروسس ہی وٹا سا کو کر سکتا تھا۔ یقیناً ایسا ہی ہو گا۔  
 بالکل ایسا ہو گا۔۔۔ پروفیسر کرمٹ نے بڑے عقیدت مندانہ  
 لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اور پروفیسر کرمٹ کے اس انداز نے میٹنگ کے باقی افراد کے  
 سر بھی جھکا دیتے تھے۔ اب انہیں احساس ہو رہا تھا کہ ان کا واسطہ  
 کس شخصیت سے پڑا ہے۔

"لیکن پروفیسر کرمٹ۔۔۔ آپ یقیناً جانتے ہوں گے کہ پروفیسر  
 کلاک مائنشٹا نے جب اس پروسس پر ریسرچ کی تھی تو وہ اس نیچے  
 پر پہنچے تھے کہ یہ پراسس صرف چوڑے کی آمیزش والی دلدل میں قائم  
 کیا جاسکتا ہے۔ اور وہ بھی تب جب یہ دلدل کم از کم ایک  
 سو فٹ سطح زمین سے نیچی ہو۔ اب اگر اسٹارٹر ایک نے واقعی پروفیسر  
 کلاک مائنشٹا کا پروسس خلائی راز چرانے کے لئے استعمال کیا ہے  
 تو اس نے اس کی تعمیر ٹری ایسی ہی کسی دلدل کے نیچے لگائی ہو گی۔  
 کیا میرا خیال درست ہے؟" عمران نے کہا۔

"اوہ۔۔۔ بالکل درست ہے۔ قطعاً درست ہے۔  
 یقیناً درست ہے۔ اس کے بغیر تو یہ پراسس کام ہی نہیں کر سکتا۔"

پروفیسر کرمٹ نے یوں کہا۔ جیسے نیچے استاد کے پڑھائے ہوئے  
 سبق کو دہراتے ہیں۔

"مسٹر ڈال۔۔۔ پروفیسر کلاک مائنشٹا کا تعلق آپ کے ملک  
 ویسٹرن کارمن سے تھا۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ اس وقت کہاں  
 ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟" عمران نے ویسٹرن کارمن کے  
 نمائندہ ڈال سے مخاطب ہو کر کہا۔

"پروفیسر کلاک مائنشٹا۔۔۔ اوہ۔۔۔ جہاں تک میری معلومات  
 کا تعلق ہے۔ وہ ایک سال قبل اچانک غائب ہو گئے تھے اور پھر  
 آج تک ان کا پتہ نہ چل سکا۔" ڈال نے سر ہلاتے  
 ہوئے جواب دیا۔

"تو مسٹر علی عمران۔۔۔ کیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ اسٹارٹر ایک  
 دراصل پروفیسر کلاک مائنشٹا ہے؟" پروفیسر کرمٹ نے  
 جلدی سے کہا۔

"ہمیں اتنی جلدی نتیجے کی طرف چھلانگ نہیں لگانی چاہیے۔  
 یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اسٹارٹر ایک نے ہی پروفیسر کو اغوا کیا ہو  
 اور وہ اس سے کام لے رہا ہو؟" عمران نے فہمائش بھرے  
 لہجے میں کہا اور پروفیسر کرمٹ بچوں کے سے انداز میں سر ہلانے لگا۔  
 اب عمران مکمل طور پر میٹنگ پر چھا گیا تھا اور میٹنگ میں موجود  
 تمام افراد جو پہلے ناک بھوں چڑھائے ہوئے تھے۔ اب یوں  
 عمران کے سامنے بیٹھے سہرا رہے تھے جیسے زندگی میں پہلی بار  
 ان کا کسی دانشور سے واسطہ پڑا ہو۔

”پروفیسر کو مٹ سکیں گے۔ جو میں دنیا کا تفصیلی نقشہ دہری  
لوں پر مہیا کیا جائے۔“ — پروفیسر کو مٹ نے کہا۔

نہیں سمجھتا۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور پروفیسر نے بٹن  
آن کر دیا۔ چند لمحوں بعد میز کا درمیان پر حصہ عند وقت کے ڈسکن کسی  
طرح کھل گیا اور ایک بڑا سا نقشہ باہر آ گیا۔۔۔ جسے پروفیسر نے کمر مٹ  
نے پاتھ بڑھا کر اٹھالیا اور ڈسکن دوبارہ برابر ہو گیا۔

پروفیسر کرسٹ نے نقشہ میز پر پھیل دیا اور جیب سے سرخ رنگ کی فیل نکال کر اس نے سب سے پہلے پنسلوانا کے پہاڑی سلسلے کو تلاش کر کے اس کے گرد سرخ فیل سے دائرہ کھینچا۔ اور پھر ایسے ہی دائرے اس نے سپر پاورز کے گرد ڈالے اور اس کے بعد وہ بیٹھا سوچا بار بار۔

نہیں یہاں سے تمام سیاروں کو بیک وقت کنٹرول نہیں کیا جاسکتا۔ ان میں سے بیشتر سیارے آؤٹ آف کنٹرول ہو جاتے ہیں۔ اتنی بڑی ریجن ناممکن ہے۔ ————— پر وہ فیسر کرمش نے مخصوص انداز میں سر ملاتے ہوئے کہا۔

”پلئے یہاں نہ سہی اب آپ ایسا کوئی مرکز تلاش کیجئے جہاں سے کنٹرول کیا جاسکے۔ اس پر نشان لگائیے۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ فیسر کمرٹ نے دوبارہ غور کرنا شروع کر دیا۔ وہ مختلف پوائنٹس پر جنسیل کی نوک رکھتا رہا۔ اور پھر اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ایک پہاڑ کے گرد دائرہ لگا دیا۔

۷۶  
 آپ نے چو نے کی آمیزش والی دلدل  
 ”مشر علی عمران  
 کاؤز کی ہے۔ کیا اس سلسلے میں کچھ میں بھی کہہ سکتا ہوں۔“  
 ”مشر کسی نے کہا۔“  
 ”ضرور کہیے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
 ”بیکل۔“

مسٹر عمران — پس تو انا کے انتہائی دشوار گزار پہاڑ ہی سلسلے  
 کہ چین میں ایسی غاروں کا پتہ چلا یا گیا تھا۔ جس میں اس قسم کی خوشنماک  
 دلدلیں موجود ہیں۔ جن میں چوٹے کی آمیزش ہے۔۔۔ یہ غاریں  
 تہہ در تہہ نیچے کی طرف چلی جاتی ہیں۔ ہو سکتا ہے انہی غاروں میں ایسی  
 دلدل موجود ہو۔ جو سطح زمین سے مطلوبہ گہرائی میں تہہ او۔ جس میں  
 چوٹے کی آمیزش ہو۔۔۔ مسٹر کسی نے کہا۔

گمٹ۔ آپ نے اچھا پوائنٹ سوچا ہے۔ اب یہ تو پروغیر  
گورنمنٹ بتا سکتے ہیں کہ کیا فلسواتا کے پہاڑی سلسلے کو چین کی غاروں  
یا اگر مرکز مان لیا جائے تو کیا وہاں سے ایسا لائحہ عمل اختیار کیا جاسکتا  
جس سے تمام سپر پاورز کے خلاف سیاروں کو کنٹرول کیا جاسکے  
عمران نے سر ملاتے ہوئے کہا۔

”ایک منٹ۔۔۔ میں نقشہ منگو ایتنا ہوں۔ اس کے بعد ہی کوئی رائے دے سکتا ہوں۔“ یہ دوفیسر کمرٹھ نے کہا اور پھر اس نے میز کے کنارے پر گئے ہوئے مختلف رنگوں کے پتھروں میں سے ایک پتھر چن لیا۔

”یس سر“ — دوسرے لمحے گھرے میں چپ سیکورنی  
آفیسر کی آواز گونجی۔

دیکھنے لگے۔

”اب کیا پردہ گرام ہے مسٹر علی عمران؟“ — پردہ فیکر کر مٹ نے عمران کو دوبارہ پہلے والے حال پر آتے دیکھ کر پوچھا۔  
 ”پردہ گرام تو شادی کا ہے اگر مس چولیا نافشر واطر مان جاتیں۔ ویسے آپ بزرگ ہیں آپ ہی انہیں سمجھائیں کہ مجھ سے اچھا شوہر پوری دنیا میں آج تک پیدا ہی نہیں ہوا۔“ — عمران نے بڑے عاجزانہ لہجے میں کہا اور پردہ فیکر کر مٹ سمیت میٹنگ میں موجود سب افراد بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ جب کہ جو ایسا کے چہرے پر ایک بار پھر فتنے کسے تاثرات ابھرنے لگے۔

”یہ خیال ہے اب میٹنگ پر درخواست کی جائے۔“

پردہ فیکر کر مٹ نے کہا اور کر مٹی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے اٹھتے ہی باقی افراد بھی اُٹھ کھڑے ہوئے۔

”چلو جویا۔“ — یہ نہ سہی اور بزرگ سہی۔ آخر کوئی تو اللہ کا بندہ اس دنیا میں ایسا مل ہی جائے گا جو ہماری شادی کر دے گا۔

عمران نے بڑے مایوس سے لہجے میں کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

اُسی لمحے دیواریں دروازہ کھل گیا اور پھر پردہ فیکر کر مٹ اور اس کے ساتھی عمران سے ہاتھ ملا کر باری باری دروازے کو پار کر گئے۔

نقشہ ابھی تک میز پر پڑا ہوا تھا۔ ان سب کے جلتے ہی عمران نے وہ نقشہ اٹھایا اور اُسے کھول کر ایک نظر دیکھا اور پھر اُسے واپس میز پر رکھ کر وہ بھی دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔

”تم اپنی بکواس سے باز نہیں آؤ گے عمران۔“ — کسی روز میں

”یہ تو سوشل لینڈ ہے۔ جہاں دنیا کا مرکز تھا۔“ — مسٹر ککی یہ کہا۔

”ہاں بنتا ہی ہے۔ اسی وجہ سے ہم نے دنیا کا آپریشن روم یہیں قائم کیا تھا۔“ — پردہ فیکر کر مٹ نے طویل سانس لینے ہوئے کہا۔

”کیا سوشل لینڈ میں ایسی دلدلیں ہیں جن میں چوٹے کی آمیزش ہو؟“ — عمران نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

”نہیں۔“ — وہاں ایسی کوئی دلدلیں نہیں ہیں۔ یہ بات تو میں اچھی طرح جانتی ہوں۔“ — لیڈر سی تھامس نے بڑے پریشانی لہجے میں کہا۔

”تو اس کا مطلب اسٹارٹر ایک کا ہیڈ کوارٹر سوشل لینڈ میں نہیں ہو سکتا۔ اب مجھے پوری دنیا میں ایسی دلدلیں ڈھونڈنی پڑیں گی۔“ — عمران نے کہا۔

”تو یہ بات طے ہے کہ اسٹارٹر ایک کا ہیڈ کوارٹر ایسی ہی کسی دلدل کے نیچے ہو سکتا ہے۔“ — جی۔ جی۔ کے زاگوف نے کہا۔

”ابھی کچھ بھی طے نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے دلدل کے اوپر ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دلدل ہیڈ کوارٹر میں ہو۔ یا ہیڈ کوارٹر دلدل میں ہو۔“ — عمران کی زبان ایک بار پھر میٹری سے اترنے لگی۔ اور اس کے چہرے پر ایک بار پھر حاکموں کا آبشار بننے لگا اور وہ سب لوگ حیرت بھرے انداز میں اس لمحہ بہ لمحہ رنگ بدلنے والے آدمی

اچھا۔۔۔ بھرتیک ہے۔ آؤ ہولیا۔ اس اور  
 بنگ سے توجہ جان چھوٹی۔ بنگ نے کہا اب ت بڑھے کھوسٹ پکڑ  
 کر لے آئے ہیں اور انہیں ایک جگہ اکٹھا کر کے اسے بھگت  
 کا نام دے دیتے ہیں۔۔۔ عمران نے بڑے بڑا  
 سے لہجے میں کہا اور پھر سامنے کھڑی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

تمہارا سر توڑ دوں گی۔۔۔ جویل نے کمرہ خالی ہوتے ہی غصیلے انداز  
 میں کہا۔

”ارے باپ رنے۔۔۔ سر توڑ دو گی۔۔۔ پھر بغیر سر کے شوہر  
 سے کیسے گزارا کر دو گی؟“ عمران نے آنکھیں میٹکاتے ہوئے کہا۔  
 اور تیزی سے دروازہ پار کر گیا۔

جولیا جھلائے ہوئے انداز میں اس کے پیچھے چل رہی تھی۔ دروازے  
 کی دوسری طرف ایک مختصر سی راہ داری تھی۔ جس کے اختتام پر  
 ایک اور دروازہ تھا۔۔۔ جب وہ دونوں اس دروازے سے  
 باہر نکلے تو باہر موجود سیکورٹی کے افراد نے باقاعدہ ان کو سیلوٹ  
 کیا اور پھر وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے دیکھتے رہ گئے۔ جب  
 عمران نے بھی جواب میں انہیں باقاعدہ فوجی انداز میں سیلوٹ  
 کر دیا۔

”آپ کی رہائش کے لئے کیمرن ہوٹل میں کمرہ بک کر دیا  
 گیا ہے۔“ ایک آدمی نے قدرے مسکراتے ہوئے آگے  
 بڑھ کر کہا۔

”لیکن میں نے تو ہینی مون ہوٹل میں رہائش کا پروگرام بنایا تھا۔  
 یا کچھ روز تو کھل کھلنے دوں۔“ عمران نے بڑا سا منہ  
 بناتے ہوئے کہا۔

”سر۔۔۔ اس نام کا ہوٹل اس شہر میں نہیں ہے۔ ویسے  
 کیمرن ہوٹل آپ کو مایوس نہیں کرے گا۔“ سیکورٹی کے اس  
 افسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔



ریستوران کے ایس کونے میں رکھی ہوئی تھیں کے گرد مارتم میں کافی پی رہا تھا۔ اس نے میک اپ کیا ہوا تھا۔ اور انتہائی شاندار سوٹ میں وہ کوئی کروڑ پتی لگ رہا تھا۔ اس کے دائیں ہاتھ کی انگلی میں پلائیم کی انگوٹھی موجود تھی جس پر انتہائی نادر اور قیمتی ہیرا بٹھا ہوا تھا۔ اس کی نظریں ریستوران کے دروازے پر جمی ہوئی تھیں۔ چند لمحوں بعد وہ چونکا پڑا جب اس نے ایک ادنیٰ عمر کو دروازے میں داخل ہو کر اپنی میز کی طرف بڑھتے دیکھا۔ اس کے ماتھے میں ایک قیمتی برلیٹ کیس تھا۔

”جیلوسر۔۔۔ میرا نام کا جٹ ہے؟۔۔۔ آنے والے نے مارتم کے قریب آکر قدم سے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”بیٹھو۔۔۔ میں تمہارے ہی انتظار میں تھا۔۔۔ مارتم نے سر ہلاتے ہوئے قدم سے حکمانہ لہجے میں کہا۔

”ٹینک یوسر۔۔۔ میٹنگ ابھی ختم ہوئی ہے سر۔ میں فوراً ہی یہاں آ گیا ہوں۔“ کا جٹ نے جواب دیا۔

”رپورٹ دو۔“ مارتم نے سرگوشیاں لہجے میں کہا۔

”سر۔۔۔ رپورٹ تفصیلی ہے۔ اگر آپ کمرے میں تشریف لے چاہیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔“ کا جٹ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اُدہ۔۔۔ اچھا۔۔۔ تو آؤ چلو۔“ مارتم نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا اور پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ چوں کہ وہ اسی ہوٹل میں قیام پذیر تھا اس لئے اُسے بل ادا کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ یہاں رہائش پذیر افراد کو ہر قسم کی سہولیات مہیا کی جاتی تھیں۔ اور بل

کیئرٹن ہوٹل شہر کا سب سے بڑا ہوٹل تھا اور اس کے انتہائی خوب صورت انداز میں سجے ہوئے ریستوران میں ایک کمرے میں دارالحکومت کے انتہائی اعلیٰ سوسائٹی کے افراد تقریباً ہر وقت موجود رہتے تھے۔ بادر دمی اور مزدب ہیرے ایک طرف خاموش کھڑے رہتے تھے۔ انہیں میزوں کے قریب جا کر آرڈر مانگنے کی اجازت نہ تھی۔ کیوں کہ اس طرح وہاں آنے والے لوگ ڈسٹرب ہو سکتے تھے۔ جب کسی کو ویٹر کو بلانے کی ضرورت ہوتی وہ میز کے درمیان میں بنے ہوئے خوب صورت مجسمے پر ہاتھ پھرتا تو مجسمے کے سر پر اٹکا ہوا چھوٹا سا طب جلا اٹھتا۔ وہ صرف ایک لمحے کے لئے چمکتا اور اس طب کو چمکتا دیکھ کر قریبی ویٹر تیزی سے اس میز کی طرف بڑھ جاتا۔ اور انتہائی مؤدبانہ انداز میں آرڈر لے کر لٹے قدموں واپس چلا جاتا۔

اکٹھا ہی وصول کیا جاتا تھا۔  
 وہ دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے لفٹ تک پہنچے اور پھر چند لمحوں  
 بعد وہ دونوں آٹھویں منزل کے ایک آراستہ و پیراستہ کمرے میں  
 داخل ہو گئے۔ مارٹنم نے اندر آتے ہی مڑ کر دروازہ بند کیا۔  
 اور دروازے کے ساتھ لگے ہوئے سویچ بورڈ کا ایک بٹن دبا دیا۔  
 دروازے پر سرخ رنگ کا بلب جلنے لگا۔ ایسا انتظام اس  
 ہوٹل کے ہر کمرے میں کیا گیا تھا تاکہ ہوٹل میں رہنے والے معزز  
 افراد کو نہ ہی باہر سے کسی صورت دیکھا جائے اور نہ ان کی بات چیت  
 کو کسی بھی طور پر چیک کیا جاسکے۔ اس بلب کے جلنے کا مقصد  
 یہی تھا کہ اب کمرہ ہر لحاظ سے محفوظ ہو چکا ہے۔  
 ”ہاں۔۔۔ اب بتاؤ کیا رپورٹ ہے؟“ مارٹنم نے  
 ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

کاجٹ نے سر ہلاتے ہوئے اپنا بریف کیس کھولا اور پھر اس  
 میں سے ایک چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈ نکال کر باہر رکھنا اور اس کا بہن  
 آن کر دیا۔ کمرے میں مختلف لوگوں کی گفتگو سنائی دینے لگی یہ  
 پروفیسر کرمٹ اور اس کے ساتھیوں کی آوازیں تھیں۔ مارٹنم خاموش  
 بیٹھا سنتا رہا۔ پھر ان کی آوازوں میں عمران اور جوہیا کی آوازیں شامل  
 ہو گئیں۔ مارٹنم کا چہرہ لمحہ بہ لمحہ رنگ بدل رہا تھا۔ اس کے  
 چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھرتے چلے آ رہے تھے۔ لیکن وہ خاموش  
 بیٹھا رہا۔ جب آوازیں آنی بند ہو گئیں تو کاجٹ نے ریکارڈ کا بٹن آن

کر دیا۔ اس کے بعد اس نے بریف کیس میں سے نقشہ نکالا۔ اور اسے  
 مارٹنم کے سامنے میز پر پھیلادیا اور مارٹنم اس نقشے پر جھک گیا۔ وہ  
 بڑے غور سے ان نشانات کو دیکھ رہا تھا۔ جو سرخ پنسل سے  
 دائرے کی صورت میں مختلف علاقوں کے گرد بنائے گئے تھے۔  
 ”یہ سب کچھ کیسے ممکن ہو سکا۔“ فارا اک سینشن میں تو انتہائی سخت  
 حفاظتی انتظامات کئے جاتے ہیں۔۔۔ مارٹنم نے طویل سانس  
 لیتے ہوئے کاجٹ سے پوچھا۔

”دولت میں بڑی طاقت ہوتی ہے چیف سیکورٹی  
 آفیسر کو انتہائی گراں قدر معاوضہ دے کر خرید لیا گیا اور پھر چیف سیکورٹی  
 آفیسر کے خیال کے مطابق یہ میٹنگ چوں کہ حکومتی سطح کی میٹنگ نہ  
 تھی۔۔۔ اس لئے وہ اس کا ٹیپ اور پھر میرے کہنے پر یہ نقشہ بھی  
 ہمیں دینے پر آمادہ ہو گیا۔۔۔ کاجٹ نے مؤدبانہ لہجے میں  
 جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ عمران تو انتہائی خطرناک آدمی ثابت ہو رہا ہے۔ اس کی زندگی  
 ہمارے لئے ہر لحاظ سے خطرناک ہے۔“ مارٹنم نے چند لمحوں  
 کی خاموشی کے بعد کہا۔

”پھر حکم فرمائیے۔ اس کو صاف کر دیا جائے۔ اس وقت موقع  
 ہے۔ یہ دونوں اسی ہوٹل میں مقیم ہیں۔“ کاجٹ نے بڑے  
 بااعتماد لہجے میں کہا۔

”کیا مطلب۔۔۔ کیمرن ہوٹل میں۔“ مارٹنم نے چونکتے  
 ہوئے کہا۔

”یس۔۔۔ سوٹ نمبر بارہ بارہویں منزل“۔ کاجٹ

نے جواب دیا۔  
”کیا تم یہ کام کر سکتے ہو۔ یقینی حد تک۔ ناکامی کی ایک  
فی صد گنجائش بھی نہیں ہو سکتی۔۔۔۔۔ مارہتم نے کاجٹ کی آنکھوں  
میں آنکھیں ڈالتے ہوئے پوچھا۔

”باس۔۔۔ کاجٹ ایسے کاموں میں ماہر ہے۔ آپ بے فکر  
رہیں۔“ کاجٹ نے بڑے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

”اد۔۔۔ کے۔۔۔ پھر آج ہی رات یہ کام ہو جانا چاہیے۔“  
مارہتم نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ اور کاجٹ سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔  
اس کے بعد وہ بریف کیس دین کمرے میں چھوڑ کر باہر نکل آیا۔

”ہم از“ نے کمرے میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے  
نیل فون اٹھایا اور آپریٹر سے ادلگا بار کے مارٹن کرائے سے بات  
کرانے کے لئے کہا۔ اور پھر سیور رکھ کر وہ اطمینان سے  
کرسی پر بیٹھ گیا۔

”یہ چکر کیا ہے۔۔۔ کون ہے اسٹارٹر ایک۔“ جولیا  
نے جو پہلے ہی ایک کرسی پر بیٹھ چکی تھی۔ عمران کے سیور رکھتے  
ہی اس سے پوچھا۔

”اسٹارٹر ایک۔۔۔ جدید دور کا چور ہے۔ وہ خلائی سیاروں  
سے خلائی معلومات چوری کرتا ہے اور پھر مخالف ملکوں کو فروخت کر  
دیتا ہے۔ تم نے کائناتی کہکشاں نمبر دو کو جانے والا امریکی سیارہ ڈسکوری  
سپنری کے بارے میں بھی سنا ہو گا۔۔۔ اُسے بھی اسٹارٹر ایک  
نے ہی اڑایا ہے اور وہیں سے پہلی بار اسٹارٹر ایک سامنے آیا

گھنٹی بج اٹھی۔ اور عمران نے پک کر رسی در اٹھالیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ فون کا شکریہ ادا کر رہا ہو۔ جس نے بروقت آکر اس کی جان بچا لی ہو۔

”یس۔۔۔ علی عمران۔۔۔“ عمران نے رسی در اٹھاتے

ہی کہا۔

”ماٹن کرائے سے بات کریں۔ بچوں کہ پہلے نمبر پر ٹریس نہ ہو رہے تھے تو اس لئے انہیں ٹریس کرنے میں کچھ دیر لگ گئی ہے۔۔۔ جس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔“

”تھینک یو۔۔۔ ویسے اب معذرت کرتے مزید دیر نہ لگائیں۔“ عمران نے کہا۔ اور دوسرے لمحے کلک کی آواز ابھری۔ اور پھر ایک آواز رسی در میں ابھری۔

”کرائے سپیکنگ۔۔۔ کون صاحب بات کر رہے ہیں۔“

لہجے بے حد کمرخت اور سنجیدہ تھا۔

”کرائے کے ساتھ کنگفو ہی بات کر سکتا ہے۔ یا کم از کم جوڈو کی موجودگی تو ضروری ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔۔۔ آواز تو مانوس ہے۔ اوہ۔۔۔ کہیں پرنس آف ڈیمپ تو بات نہیں کر رہے۔“ دوسری طرف سے بولنے والے کے

لہجے میں حیرت کا عنصر نمایاں تھا۔

”شکر ہے ابھی تمہاری یادداشت موجود ہے۔ ورنہ مجھے تو یہی خطرہ تھا کہ کرائے کے وار کرتے اور سہتے سہتے تم عقل سے نہ پیدل ہو چکے ہو۔“ عمران نے کہا۔

ہے۔ ورنہ اس کے پہلے اس کا نام تک کوئی نہیں جانتا تھا۔“

عمران نے مختصر اظہار میں بتایا۔

”اوہ۔۔۔ اسی اسٹار ٹریک کی بات ہو رہی ہے۔ مگر ان خلائی چوروں سے ہمارے خاک کا کیا تعلق۔ ہم تو ابھی خلائی دور میں شامل نہیں ہوئے۔“ جولیا نے تشویش بھرے لہجے

میں کہا۔

”انجیر میا کے صدر نے ذاتی طور پر درخواست کی ہے کہ پاکیشیا اگر خلائی دوز میں داخل نہیں ہوا تو کم از کم پاکیشیا سیکرٹ سروس ہی داخل ہو جائے۔ اور ایک سو ایسے موقعوں کی تاثر میں بتا ہے تاکہ اس کے ممبر مفت کی تنخواہ نہ وصول کرتے رہیں۔“

عمران نے کہا۔

”لیکن بھیجا تو اس نے تمہیں سے تم نہ تنخواہ وصول نہیں کرتے۔“ جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مجھے اس نے کسی اور چیز کی وصولی کا لالچ دے کر بھیجا ہے۔“

عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”اچھا۔۔۔ کس چیز کی وصولی۔۔۔ میں سمجھی نہیں۔“

جولیا نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

”میں نے بتا دیا تو تم ابھی تھتھے سے اکھڑ جاؤ گی۔ اس لئے بہتر ہے کہ تھتھے سے ہی جڑی رہو۔“ عمران نے کہا اور جولیا کی پیشانی پر شکنیں ابھرنے لگیں اور عمران کا مطلب سمجھنے لگی تھی۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ کوئی رد عمل ظاہر کرتی۔ پاس پڑے ہوئے ٹیلی فون کی

ہوئے پوچھا۔

”اس کا مطلب کہ سب چاہتے والے تو جانتے ہیں۔ لیکن جسے جاننا چاہتے وہ نہیں جانتا۔ اٹا آنکھیں بھی نکالتا ہے۔“ — عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

اور جولیہا بچانے کس ہوڈ کے تحت بے اختیار کھٹکھٹا کر منہس پڑی۔  
”تم آخر مجھے ہر وقت کیوں تنگ کرنے پر تلے رہتے ہو؟“ — جولیہا نے کہا۔

”تاکہ تم اسی طرح سمارٹ رہ سکو۔ ورنہ پھیل جانے کے بعد عورت واقعی گلاب کے پھول کی بجائے گوبھی کا پھول بن جاتی ہے۔“ — اور اس کا انجام ٹانڈی میں جلنا ہی رہ جاتا ہے۔“ — عمران نے فلسفیانہ انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ مارٹن کرائے کون ہے؟“ — جولیہا نے بات بدلنے کے لئے پوچھا۔

”یہاں کا مشہور دادا ہے۔ لمبی جوڑی تنظیم رکھتا ہے اور خود اس کا باس ہے۔ اصل نام مارٹن ہے۔ لیکن کر لٹے میں اتنی مہارت رکھتا ہے کہ کرائے اب اس کے نام کا جزو بن چکا ہے۔“ — پانچ سال پیشتر میں نے اس کی جیب کٹنے سے بچانی تھی تب سے اپنا مرید ہے۔“  
عمران نے کہا اور جولیہا نے سر ہلادیا۔

”اچھا۔“ — اب پروگرام کیا ہے میٹنگ تو ہوگئی۔ اب کیا کرنا ہے؟“ — جولیہا نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

”بس گھومے پھریں گے۔ سیر کریں گے۔ اور واپس جا کر اس پردہ نشین

”ارے واقعی۔“ — پرنس آپ۔ — ادہ پرنس۔ — آپ کہاں سے بات کر رہے ہیں کیا ہوٹل کیرن سے؟“ — بولنے والے کے لہجے میں انتہائی حد تک اشتیاق ظاہر ہو رہا تھا۔  
”تو کیا یہاں سے بات کرنا جرم ہے۔ بھائی اگر غلطی ہوگئی ہو تو مجھے بتاؤ۔“ — مجھے معلوم ہے کہ مارٹن کرائے غلطی معاف کرنے کا عادی نہیں ہے۔ — مگر یہ میری پہلی غلطی ہے۔ البتہ میں نے بڑی غلطی بھی کی ہے۔ ایک نہیں کی۔ ابھی میں کنوارہ ہوں۔“ — عمران نے گھٹکیاٹے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ادہ پرنس۔“ — آپ فاریک آنے کے بعد ہوٹل میں کیوں ٹھہرے ہیں ابھی آ رہا ہوں۔ آپ نے میری توہین کی ہے۔ اور اس کی سزا آپ کو بھگتنی ہوگی ابھی اور اسی وقت۔“ — دوسری طرف سے تیز لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

”تمہارا کوئی بڑا چاہنے والا ہے۔ پتہ نہیں تم ایسے لوگ کہاں سے ڈھونڈھ نکالتے ہو؟“ — جولیہا نے جو سب بات چیت سن رہی تھی برا سامنے بناتے ہوئے کہا۔

”ایک شاعر نے اس موقع پر کہا ہے کہ پتہ پتہ بوٹا بوٹا۔ سیپا چٹارا حال جانتا ہے۔ لیکن ایک پھول ہی ایسا بدقسمت ہے جو نہیں جانتا اور شاید اسی وجہ سے پھول ہے۔“ — اگر وہ جانتا تو شاید وہ گوبھی کا پھول بن جاتا جسے جاننے کے جرم میں ٹانڈی میں جھونکا دیا جاتا ہے۔“ — عمران نے کہا۔

”اس کو اس کا مطلب۔“ — جولیہا نے آنکھیں نکالتے

مکراتے ہوئے کہا  
 "نکاح پڑھنا آئے تہیں۔" عمران نے یک لخت سنجیدہ  
 ہوتے ہوئے کہا۔  
 "نکاح۔" وہ کیا ہوتا ہے۔۔۔ کراٹے نے حیرت بھرے  
 لہجے میں پوچھا۔

ادہ۔ اس کا مطلب ہے یہ پانس بھی گیا۔ اچھا چلو چھوڑو  
 عمران نے مایوس سے لہجے میں کہا۔  
 "بیٹھنا نہیں۔" چلو میرے ساتھ۔ میری رہائش گاہ پر  
 میں ہوٹل سے تہیں فارغ کرا آیا ہوں، کہاں ہے تمہارا سامان؟  
 کراٹے نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"ارے۔" میں نے اس لئے تمہیں نہیں بلایا، میرا یہاں کچھ  
 خرچ نہیں ہو۔ پارسیٹ گیسٹ ہوں۔ عمران نے احتجاج  
 کرتے ہوئے کہا۔

"سیٹ گیسٹ۔" ادہ۔ تو یہ ٹھٹھا ہیں۔ میلن کچھ بھی  
 جو تہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا، ورنہ میں تمہیں اٹھا کر لے جانے میں  
 بھی دریغ نہیں کروں گا، آؤ اب شرافت سے آ جاؤ۔ کراٹے  
 نے عمران کا بازو پکڑ کر اسے باہر کی طرف گھسیٹتے ہوئے کہا۔

"اچھا بھائی اچھا۔" چلتا ہوں۔ پہلے میری بات تو سنو۔  
 عمران نے اپنا بازو چھڑانے کی ملکی سی کوشش کرتے ہوئے کہا۔  
 "وہیں حل کر سنوں گا۔" آتے مس جولیا آئیے۔  
 کراٹے نے عمران کا بازو چھوڑے بغیر جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

کو ایک رپورٹ پیش کر دیں گے۔ بس اللہ اللہ خیر صلا۔ پھر پردہ نشین  
 ایک ٹو جانے اور پردہ نشین اسٹارٹر ایک ہم بے پردہ  
 لوگوں کا درمیان میں کیا کام؟۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے  
 میں کہا۔  
 اُسی لمحے کال بیل کی آواز سنائی دی اور عمران نے اٹھ کر دروازہ  
 کھول دیا۔ دوسرے لمحے دہلیز پر موجود ایک لمبے ترنگے اور بوقامت  
 نوجوان نے خوشی سے نعرہ لگاتے ہوئے عمران کو اپنی بانہوں میں  
 جکڑ کر اوپر اٹھا لیا۔

"ارے ارے۔" میری پسلیاں۔ ارے میری پسلیاں  
 عمران نے بڑی طرح کر رہے ہوئے کہا۔ اور شاید اُسی لمحے آنے والے  
 کی نظریں کمرے میں بیٹھی ہوئی جولیا پر پڑ گئیں۔ اس نے ایک  
 جھٹکے سے عمران کو چھوڑ دیا۔

"ارے۔" بھابی بھی ساتھ ہے۔ ارے۔ سوری بھابی۔  
 اس شیطان سے گلے ملنے کے لئے میں کتنے سالوں سے تڑپ رہا  
 تھا۔۔۔ آنے والے نے مسکرا کر جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔  
 "ارے ارے۔" کیا غضب کر رہے ہو۔ یہ میری سیکرٹری  
 جولیا نا ہے۔ ارے فوراً معافی مانگو ورنہ تمہاری کراٹے کی مہارت  
 دھڑی رہ جائے گی۔ عمران نے یوں پریشان ہو کر کہا جیسے  
 ابھی اس پر قیامت ٹوٹنے والی ہو۔

"ادہ سیکرٹری۔" ادہ سوری۔ میں سمجھا بھابی ہیں۔  
 دیسے ایک بات ہے، اب شادی کر ہی لو۔ کراٹے نے

کرائے نے منستے ہوئے کہا۔  
 ”تمہاری تنظیم کیسی جا رہی ہے۔“ — عمران نے بات بدلتے ہوئے کہا۔

”بہت اچھی۔“ — اب تو اونچے کام ہو رہے ہیں۔  
 مارٹن کرائے نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔  
 ”کچھ عرصہ پہلے مجھے اطلاع ملی تھی کہ تم پنسلوانا کی غاروں سے میرے برآمد کرنے کے ٹکڑے لے رہے ہو۔ کیا ہوا ان کا؟“ — عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

اور مارٹن کرائے نے یوں حیرت بھرے انداز میں عمران کو دیکھا جیسے سیٹ پر عمران کی بجائے کوئی بھوت بیٹھا ہوا ہو۔  
 ”تمہیں کیسے اطلاع ملی۔ میرے متعلق تمہیں اطلاع۔“ — یہ لگتا کہ وہ رعبے ہوئے۔ — مارٹن کرائے کے حلق سے حیرت کی شدت سے شکل الفاظ نکل رہے تھے۔

”یار۔“ — اس میں اتنی حیرت کی کیا بات ہے۔ تمہارا یہ کارنامہ تو ہیرالڈ میں تھپا تھا۔ اور اتفاق سے اس دن میں لائبریری میں جا گستا تو ہیرالڈ اخبار پر نظر پڑ گئی۔“ — عمران نے جواب دیا۔  
 ”اوہ۔“ — ہاں۔ — کرائم رپورٹر نے ہیرالڈ میں مضمون لکھا تھا میں اسے دوست سمجھتا تھا اس نے اپنی سٹوری کے چکر میں میرا سٹیٹا ناس کر دیا۔ پنسلوانا کی حکومت میرے پیچھے پڑ گئی۔ اور نتیجہ یہ کہ مجھے بھاگنا پڑا۔ لیکن اس غریب کو بھی اس کے نتیجے میں تبرکات منہ دیکھنا پڑا۔“ — مارٹن کرائے نے سخت سے لہجے میں کہا۔

اور پھر وہ عمران کو گھسیٹتا ہوا دروازے سے باہر لے گیا۔ جو اپنا مسکراتی ہوئی اٹھ۔ — کمران کے پیچھے آگئی۔ — بچوں کہ ان کے پاس سامان نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ اس لئے وہ اکیلے ہی باہر آ گئے۔ جو لیا کرائے کی اس بے تکلفی سے بڑی محفوظ ہو رہی تھی۔ — وہ جانتی تھی کہ ایسے لوگ انتہائی مخلص ہوتے ہیں۔ اور اس خود غرض اور مطلبی دنیا میں ایسی بے غرضی نایاب ہے۔  
 ”اب میرا بازو تو چھوڑو۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور کرائے نے بازو چھوڑ دیا۔ اور پھر لفٹ کے ذریعے وہ نیچے ہال میں پہنچ گئے۔ کاؤنٹر پر جا کر کرائے نے کاؤنٹر کلرک سے کچھ کہا۔ اور اس کے سر پرانے پردہ واپس مڑا اور اس کے بعد وہ تینوں ہوٹل کے مین گیٹ سے باہر آ گئے۔

چند لمحوں بعد عمران اور جو لیا کرائے کی نیلے رنگ کی نئے ہڈوں کی ڈاج کار میں بیٹھے فاراک کی پرچوم۔ شرکوں پر۔ واں دواں تھے۔ سٹیٹنگ کرائے کے ہاتھوں میں تھا۔ — جب کہ ساتھ والی سیٹ پر عمران براجمان تھا اور جو لیا پچھلی سیٹ پر تھی۔

”اب بتاؤ یہ سٹیٹ گیٹ والا کیا قصہ ہے؟“ — مارٹن کرائے نے پوچھا۔

”سٹیٹ کا قصہ سناؤں یا گیٹ کا؟“ — عمران نے بڑے سادہ سے لہجے میں کہا اور مارٹن کرائے کھل کھلا کر ہنس پڑا۔  
 ”خوب۔“ — ابھی تمہاری عادتیں نہیں بدلیں۔ اس کا مطلب نہیں بتانا چاہتے۔ ٹھیک ہے مت بتاؤ۔“ — ہو گا کچھ۔“





یاد۔۔۔ من جو ایسے خوب صورت۔۔۔ شادی کر ہی  
 ڈالو۔۔۔ کراٹے نے واپس کمرے میں داخل ہوتے ہوئے  
 بڑے بے تکلفانہ ہجے میں کہا۔  
 ”بھئی اور کس لئے ساتھ ساتھ لٹکائے پھر رہا ہوں۔ لیکن ہے  
 بڑی سخت جان۔۔۔ مانتی ہی نہیں۔۔۔ کہتی ہے۔۔۔ ہیروں کی  
 کان حق مہر میں مکھ دو۔ اس لئے تو تم سے پوچھ رہا ہوں۔ تم کان کی  
 بجائے ناک کی طرف رخ موڑ دیتے ہو۔“۔۔۔ عمران نے مسکراتے  
 ہوئے کہا۔  
 ”تم سیدھی بات کرو۔ تم ان غاروں میں کیدوں دل جی لے رہے  
 ہو۔“ کراٹے نے اس کے سامنے کسی پریشیتے ہوئے سنجیدہ  
 لہجے میں کہا۔

”میں ان غاروں کی سیر کرنا چاہتا ہوں۔“ عمران نے  
 جواب دیا۔

”یار۔۔۔ ایک تم میں ہی مصیبت ہے کہ کسی پر اعتماد نہیں  
 کرتے۔ اچھا تمہاری مرضی بہر حال جو کچھ میں جانتا ہوں وہ بتا دیتا  
 ہوں۔“ مجھے اطلاع ملی تھی کہ ان غاروں کے اندر ایک ایسی  
 غار ہے جس کی دیواریں سونے کی طرح چمکتی ہیں۔ چنانچہ میں نے ان  
 غاروں کی چیلنگ کا منصوبہ بنایا۔ کیوں کہ میں نے پہلے بھی  
 سن رکھا تھا کہ ان غاروں میں خزانے موجود ہیں۔ چنانچہ میں اپنی  
 تنظیم سمیت وہاں پہنچ گیا۔ لیکن پرنس۔۔۔ وہ غاریں انتہائی  
 خوف ناک ہیں۔ غار در غار کا ایسا سلسلہ ہے کہ خدا کی پناہ۔ ہم تو

ان غاروں کا نقشہ وغیرہ کہیں سے مل سکتا ہے۔“ عمران نے  
 پوچھا۔  
 ”نقشہ۔۔۔ نہیں۔۔۔ آج تک ان غاروں کے اندر کوئی  
 ایسا نہیں۔ ہم نے بھی کوشش کی تھی کہ کہیں سے نقشہ دستیاب  
 ہو سکے۔ لیکن ایسا کوئی نقشہ موجود ہی نہ تھا۔“ کراٹے نے  
 جواب دیا۔  
 ”پھر تمہیں کس نے بتایا تھا کہ غار چمکتی ہے؟“ عمران نے  
 جرح کے سے انداز میں پوچھا۔  
 ”اوہ۔۔۔ وہ بھی ایک احمق ہی تھا۔ اس کا پتہ میں نے چلا  
 لیا تھا۔ ان غاروں میں چوڑے کے پتھر افراط میں موجود ہیں۔ اور غاروں  
 کی ٹہریں دل لیں ہیں۔ جن سے سفید رنگ کے بخارات اٹھتے ہیں

یاد۔۔۔ من جو ایسے خوب صورت۔۔۔ شادی کر ہی  
 ڈالو۔۔۔ کراٹے نے واپس کمرے میں داخل ہوتے ہوئے  
 بڑے بے تکلفانہ ہجے میں کہا۔  
 ”بھئی اور کس لئے ساتھ ساتھ لٹکائے پھر رہا ہوں۔ لیکن ہے  
 بڑی سخت جان۔۔۔ مانتی ہی نہیں۔۔۔ کہتی ہے۔۔۔ ہیروں کی  
 کان حق مہر میں مکھ دو۔ اس لئے تو تم سے پوچھ رہا ہوں۔ تم کان کی  
 بجائے ناک کی طرف رخ موڑ دیتے ہو۔“۔۔۔ عمران نے مسکراتے  
 ہوئے کہا۔  
 ”تم سیدھی بات کرو۔ تم ان غاروں میں کیدوں دل جی لے رہے  
 ہو۔“ کراٹے نے اس کے سامنے کسی پریشیتے ہوئے سنجیدہ  
 لہجے میں کہا۔

جس کی وجہ سے چپک سی پیدا ہوتی ہے۔ بس اتنی سی بات تھی۔

مران نے چونک کر پوچھا۔

کراٹے نے جواب دیا۔

”اندازہ ثاکتانی غاریں ہوں گی۔“ — عمران نے پوچھا۔

”کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ میرے خیال میں تو وہاں سے۔“

غاریں ہوں گی۔“ — کراٹے نے جواب دیا۔ اور پھر اس

پہلے کہ عمران کچھ اور پوچھتا ایک نوجوان تیزی سے اندر داخل ہوا۔

”باس۔“ کوٹھی کی نگرانی ہو رہی ہے۔“ — نوجوان

اندر آتے ہی کراٹے سے مخاطب ہو کر کہا۔

”نگرانی ہو رہی ہے۔“ — کیا مطلب؟ — کراٹے نے

کی بات سن کر بڑی طرح چونک پڑا۔

”باس۔“ تین چار افراد کو چپک کیا گیا ہے۔ ان میں

ایک کو پہچان لیا گیا ہے وہ کا جٹ ہے۔ کاسانا کا کارکن۔“

نوجوان نے جواب دیا۔

”اوہ۔“ کاسانا۔“ — کراٹے ایک جھٹکے سے اٹھ کر

”میں ابھی آتا ہوں پرنس؟“ — کراٹے نے عمران سے

ہو کر کہا۔ اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔ نوجوان نے کہا۔

اس کے پیچھے تھا۔ تقریباً دس منٹ بعد کراٹے واپس آیا۔

اس کے چہرے پر تشویش کے آثار نمایاں تھے۔

”پرنس۔“ یہ لوگ تمہارے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔“

کراٹے نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میرے پیچھے کیوں کیا جو لیا کو اغوا کرنا چاہتے ہیں۔“

مران نے چونک کر پوچھا۔

”میرا خیال ہے وہ تمہیں قتل کرنا چاہتے ہیں۔ کاسانا یا ہاں کی

یہ باتیں در قاتل تنظیم سے۔ ان معاملات میں اس کی بڑی شہرت

ہے۔ کاسانا جٹ اس کا سرگرم رکن ہے۔ اور وہ بڑے کیسز میں

خود ملوث ہوتا ہے۔ میں نے اس کی کارکردگی چپک کی ہے۔ ان کی

فہم میں تمہارا نام آیا ہے۔“ — کراٹے نے جواب دیا۔

”پھر کیا خیال ہے۔“ — سینہ کھول کر ان کے سامنے پڑا جاذب۔“

مران نے براہ سادہ بناتے ہوئے کہا۔

”اوہ پرنس۔“ — یہ بات نہیں۔ میں کاسانا سے خوف زدہ

نہیں ہوں۔ میں تو صرف تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ان لوگوں کو

میرے دراصل تمہارے پروگراموں کا علم

نہیں تھا۔ ورنہ اب تک تو میں خود ان کا تیا پانچہ کر چکا ہوتا۔“

کراٹے نے جواب دیا۔

”تم ایسا کر دکھ اس کا جٹ کو کیج کر لو۔ باقی میں خود اس سے اگلو

ہوں گا کہ آخر اسے مجھ سے کیا دشمنی ہو گئی ہے۔“ — عمران

”اوہ۔“ وہ ایسا آدمی نہیں ہے کہ وہ کچھ بتا جائے ان کا علاج

لوں گولی ہی ہے۔“ — کراٹے نے سر ملاتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔“ — جب تک مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ وہ آخر میرے پیچھے

کیوں لگے ہیں۔ میں نے ان کا کیا بگاڑا ہے۔ اس سے پہلے انہیں

گول مارنا اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے۔ باقی کا جٹ کے بولنے



"اور۔۔۔ کے۔۔۔ گدبانے"۔۔۔ کراٹے نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"تم نے ایسا کیوں کیا۔ میں اس کا سا کا کو سنبھال لیتا"۔۔۔ کراٹے نے بڑا سامنے بنا تے ہوئے کہا۔

"یہ ضرور سی تھا۔ بہر حال تم اسے چھوڑنے کے لئے کبہ دو اور مجھے صرف اتنا بتا دو کہ کاسانا اسے کہاں ملے گا؟"۔۔۔ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا۔۔۔ طلب۔۔۔ کیا تم وہاں خود جاؤ گے؟"۔۔۔ کراٹے نے حیرت بھرے انداز میں کہا۔

"ہاں۔۔۔ تم بے فکر رہو۔۔۔ پرنس جینی کا بنا ہوا نہیں ہے؟" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔۔۔ یہ لوگ انتہائی خطرناک ہیں۔ میں تمہیں وہاں اکیلے نہیں بھیج سکتا۔ اگر تم جانا ہی چاہتے ہو تو میں خود ساتھ جاؤں گا"۔۔۔ کراٹے نے بڑے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"کوئی سہرا نہیں۔۔۔ لیکن اس کے لئے تم بھی میک اپ کر لو۔ تمہارے پاس میک اپ کا سامان ہے؟"۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔ ہے"۔۔۔ کراٹے نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اور کراٹے نے رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔۔۔ کراٹے سپیکنگ"۔۔۔ کراٹے نے کہا۔

"باس۔۔۔ کاجٹ کے متعلق کیا حکم ہے؟"۔۔۔ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"تو پھر کاجٹ میری رہائش گاہ کے ارد گرد کیا سونگھتا پھر رہا تھا۔ اور اس کے ساتھ تین چار اور افراد بھی تھے۔ کیا وہ سب تمہارے آدمی ہیں؟"۔۔۔ کراٹے نے اس بار کھل کر بات کرتے ہوئے کہا۔

"باقی کے متعلق تو مجھے معلوم نہیں ہے۔ البتہ کاجٹ نے مجھے ریڈ کاشن دیا ہے۔ چنانچہ میں نے تمہارے آدمیوں کو پہچان لیا ہے۔ چونکہ ہماری تمہارے ساتھ کوئی دشمنی نہیں ہے۔۔۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ تم سے براہ راست بات کی جائے۔"۔۔۔ کاسانا نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ میں کاجٹ کو کچھ نہیں کہوں گا۔ صرف تینوں سی پوچھ گچھ کے بعد اسے بیچ دوں گا کہ آخر وہ میسے مکان کی نگرانی کیوں کر رہا تھا؟"۔۔۔ کراٹے نے عمل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم اس چکر میں نہ پڑو۔ کاجٹ اٹلی کیو پڑوسی کا آدمی ہے۔ وہ تمہیں کچھ نہیں بتائے گا۔۔۔ البتہ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس سے پوچھ گچھ کر کے تمہیں تفصیلات بتا دوں گا۔"۔۔۔ کاسانا نے اپنے ساتھی کی حمایت کرتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے عمران نے کراٹے کو یوں اشارہ کیا جیسے کہہ رہا ہو کہ وہ کاسانا کی بات مان جائے۔

"اور۔۔۔ کے۔۔۔ اگر تم وعدہ کر رہے ہو تو ٹھیک ہے۔ میں اپنے آدمیوں کو ہدایات دے دیتا ہوں"۔۔۔ کراٹے نے ایک لمبیل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"یقیناً یو۔۔۔ تم بے فکر رہو۔ میں صحیح صورت حال معلوم کر لوں گا"۔۔۔ کاسانا نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"یقیناً یو۔۔۔ تم بے فکر رہو۔ میں صحیح صورت حال معلوم کر لوں گا"۔۔۔ کاسانا نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

دیکھا کہ وہ حیرت سے اٹھیں پناٹ سے رہ گیا۔

”ارے۔۔۔ کمال ہے۔۔۔ اس قدر تباہی؟“ کراٹے نے بے اختیار اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا جیسے اُسے یقین نہ آ رہا ہو کہ یہ وہی واقعی اُسی کا ہے۔

”پسند آیا ہے؟“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”پسند۔۔۔ تم نے تو مجھے انتہائی خوب صورت بنا دیا ہے؟“ کراٹے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور عمران نے میک اپ ٹیوبوں سے پیسٹ نکال کر اپنے چہرے پر ملنا شروع کر دیا۔ کراٹے اُسے حیرت سے دیکھتا رہا۔ عمران کے ہاتھ خاصی تیز رفتاری سے چلتے رہے۔ اور پھر عمران نے بالوں کا رنگ بھی بدل دیا جب اس نے ہاتھ روکے تو کراٹے بے اختیار بول پڑا۔

”یار۔۔۔ بڑے خطرناک قسم کے غنڈے لگ رہے ہو۔ مجھے تو تمہاری شکل سے ہی دہشت محسوس ہونے لگی ہے۔“ کراٹے کے لہجے میں تحسین تھی۔

”بس اس طرح غنڈہ گردی کا شوق پورا کر لیتا ہوں۔ ورنہ تم جلتے ہو۔ شریف ماں باپ کی شریف اولاد ہوں۔ ہمارے ہاں مجھ جیسے لوگوں کو اللہ میاں کی گائے کہتے ہیں۔“ عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اللہ میاں کی گائے کیا مطلب۔۔۔ اس محاورے کا کیا مطلب کیا ہوا؟“ کراٹے نے بھنویں اچکاتے ہوئے کہا۔

”مطلب یہ کہ ایسی جگہ جو کسی کی ملکیت نہ ہو اور ہر شخص اس کے

”تم نے کال نوٹ نہیں کی کا سانا کی؟“ کراٹے نے کڑھتے

لہجے میں کہا۔

”نیں باکس۔۔۔ نوٹ کر لی ہے۔ مگر پھر بھی میں نے سوچا کہ تصدیق کروں۔“ دوسری طرف سے مودیہاں لہجے میں کہا گیا۔

”اُسے چھوڑ دو اور صرف اس کی نگرانی کر دو کہ وہ کہاں جاتا ہے۔

بی۔ون ٹرانسمیٹر پر مجھے رپورٹ دیتے رہنا۔ باقی آدمیوں کا کیا ہوا؟“ کراٹے نے ہدایات دیتے دیتے سوال کر دیا۔

”وہ چار آدمی تھے متنامی غنڈے۔۔۔ ان کی لاشیں سڑکوں پر پھینکوادی گئی ہیں۔“ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

”گڈ۔“ کراٹے نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اور پھر اس نے میز کے کنارے پر لگا ہوا بیٹن دبا دیا۔ چند لمحوں بعد ایک مسلح نوجوان نے کمرے میں آکر سلام کیا۔

”میک اپ باکس لاؤ۔ اور بی۔ون ٹرانسمیٹر بھی۔“ کراٹے نے اس نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور نوجوان سر ہلاتے ہوئے

کمرے سے باہر چلا گیا۔

چند لمحوں بعد میک اپ باکس اور چھوٹا سا جدید قسم کا ٹرانسمیٹر لاکر اس نے میز پر رکھا اور عمران نے میک اپ باکس کھول کر پہلے کراٹے کا میک اپ کرنا شروع کر دیا۔ اس کے ہاتھ خاصی تیزی سے چل رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد جب اس کے ہاتھ روکے اور کراٹے نے میک اپ باکس میں لگے ہوئے آئینے میں اپنا چہرہ



آن کر دو حفاظتی نظام کا۔۔۔۔۔ مارہم نے پریشان سے لہجے میں کہا  
اور کاجٹ نے سر کر نہ صرف دروازے کو اندر سے لاک کر دیا بلکہ دو بج  
پر ڈپر لگا ہوا سرخ رنگ کا بٹن بھی آن کر دیا۔۔۔ اس بٹن کے  
آن جوتے ہی دروازے پر لگا ہوا سرخ رنگ کا بلب جلنے لگا۔  
"باس۔۔۔ عمران اور اس کی ساتھی لڑکی کو یہاں کا مشہور  
غنڈہ مارٹن کرائے اپنے ساتھ لے گیا ہے۔" کاجٹ نے  
سامنے بڑی ہوئی کرسی پر بیٹھے ہوئے کہا۔  
"مارٹن کرائے۔۔۔ یہ کون ہے۔ اس کا عمران اور اس کے  
ساتھی سے کیا تعلق۔" کیا وہ انہیں اغوا کر کے لے گیا ہے۔"

مارہم نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔  
"مارٹن کرائے یہاں کی ایک مجرم تنظیم کا سربراہ ہے۔ اشتہائی بااثر  
آدمی ہے۔ وہ انہیں اغوا کر کے نہیں لے گیا الٹا رضا مندی سے اس  
کے ساتھ گئے ہیں۔۔۔ وہ عمران کا بڑا بے تکلف دوست لگ رہا  
تھا۔ وہ کاریں بیٹھ کر ایک رہائشی کالونی میں واقع کوٹھی میں گئے۔ میں  
نے مقامی لوگوں پر مشتمل اپنے گروپ کو کال کیا۔۔۔ تاکہ ہم رات  
پڑتے ہی اس کوٹھی پر ریڈ کر کے عمران اور اس کے ساتھی کو قتل کر دیں  
کہ اچانک کرائے کے آدمیوں نے ہم پر حملہ کر دیا حملہ چوں کہ اچانک ہوا  
تھا اس لئے ہم اپنا دفاع نہ کر سکے۔ اور وہ ہمیں زبردستی اغوا  
کر کے اپنے ساتھ ایک ویران عمارت میں لے گئے۔ میں نے کاسانا کو  
ریڈ کاشن دے دیا تاکہ کاسانا میری مدد کو پہنچ سکے۔ ان لوگوں  
نے اس عمارت میں پہنچتے ہی میرے آدمیوں کو بغیر کچھ پوچھ گچھ کے گولی

کال بیل کی آواز سننے ہی مارہم نے چونک کر دروازے  
کی طرف دیکھا۔ وہ آرام کر سی پر بیٹھا ایک رسالے کے مطالعے میں  
مصروف تھا۔  
"یس۔۔۔ کم ان۔" اس نے ادبھی آواز میں کہا۔ اور  
دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور کاجٹ اندر داخل ہوا۔  
"کاجٹ تم۔۔۔ کیا بات ہے۔ تمہارے چہرے پر  
پریشانی کے آثار نمایاں ہیں۔" مارہم نے چونک کر سیدھے  
ہوتے ہوئے کہا۔  
"باس۔۔۔ صورت حال قدرے بدل گئی ہے۔ میں نے  
سوچا کہ آپ سے مشورہ کر لوں۔" کاجٹ نے قدرے  
مدھم لہجے میں کہا۔  
"کیا صورت حال۔۔۔ تفصیل بتاؤ۔ اور ہاں۔ پہلے سوچیں"

اور ان باتوں سے ہی مار تھم سمجھ گیا تھا کہ کا جٹ جھوٹ بول رہا ہے۔  
اسے اس بات کا خیال بھی نہیں آیا۔

”کیا تم نے کاسانا سے اس سلسلے میں کوئی بات کی تھی؟“  
مار تھم نے سخت لہجے میں کہا۔

”کاسانا سے — نہیں — اس کا اس بات سے کیا تعلق۔  
پشہ وارانہ قتل کی حد تک میرا اس سے تعلق ہے۔ آپ کے ساتھ تعلق  
نہ تو میرے علاوہ اور کسی کو علم ہی نہیں ہے۔“ کا جٹ نے  
جواب دیا۔ اور اس بار اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر مار تھم کو  
اس کی بات کا یقین آ گیا۔

”گد — یہ تم نے سمجھ دارمی کی ہے۔ لیکن کا جٹ مجھے افسوس  
ہے کہ اب تمہارا ہی زہنہ گی جا رہے لئے خطرناک ہو گئی ہے۔“

مار تھم نے کہا۔ کا جٹ اس کا فقرہ سنتے ہی بجلی کی سی تیزی سے اٹھا۔  
اس کا ہاتھ بھٹی ہو لیسٹر کی طرف بڑھا ہی تھا کہ مار تھم کا ہاتھ جیب سے  
بہر آیا۔ دوسرے لمحے جٹ کی آواز کے ساتھ ہی کا جٹ

کے قلع سے چیخ نکلی اور وہ پشت کے بل قالین پر الٹ گیا۔ گولی اس  
کے دل میں سوراخ کر گئی تھی۔ وہ صرف ایک لمحے کے لئے تڑپا

پھر اس کے ہاتھ پیر سیدھے ہوتے چلے گئے۔ ریو اور ابھی تک اس  
کے دائیں ہاتھ میں موجود تھا۔ وہ بھی پیشہ ور قاتل تھا۔ اس لئے

اس نے بھی پھرتی دکھانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن چون کہ اس کے  
زہن میں ذرا بھی خدشہ موجود نہ تھا کہ مار تھم اس کے ساتھ یہ سلوک کرے

گا۔ اس لئے وہ ایک لمحے دیر کر گیا۔ اور یہ لمحہ اس کی موت

مارومی۔ البتہ مجھے انہوں نے کچھ نہیں کہا۔ کچھ دیر بعد انہوں نے مجھے  
آزاد کر دیا۔ یہ کہہ کر کہ کاسانا نے تمہارا ہی رہائی کی سفارش کی  
ہے۔ اس لئے کرائے نے تمہیں چھوڑ دیا ہے۔“ کا جٹ نے  
تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”کون سی رہائشی کالونی — کوٹھی نمبر — مار تھم نے دانتوں  
سے ہونٹ کاٹتے ہوئے پوچھا۔

”گرین کالونی — کوٹھی نمبر ایٹھ کس اے؟“ کا جٹ نے  
جواب دیا۔

”اور پھر تم وہاں سے نکل کر سیدھے میرے پاس آ گئے ہو گے؟“  
مار تھم نے سخت لہجے میں کہا۔

”ایس — میں نے سوچا کہ آپ سے بات کروں کہ اب  
کیا کیا جائے۔“ کا جٹ نے کہا۔

”اور یقیناً کرائے کے آدمی تمہارا تعاقب کر رہے ہوں گے۔ انہوں  
نے تمہیں چھوڑا بھی اس لئے۔“

”وگنا کہ تمہارا ہی گمانی کر سکیں؟“  
مار تھم نے ایک جھٹکے سے کرسی سے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ اس  
کا ہاتھ جیب میں رنگ گیا تھا۔ اس کے چہرے کے عضلات

یک لخت سخت ہو چکے تھے۔  
”نہیں باس — ایسی کوئی بات نہیں۔ میں نے چیک کیا ہے۔

میں ایسے معاملات میں بے حد ہوشیار رہتا ہوں۔“ کا جٹ  
نے چونکتے ہوئے جواب دیا۔

اس کی آنکھوں میں بکے سے خوف کے تاثرات ابھر آئے تھے۔



سے اوپر آ رہی تھی۔ اس لئے وہ اس کے انتظار میں رک گیا۔ لفٹ اُسے  
منزل پر آ کر رک گئی اور پھر لفٹ کا دروازہ کھلا۔ اور دونوں جوان باہر  
آ گئے۔ ان میں سے ایک لمبا چوڑا اور دیوتا قامت اور انتہائی  
خوب صورت سالن جوان تھا۔ جب کہ اس کا ساتھی کوئی نپٹا لک قسم کا  
غیڑہ دکھائی دے رہا تھا۔ ان کے باہر آتے ہی مادہ تیز سی  
سے آگے بڑھا اور لفٹ میں داخل ہو گیا۔ اس نے لفٹ کا دروازہ بند  
کر کے نیچے جانے والا بٹن دبا دیا۔ دوسرے نے لفٹ نیچے اترتی چلی  
گئی۔ چند لمحوں بعد وہ لفٹ سے نکل کر ہال میں سے گزرتا  
ہوا بیڑنی دروازے کی طرف بڑھا۔ اور پھر پارکنگ کی طرف قدم  
بڑھاتا چلا گیا۔

پارکنگ میں جوں کہ ممکن سسٹم تھا اس لئے اس نے جیب  
سے ٹکٹ نکال کر چوکیدار کے حوالے کیا۔ جس نے اس پر وقت کا  
اندراج کیا۔ اور مادہ تیزم کار لے کر ہوش کے کمپاؤنڈ گیٹ سے  
باہر آ گیا۔

سڑک پر آنے کے بعد سے کافی دور تک وہ اپنے تعاقب کو چیک  
کرتا رہا۔ اور جب اُسے پوری طرح تسلی ہو گئی کہ اس کا تعاقب نہیں  
کیا جا رہا۔ تو اس نے کار برٹن اسکوئیر کی طرف جانے والی  
سڑک پر موڑ دی۔ اور تقریباً دس منٹ کی مسلسل ڈرائیونگ کے  
بعد وہ برٹن اسکوئیر پر پہنچ گیا۔ کار اس نے ایک ٹمپل ادارے  
کی چار منزلہ بلڈنگ کی پارکنگ میں روکی اور بریف کیس کو کار کی  
سیٹ پر ہی چھوڑ کر وہ کار سے اتر ا اور اُسے لاک کر کے وہ غارت

کا باعث بن گیا۔ کاجٹ کے بلاک ہوتے ہی مادہ تیزم نے سائنس سرنگے  
دیوانہ کی نال میں سے نکلنے والے دھویں کی لکیر کو بھونک سے اڑایا اور  
پھر اُسے دایس جیب میں رکھ کر وہ تیزی سے سائینڈ المارسی کی طرف  
بڑھتا۔ اس نے المارسی کے پچھلے خانے سے ایک بڑا سا بریف  
کیس نکالا اور اُسے کھول کر المارسی میں لٹکے ہوئے اپنے کپڑوں کو اس  
بریف کیس میں بٹھوس کر اس نے بریف کیس بند کر کے اُسے الٹا دیا۔ اور  
پھر اس نے اس کے کیس کو انگوٹھے سے دبایا۔ تو پچھلے حصے میں ایک  
خانہ سا کھل گیا۔ اس خانے میں ایک قیلا موجود تھا۔ اس نے  
قیلے میں سے ایک قیلی سی نکالی اور اُسے جلدی سے اپنے سر اور چہرے  
پر چڑھا کر اس نے المارسی کے اندر لٹکے ہوئے آئینے میں چہرہ  
دیکھتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے اس قیلی کے مختلف حصوں کو دبانا  
شروع کر دیا۔ چند لمحوں بعد ہی اس کی شکل بالکل سی ہل  
گئی تھی۔ بالوں پر چڑھی ہوئی چلی نے بالوں کے انداز اور رنگ کو بھی  
یکسر بدل دیا تھا۔ مادہ تیزم نے کوٹ کی اندر دینی جیب سے  
سنبھری فریم کی عینک نکالی اور اُسے آنکھوں پر لٹکا لیا۔ اب وہ کسی  
یونیورسٹی کا پروفیسر لگ رہا تھا۔

اس نے بریف کیس کا خانہ بند کیا۔ اور بریف کیس اٹھا کر اس نے  
ایک نظر کمرے پر ڈالی اور پھر ظہن جو کہ وہ دروازے کی طرف بڑھ  
گیا۔ اس نے سب سے پہلے آف نظام کا سوئچ بند کیا۔ اور  
پھر دروازہ کھول کر وہ باہر آ گیا۔ برآمدہ خالی پڑا ہوا تھا۔ اس نے  
دروازہ بند کیا اور پھر سیدھا لفٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ لفٹ نیچے

پھر کاؤنٹر پر آئے دوسرے گاہک کی طرف متوجہ ہو گئی۔  
 راہ داری کے آخر میں ایک دروازہ تھا جو مارٹم کے بیٹے ہی  
 خود بخود کھلتا چلا گیا۔ اور مارٹم تیز تیز قدم اٹھاتا آئے کمر اس پر گیا۔  
 اس کے اندر جاتے ہی دروازہ خود بخود اس کی پشت پر بند ہو گیا۔ یہ  
 ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ جسے دفتر کے انداز میں سجایا گیا تھا سامنے  
 ایک بڑی سی میز کے پیچھے ایک ادھیڑ عمر آدمی بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔  
 "ریڈ بلب تھم مارٹم نے اس ادھیڑ عمر سے مخاطب ہو  
 کر کہا۔

"مخس پاؤر کا چاہیے؟" منیجر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔  
 "پچیس واٹ کا؟" مارٹم نے جواب دیا۔ اور منیجر یہ فقرہ  
 سننے ہی بول کھلا کراٹھ کھڑا ہوا۔  
 "اوہ۔۔۔ آپ۔۔۔ مگر آپ کا چہرہ؟" منیجر کے لہجے  
 میں حیرت تھی۔ اور مارٹم نے گلے میں چٹکی بھری اور دوسرے گلے اس  
 نے سر اور چہرے پر چڑھی ہوئی جھلی اٹا کر ایک طرف ڈسٹ بن میں  
 پھینک دی۔

"حکم باس۔۔۔ اس بار ادھیڑ عمر کے لہجے میں انتہائی  
 مؤدبانہ پن تھا۔

"ریڈ ٹھرمی سے میری بات کراؤ فوراً" مارٹم نے ایک  
 کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"یس باس" ادھیڑ عمر نے کہا اور میز کی دراز کھول کر  
 اس میں سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر باہر نکال لیا۔ اور اس پر ایک

کے اندر داخل ہو گیا۔ گراؤنڈ فلور پر ایکسٹریکٹ کے سامان کے بہت بڑے  
 بڑے سپر سٹور تھے۔ وہ ایک سٹور کی طرف بڑھا۔ اس سٹور  
 میں دس سینز گرلز گاہکوں کو ڈیل کر رہی تھیں۔ وہ ایک کاؤنٹر پر  
 جا کر رکاوٹوں سے پہلے دو گاہک موجود تھے۔ جب  
 دونوں سامان لے کر ہٹ گئے تو سینز گرل اس کی طرف متوجہ  
 ہوئی۔

"یس پلیز۔۔۔ سینز گرل نے کاروباری انداز میں  
 مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے بیڈ لائٹ چاہیے، مگر ریڈ بلب کے ساتھ۔۔۔ مارٹم  
 نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"بیڈ لائٹ۔۔۔ ریڈ بلب۔۔۔ ادہ۔۔۔ اس کے لئے آپ  
 کو منیجر سے ملنا ہو گا۔ ایسا بلب آج تک کسی نے نہیں مانگا۔ عام طور  
 پر بلو بلب ہی بیڈ لائٹ میں چلتے ہیں۔" سینز گرل نے  
 چونک کر سنجیدہ لہجے میں کہا۔ وہ بڑے غور سے مارٹم کو دیکھ رہی  
 تھی۔

"چلتے ہوں گے۔۔۔ کہاں ہے منیجر؟" مارٹم نے بیزار  
 سے لہجے میں کہا۔

"ادھر دائیں طرف راہ داری میں چلے جائیے، منیجر کا کمرہ آجائے  
 گا۔" سینز گرل نے کہا اور مارٹم ایک جھٹکے سے مٹرا

اور ایک پتلی سی راہ داری میں گھستا چلا گیا۔ اس کے راہ داری میں  
 گھستے ہی لڑکی نے کاؤنٹر کے نیچے لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ اور

جواب دیا۔ لیکن اس کے بچے میں حیرت کے تاثرات خاص طور پر نمایاں نظر آ رہے تھے۔  
 ”یہ مارٹن کر لے کیا پورٹیشن رکھتا ہے اور؟“ — مارٹم نے پوچھا۔

”انتہائی طاقتور مجربانہ تنظیم کا سربراہ ہے باس — خاصا باثر آدمی ہے اور؟“ — دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔  
 ”اس کا مایہ اور قوت قامت اور؟“ — اچانک ایک خیال کے تحت مارٹم نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”لبا تر نکلا اور دیو قامت آدمی ہے کراٹے کے فن میں مہارت کا درجہ رکھتا ہے اور؟“ — دوسری طرف سے کہا گیا اور مارٹم کے ذہن میں فوراً لعنت سے نکلنے والا لبا تر نکلا اور دیو قامت آدمی ابھرا۔ اس نے قہر و قامت پوچھا ہی اسی لئے تھا۔ کیوں کہ اچانک اُسے ان دونوں کا خیال آ گیا تھا۔  
 ”سنو — کیا تم اس کے خلاف کارروائی کرنے کی طاقت رکھتے ہو اور؟“ — مارٹم نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔

”کیسی کارروائی باس اور؟“ — ریڈ تھری نے پوچھا۔  
 ”اس کی رہائش گاہ پر ایک پاکیشیائی نوجوان جو لبا تر نکلا اور احمدی نظر آتا ہے۔ اور اس کی ایک ساتھی جو شاید سوس قومیت رکھتی ہے موجود ہیں — یہ اس کے دوست ہیں اور وہ انہیں ہوٹل کیرن سے اپنے ہمراہ رہائش گاہ پر لے آیا ہے۔ مجھے فوری

مخصوص فریکوئنسی سیٹ کر کے اس نے بٹن آن کر دیا۔ ٹرانسمیٹر میں سے زوں زوں کی آوازیں نکلنے لگیں — چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز نکلی۔

”یس — ریڈ تھری پیکنگ اور؟“ — بولنے والے کا لہجہ خاصا کر سخت تھا۔

”ریڈ بلب پیکنگ — باس — مارٹم آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں اور؟“ — ادھیڑ عمر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”باس مارٹم — اوہ — بات کرائیں اور؟“ — دوسری طرف سے چونکتے ہوئے کہا اور ادھیڑ عمر نے ٹرانسمیٹر کی سائیڈ میں ایک لمبے دار تار سے منسلک مائیک نکال کر مارٹم کی طرف بڑھا دیا۔  
 ”مارٹم پیکنگ ریڈ تھری اور؟“ — مارٹم نے سکھانا لہجے میں کہا۔

”یس باس — حکم باس اور؟“ — ریڈ تھری کا لہجہ مؤدبانہ ہو گیا۔

”مارٹن کر لے کو جانتے ہو اور؟“ — مارٹم نے پوچھا۔

”مارٹن کراٹے — یس باس — اچھی طرح جانتا ہوں اور؟“ — دوسری طرف سے چونکتے ہوئے پوچھا گیا۔

”اس کی ذاتی رہائش گاہ کے بارے میں علم ہے اور؟“ — مارٹم نے دوسرا سوال کیا۔

”یس باس — اس کی رہائش گاہ گرین کالونی کوٹھی نمبر ایٹھ سس اے میں ہے۔ حکم باس اور؟“ — ریڈ تھری نے

دراز میں رکھ کر دراز بند کر دی۔

”باہر پارکنگ میں میری کار موجود ہے۔ اس میں میرا بیگ ہے  
وہ اوپر کمرے میں پہنچا دو۔۔۔ اور جیسے ہی ریڈیو ٹکری کی کال آئے  
مجھے کلکٹ کر دینا۔۔۔ مارٹنم نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔  
”یس باس۔۔۔ ادھیڑ عمر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ اور  
مارٹنم سر ملاتا ہوا کمرے کی پھلی دیوار کے کولے میں بنے ہوئے دروازے  
کی طرف بڑھ گیا۔۔۔ جب کہ ادھیڑ عمر نے میز پر پڑے ہوئے انٹرکام  
کا رسیور اٹھا کر اس کا ایک بٹن دبا دیا۔  
”یس جارج سپیکنگ۔۔۔ دوسری طرف سے ایک آواز  
سنائی دی۔

”جارج۔۔۔ میں ڈینز بول رہا ہوں۔ باہر پارکنگ میں باس  
مارٹنم کی کار موجود ہے۔ اس میں ان کا براؤن کیس ہے وہ مجھ تک  
پہنچا دو۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور ادھیڑ عمر نے اوپر کے  
کونٹر رسیور واپس رکھ دیا اور ایک دوسرے انٹرکام کا رسیور  
اٹھایا۔

”مارگریت۔۔۔ جارج ایک بیگ دے جائے گا اُسے میرے  
کمرے میں پہنچا دینا۔۔۔ ادھیڑ عمر نے کہا اور دوسری طرف  
سے یس کا لفظ سن کر اس نے رسیور رکھا اور اطمینان بھرے انداز  
سے کرسی کی پشت سے کمر لگا دی۔

طور پر ان کی ہلاکت چاہیے۔ بہر قیمت پر یقینی ہلاکت چاہیے۔ اس کے  
لئے ہمیں اس کی پوری رہائش گاہ ہی کیوں نہ ہم سے اڑانی پڑے  
اور۔۔۔ مارٹنم نے کہا۔

”کیا وہ دونوں اس وقت بھی رہائش گاہ پر موجود ہیں اور۔۔۔  
ریڈیو ٹکری نے پوچھا۔

”یہ تم نے خود معلوم کرنا ہے۔ لیکن دیر ایک لمحے کی بھی نہیں  
ہونی چاہیے۔ کام انتہائی تیزی اور مستعدی سے ہونا چاہیے اور۔۔۔  
مارٹنم نے سخت لہجے میں کہا۔  
”حکم کی تعمیل ہوگی باس اور۔۔۔ ریڈیو ٹکری نے جواب

دیا۔  
”ٹھیک ہے۔۔۔ میں تمہاری رپورٹ کا منتظر ہوں۔ تم ریڈ  
بلب کے ذریعے مجھے رپورٹ دے سکتے ہو اور سنو۔ ناکامی کا  
لفظ کسی صورت میں بھی سننا نہیں چاہوں گا اور۔۔۔ مارٹنم  
نے کہا۔

”ریڈیو ٹکری کی لغت میں ناکامی کا لفظ ہی نہیں ہے باس۔ آپ  
بے فکر رہیں۔۔۔ میں پہلے معلوم کر لوں کہ یہ دونوں اسس کی  
رہائش گاہ پر موجود ہیں یا نہیں۔ اس کے بعد کوئی مسئلہ نہیں ہے۔  
میں ڈائریکٹ ایکشن کا قائل ہوں اور۔۔۔ ریڈیو ٹکری نے کہا۔  
”اور کے۔۔۔ اور اینڈ آل۔۔۔ مارٹنم نے مطمئن  
لہجے میں کہا اور مائیک واپس ادھیڑ عمر کی طرف بڑھا دیا۔ جس نے  
ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر کے مائیک واپس ہک میں لگایا اور ٹرانسمیٹر

”یہ کاجٹ ہے پرنس۔“ اُسی لمحے کراٹے کی آواز سنائی دی۔ وہ باقاعدہ چمک کر کے اب کمرے میں آچکا تھا۔ ”مجھے معلوم ہے۔“ عمران نے کہا۔ اس کی نظریں باہر

کراٹے اس دوران ایک قدم آگے بڑھ چکا تھا۔ عمران بھی کندھے اچکاتا آگے بڑھ گیا۔ وہ اس وقت ہوٹل کیرین کی آٹھویں منزل کے برآمدے میں موجود تھے۔ کیوں کہ کراٹے کے ساتھی مہزی نے انہیں یہی بتایا تھا کہ کاہٹ ہوٹل کیرین کی آٹھویں منزل کے کمرہ نمبر تین سو بارہ میں گیا ہے۔ چنانچہ وہ دونوں اس کے پیچھے آئے تھے۔ سامنے ہی کمرہ نمبر تین سو بارہ کا دروازہ نظر آیا تھا۔ برآمدے میں اس وقت کوئی آدمی نہ تھا۔ اس لئے وہ اطمینان سے اس دروازے کی طرف بڑھے۔

ای جی ہوئی تھیں۔

"کیا تم اسے پہلے سے جانتے ہو؟" — کراٹے نے اس کے قریب آتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔" — قرائن سے ہی پتہ چلتا ہے۔ مار تھم اسے قتل کر کے گیا ہے اور اس کے جسم کی گہری بتا رہی ہے کہ اسے ہلاک ہوئے چند منٹ سے زیادہ نہیں گزرے۔ — ادرا ب میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے لفٹ سے باہر آتے ہی جو نوجوان بریف کیس اٹھائے لفٹ میں داخل ہوا تھا وہی مار تھم تھا مجھے اس کے چہرے پر اچھتی نظر سے ہی شک پڑا تھا کہ اس نے جیلی والا میک اپ کیا ہوا ہے۔ — لیکن بات واضح نہ تھی۔ وہ دیکھو وہ نیلے رنگ کی کار کے پاس وہی نوجوان موجود ہے۔ — عمران نے کراٹے کو اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور کراٹے نے دیکھا کہ ایک لمبا ترنگا نوجوان ہاتھ میں بریف کیس اٹھائے نیلے رنگ کی کار کا دروازہ کھول رہا تھا۔ — اس نے بریف کیس کو پہلے کار کے اندر پھینکا اور پھر خود کار میں بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد کار پارکنگ سے نکل کر ہوٹل کے مین گیٹ کے سامنے سے گھومتی ہوئی کمپاؤنڈ گیٹ سے باہر نکل گئی۔

"آؤ اب یہاں ٹھہرنا بے کار ہے۔" — کراٹے نے واپس مڑتے ہوئے کہا۔

"ٹھہرو۔" — مجھے پہلے یہاں کی تلاشی لینے دو شاید کوئی کام کی چیز مل جائے۔ — عمران نے کہا۔

۱۲۵

"اچھا ٹھیک ہے۔" — تم تلاشی دو میں اس دوران ہنری کو اس کار کے تعاقب کے لئے کہتا ہوں۔ — کراٹے نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے حبیب سے بی وٹرانسمیٹر باہر نکال کر اس کا ایک بٹن دبایا۔ — چند لمحوں کے بعد ہنری کی آواز سنائی دی۔

"ہنری اسٹینڈنگ اور۔" — ہنری کا اوجہ مدہم تھا جیسے وہ آواز دبا کر بول رہا ہو۔

"کراٹے سپیکنگ۔" — کاجٹ کو قتل کر دیا گیا ہے اور مار تھم ایک نیلے رنگ کی ڈاچ کار میں بیٹھ کر ہوٹل سے باہر نکلا ہے۔ کار نیلے ماڈل کی ہے۔ — ہنری کیس دن بے دن ہنری ہنری فور ہے۔ تم فوراً اس کار کو تلاش کرو۔ فوراً۔ اپنے ساتھیوں سے بھی مدد لے سکتے ہو۔ اور مجھے کال کر کے بتاؤ۔ اور اسٹینڈ آف۔" — کراٹے نے اُسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔ — اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر بند کر کے اس نے واپس حبیب میں منتقل کر دیا۔

عمران اس دوران کمرے کی تلاشی لے چکا تھا۔ لیکن کوئی ایسی چیز اسے نہ ملی تھی جس سے وہ کوئی کلیو حاصل کر سکتا۔

"فکر نہ کرو۔" — میرے آدمی ابھی کار تلاش کر لیں گے۔

کراٹے نے کہا اور عمران نے سر ہلادیا اور پھر وہ دروازہ کھول کر کمرے سے باہر نکل آئے۔ عمران نے دروازہ بند کیا۔ اور وہ دونوں لفٹ کی طرف بڑھ گئے۔ — اچانک عمران بڑی طرح چونکا۔

روک دی۔ عمران کال کرتا رہا۔ پھر روبرو آکر وہ باکس سے باہر نکلا اور کار کی انگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"تم کچھ چھپا رہے ہو پرنس؟" کراٹے نے کار کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں ناراضگی کا عنصر موجود تھا۔

"اے جیہانے والی کوئی بات نہیں۔ وہاں لوگ آجائے تھے۔ اس لئے کچھ کہنا احتیاط کے خلاف تھا۔ دراصل میرے اچانک ذہن میں ایک پوائنٹ آیا تھا۔ اس لئے میں دوبارہ اندر گیا تھا۔

اور پھر مجھے الماری کے ایک کونے میں ایک چھوٹا سا کاغذ اڈسا ہوا نظر آیا تھا۔ اس سے پہلے میں نے اُسے دیکھا تھا۔ لیکن جلدی

میں نظر انداز کر گیا تھا۔ باہر نکل کر مجھے اس کا خیال آیا تھا۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ وہ کاغذ ایک کمرشل ادارے کے ہیڈ کا تھا۔ جس

پر ایک فون نمبر لکھا ہوا تھا۔ "براؤن کارک ٹریڈرز" اس ادارے کا نام ہے اور میں نے باہر آکر یہ فون نمبر چیک کیا تو پتہ چلا کہ یہ فون

نمبر بھی براؤن کارک ٹریڈرز کا ہے۔ اور یہ جم مارک ٹریڈ سنٹر میں واقع ہے۔" عمران نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ادہ۔ میں اس ٹریڈ سنٹر کو جانتا ہوں۔ یہ برٹن اسکوائر پر واقع ہے۔" کراٹے نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"تو پھر وہیں چلو۔ اُسے بھی ایک نظر دیکھ لیں۔ شاید کوئی مفید مطلب بات سمجھ میں آجائے۔" عمران نے کہا اور کراٹے نے

ایک سیلیٹر پر پیر رکھ دیا۔ ابھی اس نے کار ایک چوک سے موڑی ہی تھی کہ کراٹے کی جیب

"ایک منٹ۔" اس نے تیز لہجے میں کراٹے سے کہا اور پھر تیزی سے دوبارہ کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اس وقت برآمدے میں

کئی افراد آتے جاتے نظر آ رہے تھے۔ اس لئے کراٹے نے بڑے اطمینان سے جیب سے سگریٹ کا پیکیٹ نکالا اور اس میں سے

ایک سگریٹ نکال کر اپنے لبوں سے لگا لیا۔ وہ کسی کوشک میں مبتلا نہ کرنا چاہتا تھا۔ عمران کمرے کا دروازہ کھول کر اندر جا چکا تھا۔

پھر اس سے پہلے کہ کراٹے سگریٹ سلگاتا عمران باہر نکل آیا۔ اس کی آنکھوں میں ایک مخصوص چمک تھی۔ جیسے اس نے کوئی خاص

بات دریافت کر لی ہو۔ "کیا ملا؟" کراٹے نے قریب آنے پر سرگوشی میں پوچھا۔

"کھوئی ہوئی جوانی۔" عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا اور کراٹے ہونٹ بھنج کر رہ گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ ابھی عمران

کچھ بتانا نہ چاہتا ہے۔ چند لمحوں بعد وہ لفٹ کے ذریعے ہال میں پہنچے اور پھر تیز قدم اٹھاتے مین گیٹ سے باہر نکلتے چلے گئے۔ کراٹے کی کار پارکنگ

میں موجود تھی۔ "تم کار لے کر آؤ۔ میں کیا ونڈ گیٹ پر موجود ہوں۔" عمران نے کہا اور کراٹے سر ہلاتا ہوا پارکنگ کی طرف مڑ گیا۔

پارکنگ سے کار لے کر جب وہ کیا ونڈ گیٹ سے باہر نکلا تو اس نے عمران کو سڑک کے ساتھ لگے ہوئے فون باکس میں کھڑے

فون کرتے دیکھا۔ اس نے کار فون باکس کے قریب کر کے



سے ٹوں ٹوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور کرائے لے کار کو ایک طرف کرنا شروع کر دیا۔ ہتھوڑی دیر بعد وہ کار کو سائیڈ میں روک چکا تھا۔ اس نے کار روک کر حبیب سے ٹرانسمیٹر نکالا اور اس کا بٹن آن کر دیا۔

”ہنری کا ٹنگ اور“۔۔۔۔۔ ہنری کی آواز سنائی دی۔  
”یس کرائے اسٹڈنگ اور“۔۔۔۔۔ کرائے نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”باس۔۔۔۔۔ کار کو ٹریس کر لیا گیا ہے۔ وہ بریٹن اسکو انٹریپرٹ ایکسچینج ادارے جم مارک ٹریڈ سنٹر کے احاطے میں موجود ہے اور“۔۔۔۔۔ ہنری نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ تم اس وقت کہاں موجود ہو اور“۔۔۔۔۔ کرائے نے اطمینان بھرے لہجے میں پوچھا۔

”میں وہیں موجود ہوں باس اور“۔۔۔۔۔ ہنری نے جواب دیا۔

تم وہیں روکو اور اس کار پر نظر رکھنا۔ اگر یہ حرکت میں آئے تو اس کی نگرانی کرنا۔ ہم بھی وہیں آ رہے ہیں۔۔۔۔۔ میں میک اپ میں ہوں۔ لیکن میرے پاس سفید کار ہے۔ پھرتی ایٹ نمبر ہی پہچان ہوگی اور“۔۔۔۔۔ کرائے نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے باس اور“۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا اور کرائے نے اور اینڈ آف کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔  
”تمہارا اندازہ درست نکلا پرنس۔۔۔۔۔ مارٹنم۔۔۔۔۔ واقعی

یہاں سے وہیں پہنچا ہے اور“۔۔۔۔۔ کرائے نے ٹرانسمیٹر حبیب میں رکھ کر کار کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

”نہ صرف اندازہ درست نکلا ہے بلکہ ہمیں اس ٹریڈ سنٹر کی اس مخصوص دکان کا بھی پتہ چل گیا ہے۔۔۔۔۔ ورنہ ہمیں صرف کار کی نگرانی تک ہی محدود ہونا پڑتا“۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور کرائے نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

ہتھوڑی دیر بعد ان کی کار بریٹن اسکو انٹریپرٹنگ ٹریڈ سنٹر کے احاطے میں کار جا کر روکی اور پھر وہ دونوں نیچے اتر گئے۔ اسی لمحے ایک نوجوان جو برآمدے کے ستون کے پاس موجود تھا۔ تیز قدم اٹھاتا ان کے پاس پہنچا۔

”باس۔۔۔۔۔ کار ابھی تک موجود ہے“۔۔۔۔۔ اس نوجوان نے قریب آ کر کرائے سے مخاطب ہو کر کہا۔ وہ شاید اس کی جاسٹ کی وجہ سے اُسے پہچان گیا تھا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ تم انہی جگہ پر ہو“۔۔۔۔۔ کرائے نے کہا اور ہنری یوں آگے بڑھ گیا جیسے اس نے کرائے سے کوئی بات ہی نہ کی ہو۔ اور ہنری کے آگے بڑھتے ہی عمران اور کرائے ٹریڈ سنٹر کے مین گیٹ کی طرف بڑھے۔ اور چند لمحوں بعد سنٹر میں بنی ہوئی بے شمار دکانیں ان کے سامنے تھیں۔ سنٹر میں جاکوں کا خاصا رش تھا۔ یہ پورا سنٹر ایک ٹرک کے سامان کی دکانوں پر مشتمل تھا۔ اور پھر انہیں ”براؤن کارک ٹریڈرز“ والی دکان نظر آگئی۔ یہ ایک خاصا بڑا سپر سٹور تھا۔ عمران اور کرائے اس سپر سٹور میں



”اچھا پھر آپ کی چٹ کہاں ہے۔ کہیں بیک پر تو نہیں لگی ہوئی؟“  
 رادہ سرری طرف مڑتی تھی۔ شاید میری جیب اجازت دے جائے۔  
 ان نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور سیلنگرل کا چہرہ یک لخت غصے  
 سے سرخ ہو گیا۔

”آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔ میں بکاؤ مال ہوں؟“  
 سیلنگرل نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اور اسی لمحے کاؤنٹر کے پیچھے کا  
 رادہ کھلا اور ایک ادھیر عمر آدمی تیز تیز قدم اٹھاتا سیلنگرل کے  
 قریب آ گیا۔

”کیا بات ہے۔ تم معزز لگا بکوں سے کیوں الجھ رہی ہو؟“  
 ادھیر عمر آدمی نے تلخ لہجے میں سیلنگرل سے مخاطب ہو کر کہا۔  
 ”میرا مذاق اڑا رہے ہیں؟“ سیلنگرل نے بڑا سامنے  
 باتے ہوئے کہا۔

”مذاق اڑا رہے ہیں۔ ادد۔ یہ تو معزز لگا بک ہیں؟“  
 ادھیر عمر نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے عمران اور کرائے کی طرف دیکھتے ہوئے  
 کہا۔

”اچھا۔ تو مذاق غیر معزز افراد اڑا سکتے ہیں۔ ویسے ان کی  
 پہچان کیا ہے؟“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
 ”اگر سیلنگرل سے کوئی گستاخی ہوئی ہو تو میں بحیثیت فیجر معافی  
 مانتا ہوں۔ آپ میرے ساتھ دفتر میں تشریف لائے۔ آپ  
 جو کچھ خریدنا چاہیں گے وہیں پہنچ جائے گا اور میں خصوصی رعایت بھی  
 کروں گا تاکہ ہمارے ادارے کی بدنامی نہ ہو۔ آئیے۔“ نیجر

داخل ہو گئے۔ وہ ویسے ہی مختلف کاؤنٹر پر کھوم رہے تھے۔ ان کا  
 انداز ایسا تھا جیسے وہ خریدے جانے والی چیزوں کا انتخاب کر رہے  
 ہیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ جب ایک کاؤنٹر پر پہنچے تو عمران  
 ٹھٹھک گیا۔ کیوں کہ ایک نوجوان ابھی ابھی وہاں پہنچا تھا اور اس نے  
 وہاں موجود سیلنگرل کو سرگوشی میں کچھ کہا اور پھر تیزی سے ایک  
 طرف کو مڑ گیا۔ سیلنگرل نے چونک کر عمران اور کرائے  
 کی طرف دیکھا۔ اور عمران سمجھ گیا کہ ان کی نگرانی ہو رہی ہے۔ اور سیلنگرل  
 گم کو انہی کے متعلق اطلاع دی گئی ہے۔

”فرمائیے۔ آپ کی میں کیا خدمت کر سکتی ہوں؟“  
 سیلنگرل نے سنجیدہ لہجے میں کرائے سے مخاطب ہو کر کہا۔ کیوں کہ وہ  
 سیلنگرل سے نسبتاً قریب تھا۔

”یہاں ہر چیز برائے فروخت ہے۔ یا کچھ چیزیں صرف نمائشی ہیں۔“  
 کرائے کی بجائے عمران نے آگے بڑھ کر جواب دیتے ہوئے کہا۔  
 ”یہ دکان ہے۔ یہاں ہر چیز برائے فروخت ہے۔ آپ  
 نے یہ سوال کیوں پوچھا؟“ سیلنگرل نے حیرت بھرے لہجے میں  
 کہا۔

”اس لئے کہ یہاں چند چیزوں پر قیمت کی چٹیں آویزاں نہیں ہیں۔“  
 عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”ایسی کوئی بات نہیں۔ ہر چیز پر قیمت کی چٹ موجود ہے۔“  
 یہ تو یہاں کا اصول ہے۔“ سیلنگرل نے حیرت بھرے لہجے  
 میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

نے بڑے نرم اور کاروباری لہجے میں کہا۔  
"تو کیا ہمیں کاؤنٹر پھلانگ کر آنا ہوگا؟"

ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔  
"ادھ۔۔۔ نہیں۔۔۔ یہ ساتھ ہی راہ داری ہے۔"

تشریف لے آئے۔ راہ داری کے آخر میں میرے دفتر کا دروازہ  
ہے۔۔۔ نیچر نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور عمران سر ملاتا ہوا  
راہ داری کی طرف مڑ گیا۔ ظاہر ہے کرائے نے اس کی پیروی  
کرنی تھی۔

"ہوشیار رہنا کرائے۔۔۔ یہ ہمیں ٹریپ کر رہے ہیں۔  
عمران نے راہ داری میں گھستے ہوئے مڑ کر اپنے پیچھے آتے ہوئے  
کرائے سے مخاطب ہو کر کہا، اور کرائے نے سر ملاتا ہوا راہ داری  
اختتام پر واقعی ایک دروازہ تھا۔۔۔ جو ان کے قریب پہنچتے  
خود بخود کھل گیا اور وہ دونوں دروازہ یا در کے کمرے میں داخل  
ہو گئے۔ عمران اور کرائے کے اندر داخل ہوتے ہی ان کی پشت  
پر موجود دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔۔۔ سامنے بڑی میز کے  
پچھے دیسی ادھیڑ عمر فیچر بیٹھا ہوا تھا۔

"آئیے آئیے جناب۔۔۔ تشریف رکھیے۔ اور مجھے بتائیے  
آپ کیا خریدنا چاہتے ہیں؟" فیچر ان کو دیکھتے ہی مودبانہ  
انداز میں کہا۔ اور عمران حیرت سے سر ملانے لگا۔

فیچر کا انداز قطعی کاروباری تھا۔ اور عمران کا ذہن الجھ گیا کہ  
کیا اس سے اندازے کی غلطی ہوئی ہے۔ بہر حال اب وہ آگے

نے فرمائیے۔۔۔ کون سی چیزیں۔۔۔ بیٹھ دوں۔۔۔ آپ کو  
س پر ڈٹ فرما دیجیے۔۔۔ فیچر نے منکراتے ہوئے کہا۔ اور  
دروازہ کھولنے لگا۔ عمران اسے دروازہ کھولتا دیکھ کر سکر ادیا۔ وہ  
فیچر کا کہنا کہ فیچر اب دروازے سے ریواور نکالے گا اور انہیں سینڈز اب  
کرائے کا حکم دے گا۔۔۔ لیکن دوسرے لمحے اس کی پیشانی پر  
لکھیں اب آئیں جب فیچر نے ریواور کی بجائے دروازے واقعی ایک  
بیٹھ نکالا اور پھر اس نے دروازہ بند کر دی۔۔۔ لیکن جیسے ہی دروازہ  
بھونکی عمران اور کرائے دونوں بڑی طرح چونک پڑے کیوں  
کہ انہیں اچانک احساس ہوا تھا کہ ان کے جسم کرسیوں سے چپک  
ان کے ہاتھ کرسی کے سینڈزوں سے جکے ہوئے  
تھے۔ اور پھر ان دونوں نے بیک وقت ہاتھ اٹھانے کی کوشش  
کی لیکن بے سود۔

"اب آپ دونوں حرکت نہیں کر سکتے جناب۔۔۔ اس لئے  
میں ان سے جھٹھیں۔۔۔ فیچر کا لہجہ بیک لخت بدل گیا۔

"لیکن حرکت نہ کر سکیں گے تو پھر پیڈ پر لکھیں گے کیسے؟"  
عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔ لیکن فیچر نے ان کی بات کا  
جواب دینے کی بجائے میز پر پڑا ہوا ایک انٹرکام کا رسیور اٹھایا  
اور ایک نمبر دیا۔

"ریس۔۔۔ جارج سپیکنگ۔۔۔ انٹرکام سے آواز

ہو رہی ہے۔ ایک مشکوک نوجوان کو چپ کیا گیا تھا۔ میں نے اس کی نگرانی کا حکم دے دیا۔ پھر اطلاع ملی کہ سفید رنگ کی کار پر دو آدمی آئے ہیں اور اس مشکوک نوجوان نے ان سے بات کی ہے اور وہ دونوں سیدھے چارے سپر سٹور میں داخل ہوئے۔ چنانچہ مجھے اور سیلز گرل کو اطلاع دے دی گئی۔ ان کا انداز واقعی مشکوک تھا اور پھر دوسری دکانوں پر جانے کی بجائے جب وہ سیدھے ہماری دکان میں داخل ہوئے تو میں مزید مشکوک ہو گیا۔ چنانچہ اس وقت وہ دونوں میرے دفتر میں موجود ہیں۔ میں نے انہیں الاسٹی میگنٹ سے کنٹرول کر رکھا ہے۔ نیچر نے جواب دیا۔

”شیک ہے۔ میں وہیں آؤں گا۔ ان کا خیال رکھنا وہ جانے نہ پائیں۔“ مارٹن نے کہا اور نیچر نے ”اوسکے“ کہہ کر رسیور رکھ دیا۔ عمران اور کراٹے خاموش بیٹھے رہے اور ظاہر ہے وہ اس کے سوا اور کچھ کر ہی نہ سکتے تھے۔

”یہ میرا ذاتی نام ہے یا کسی تنظیم کا ہے۔ ویسے فاریک میں آج تک ایسی کسی تنظیم کا نام سننے میں نہیں آیا۔“ کراٹے نے اس بار نیچر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”یہ میرا ذاتی نام ہے۔ بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں بتا سکتا۔ ویسے تمہارے سوال کرنے کے انداز سے معلوم ہو رہا ہے کہ تمہارا تعلق بھی یہاں کی کسی مقامی تنظیم سے ہے۔“ نیچر نے غور سے کراٹے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔“ کراٹے نے گروپ کو تم یقیناً جانتے ہو گے۔ ہمارا تعلق

برآبرہی۔

”ریڈ بلب۔“ مارٹن نے اس کو اطلاع دو کہ دو مشکوک افراد ٹریپ کیا گیا ہے۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے۔“ ادھیڑ پر سخت لہجے میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی رسیور واپس رکھ دیا۔

”ریڈ بلب اچھا نام ہے۔ ویلچ کیا ہیں۔ تمہارے بلب کی عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

”ابھی تمہاری خوش دلی دور ہو جائے گی مسٹر۔“ لہجے انتظار کرو۔“ نیچر نے غصیلے لہجے میں عمران سے مخاطب کر کہا۔

”سنور بلب۔“ کوئی حرکت کرنے سے پہلے سزاوار لہجہ لہنا۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی مصیبت میں پھنس جاؤ۔“ کراٹے نے اچانک کرخت لہجے میں کہا۔ وہ پہلی بار بولا تھا۔

”تم فکر نہ کرو۔“ مصیبت میں پھنسا سارا کام نہیں ہے۔

نیچر نے مسکراتے ہوئے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔ اسی لمحے پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اور نیچر نے فوراً رسیور اٹھالیا۔

”یس۔“ ریڈ بلب۔“ نیچر نے کہا۔

”مارٹن بول رہا ہوں۔“ جارحانہ لہجے میں کہہ کر مشکوک افراد کو ٹریپ کیا ہے۔“ دوسری طرف کرخت آواز سنائی دی۔

”یس باس۔“ مجھے اطلاع ملی تھی کہ آپ کی کار کی

مارتھم نے تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔ اور عمران کی آنکھوں میں چمک اُبھر آئی۔ وہ سمجھ گیا کہ مارتھم یقیناً اسٹارٹرکک کا خاص آدمی ہے۔ اور اس سے اسٹارٹرکک کے متعلق انتہائی قیمتی معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔

”ان سب تفصیلات کا تو ہمیں علم نہیں۔ ہمارا تعلق واقعی کراٹے گروپ سے ہے۔ باس نے ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم ہوٹل کیرن کی آٹھویں منزل کے گمر نمبر تین سو بارہ میں جائیں اور دہاں موجود دو افراد کو اغوا کر لائیں۔ ہم دہاں پہنچے تو دہاں ایک آدمی کی لاش پڑی ہوئی تھی جب کہ دوسرا غائب تھا۔ چنانچہ ہمیں شک ہوا کہ وہ آدمی جو ہمارے لفٹ سے اترتے ہی ہمیں لفٹ میں جاتے ہوئے ملا تھا ہمارا شکار ہو گا۔ چنانچہ ہم تیزی سے بجلی گھر کی طرف بڑھے۔ اور پھر ہم نے اس آدمی کو ایک نیلے رچ کی کار میں بیٹھتے ہوئے دیکھ لیا۔ چنانچہ ہم نے باس کو کال کیا۔ اور اس کار کے نمبر بتا دیئے۔ اس کے بعد ہم باہر آ گئے۔ پھر ہمیں باس نے ٹرانسمیٹر پر اطلاع دی کہ اس کار کو جم یادک ٹریڈ سنٹر میں دیکھا گیا ہے۔ اور ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم دہاں پہنچیں اور اس آدمی کو تلاش کریں۔ چنانچہ ہم یہاں آ گئے۔ یہاں ہمارے گروپ کا آدمی موجود تھا۔ اس نے بتایا کہ اس کی تحقیقات کے مطابق اس آدمی کو براؤن کارک ٹریڈ سنٹر سپر سٹور میں جاتا دیکھا گیا ہے۔ چنانچہ ہم دونوں یہاں آئے۔ پھر آپ کا منیجر ہمیں یہاں لے آیا۔ اور ہمیں ان کرسیوں سے چپکا کر آپ کو

اس سے ہے۔“ کراٹے نے جواب دیا۔  
 ”ادہ۔ کراٹے گروپ۔“ منیجر نے چونکتے ہوئے کہا۔ لیکن اس سے زیادہ اس نے کچھ نہیں کہا۔ چند لمحوں بعد کھلی دیوار میں موجود دروازہ کھلا اور ایک لمبا ترنگا نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس کی تیز نظرں عمران اور کراٹے پر جم گئیں۔ عمران نے محسوس کیا کہ انہیں دیکھتے ہی اس کی نظروں میں شناسائی کی جھک ابھری تھی۔ لیکن مارتھم کا وہ حلیہ نہ تھا جس میں اس نے اسے ہوٹل کیرن کی لفٹ میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔ اب یہی ہو سکتا تھا کہ اس نے اس وقت پہنچ ہوئی تھی جس کا شک عمران کو ہوا تھا اتار پھینکی ہوگی۔ اور اس وقت وہ اپنے اصل حلیے میں تھا۔  
 ”تم لوگ یہاں تک کیسے پہنچ گئے؟“ مارتھم نے منیجر کے قریب پہنچ کر قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔  
 ”ہم ایک لڑک کا سامان خریدنے آئے تھے۔“ عمران نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔  
 ”میں تمہیں پہچان گیا ہوں۔ تم کا جٹ کے تعاقب میں آئے تھے۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ کا جٹ کو مارٹن کراٹے کے آدمیوں نے پکڑ لیا تھا۔ اور پھر کاسانا کی مداخلت کی وجہ سے اُسے چھوڑ دیا گیا۔ اور وہ احمق براہ راست میرے پاس دوڑا چلا آیا۔ اور مجھے یہ اطلاع بھی مل چکی ہے کہ پاکیشیا کے سیکرٹ ایجنٹ ایک مسخر علی عمران اور ایک سوشل نژاد لڑکی کو ہوٹل کیرن سے مارٹن کراٹے اپنے ساتھ اپنی رہائش گاہ پر لے گیا تھا۔“

”اس لڑکی کی اتنی اہمیت نہیں ہے۔ اس لئے انتظار کرو۔“

مارتھم نے کہا اور ایک جھٹکے سے رسیورڈ ایپس کرڈیل پر رکھ دیا۔  
”ریڈ بلب؟“ — مارتھم نے رسیورڈ کرڈیل پر دیکھتے ہوئے سخت لہجے میں منیجر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یس باس۔“ — منیجر نے فوراً ہی مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

”ان دونوں کو ہلاک کر کے ان کی لاشیں کسی گھر میں ڈال دینا اور سنو۔ جو فوجوان ان کا ساتھی باہر موجود ہے۔ اُسے بھی ہلاک کر دینا؟“ — مارتھم نے ادھیر عمر منیجر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”حکم کی تعمیل ہوگی جناب۔“ — منیجر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”لیکن خیال رکھنا یہ زندہ واپس نہ جائیں۔ ورنہ تم اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔“ — مارتھم نے کرخت لہجے میں کہا اور تیزی سے مڑ کر پچھلے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے دروازے میں غائب ہو جانے کے بعد ادھیر عمر منیجر نے بڑے اطمینان سے میز کی نگلی دروازہ کھولی۔ — اور اس میں سے سائیلنس لگا ہوا ایک ریوڈ اور نکالا اور ساتھ ہی اُسی درازے سے گولیوں کا ایک ڈبہ نکال کر میز پر رکھا۔ اور ریوڈ کا میگزین کھولنے میں مصروف ہو گیا۔ — اس کے چہرے پر اطمینان کے آثار موجود تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ انسانوں کی بجائے پاگل کتوں کو گولی مارنے

بلا یا گیا۔ اور اب آپ کی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ دہی آدمی ہیں لیکن آپ کا وہ حلیہ نہیں جس حلیے کے آدمی کو ہم نے اس کار میں بیٹھتے ہوئے دیکھا تھا۔ — عمران نے بڑی سنجیدگی سے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

اُسی لمحے میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی اور منیجر نے چونک کر رسیورڈ اٹھا لیا۔ — مارتھم خاموش ہو گیا۔  
”یس۔۔۔ ریڈ بلب اسٹینڈنگ۔“ — منیجر نے رسیورڈ

اٹھاتے ہی کہا۔  
”ریڈ ہفیری سپیکنگ۔“ — باس کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ تمہارے دفتر میں ہے۔ — دوسری طرف سے ایک تیز آواز سنائی دی اور کرائٹ نے ریڈ ہفیری کا نام سن کر یوں تر بلا یا جیسے وہ اُسے اچھی طرح جانتا ہو۔

”باس۔۔۔ آپ کا فون؟“ — منیجر نے رسیورڈ مارتھم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔  
”یس۔۔۔ مارتھم سپیکنگ۔“ — مارتھم نے رسیورڈ کر

تھکمانہ لہجے میں کہا۔  
”باس۔۔۔ میں نے کرائٹ کی ذاتی رہائش گاہ سے معلوم کر لیا ہے۔ وہ سوئس لڑکی دہاں موجود ہے جب کہ پاکیشیائی آدمی دہاں سے جا چکا ہے۔ اب آپ حکم کریں تو ان کی واپسی کا انتظار کیا جائے یا اس لڑکی کو ختم کر دیا جائے؟“  
ریڈ ہفیری نے کہا۔

عمران نے بڑے معصوم سے لہجے میں کہا۔

"اوه۔۔۔ واقعی بڑی معصوم سی اور لفلانہ خواہش ہے۔ شک کا ہے ایسا ہی سہی میری گولیاں بھی پگھ جائیں گی۔۔۔ نیچر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور کراٹے غیرت سے عمران کو دیکھنے لگا کہ کیا موت کو سامنے دیکھ کر پرنس کا دماغ چل گیا ہے۔ — بھلا یہ بھی کوئی خواہش ہے کہ مجھے اپنے پستول سے مار دو۔ مسئلہ تو مرنے کا ہے۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ کسی بھی پستول سے گولی چلائی جائے۔

فیجبر نے اپنا پستول میز پر رکھا اور پھر اٹھ کر وہ عمران کے قریب آیا اس نے عمران کے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر اس نے اس کی جیب میں موجود پستول باہر نکال لیا۔ پستول ہاتھ میں لے کر وہ واپس اپنی کرسی پر آیا۔ اور پستول کو چیک کرنے لگا۔ وہ پستول کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے اس کا میگزین کھولنے کی کوشش کی۔ لیکن میگزین نہ کھل سکا۔

”اس کے دستے میں میگزین کھولنے کا بیٹن ہے۔ اُسے دوبارہ پریس کرو تو میگزین کھل جائے گا۔“ — عمران نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

اور میجر نے پہلے تو پستول کو لیٹ کر اس کا بٹن دیکھا۔ اور پھر اس نے پستول کو اپنے جسم سے کافی دُور کر کے اس نے بٹن کو مسلسل دوبارہ پریس کیا۔ اور پھر میگزین کو کھولا تو میگزین باہر آگیا۔ میگزین میں گولیاں موجود تھیں۔ اس نے میگزین کو دوبارہ

جار ہا ہو۔  
 "تم شاید ہمارے لئے میگزین بھر رہے ہو دوست" — عمران  
 نے اچانک بڑے دوستانہ لہجے میں کہا۔

نیا دہ پیار ہی ہے۔۔۔۔۔ ادھیڑ عمر نے سردی پر اٹھا کر بڑے مہلک  
 لمحے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

تو ایک انسانی حق ہے۔ عمران نے بڑے مطمئن ہونے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

آخری خواہش پوری کی تاچھروں۔ نیجہ نے ریوانور کے میگزین میں گولیاں بھرتے ہوئے جواب دیا۔

”میری آخری خواہش بڑی محسوس سی ہے جسے تم آسانی سے پورا کر سکتے ہو۔“ — عمران نے کہا۔

”اچھا۔۔۔ چلو بتا دو۔۔۔ تاکہ تمہارے دل میں یہ حسرت بھی باقی نہ رہے۔“ ادھیڑ عمر نے بڑے سکون بھرے لہجے میں کہا۔

”صرف اتنی خواہش ہے کہ تم مجھے میرے اپنے پستول سے ہی ہلاک کر دو۔ تاکہ میں مرتے وقت یہ خوشی لے کر جاؤں کہ میں کسی دوسرے کے پستول سے نہیں مرا۔۔۔۔۔ میرا پستول میری جیب میں ہے اور ہم ہاتھ تو ہلا ہی نہیں سکتے۔ اس لئے تمہیں کوئی خطرہ بھی نہیں ہے۔“

اس کے خانے میں فٹ کر دیا۔  
 ”مجھے شک ہے مسٹر۔۔۔ کہ تم کوئی جک چلا رہے ہو۔ یہ پستول  
 مجھے مشکوک لگ رہا ہے۔ اس لئے میں اپنے ہی ریوالور سے تمہیں  
 گولی مار دوں گا۔ میں کوئی رسک نہیں لینا چاہتا۔۔۔ فیجر نے  
 مشکوک لہجے میں کہا۔  
 اور عمران بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔  
 ”یہ بھی اچھا ہے۔۔۔ مزاحم نے ہے اور خوف زدہ تم ہو رہے  
 ہو۔ اچھا ایسا کہ دکھت کی طرف رخ کر کے گولی چلا دیکھو اگر پستول  
 صحیح کام کرے تو پھر جا رہی طرف رخ کر لینا۔۔۔ عمران نے ہنستے  
 ہوئے کہا۔  
 ”تم اتنے مطمئن کیوں ہو۔ جب کہ تمہارے ساتھی کی زبان تو  
 خوف سے بند ہو چکی ہے۔“ فیجر نے کہا۔  
 ”اس لئے کہ مجھے معلوم ہے کہ ہر شخص کی موت کا ایک وقت مقرر  
 ہے۔ خوف کیا اگر تمہارا وقت آگیا ہے تو ہمیں اس کا خوش دلی سے  
 استقبال کرنا چاہیے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
 ”ٹھیک ہے۔۔۔ پھر تیار ہو جاؤ۔ تمہارا وقت آگیا ہے۔“  
 فیجر نے سخت لہجے میں کہا اور پستول کا رخ عمران کی طرف کر دیا۔  
 ”کیا مجھے مرنے سے پہلے کھولو گے نہیں۔ تاکہ میں تڑپ  
 تو سکوں۔“ عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔  
 ”اسی طرح ٹھیک ہے۔“ فیجر نے پھینکارتے ہوئے کہا۔  
 اس کے چہرے کے عضلات سخت ہوتے گئے اور کراٹے نے بے اختیار

جلنے والا ہے۔۔۔ دوسرے لمحے ایک دھماکہ ہوا اور اس کے  
 ساتھ ہی ایک زرد دایہ جیچ بلند ہوئی اور پھر کسی کے گرنے کا دھماکہ  
 ہوا۔ کراٹے نے جلدی سے آنکھیں کھولیں۔۔۔ اور پھر یہ دیکھ کر  
 اس کی آنکھیں حیرت سے پھلتی چلی گئیں کہ نیچر کبھی سمیت نیچے گرا  
 تھا۔ اور اب ان کے سامنے بڑی طرح پھڑک رہا تھا۔ بے چارے کی  
 موت کا وقت آگیا تھا۔۔۔ عمران نے اپنا ناک کرسی سے اٹھ کر  
 کمرے ہوتے ہوئے کہا اور اسی لمحے کراٹے نے بھی محسوس کیا کہ  
 کرسی نے اس کا جسم چھوڑ دیا ہے۔۔۔ چنانچہ وہ بھی ایک جھٹکے سے  
 گرا پڑا۔ نیچر کا جسم اب ساکت ہو چکا تھا۔ کراٹے اور عمران تیزی  
 سے آگے بڑھے۔ گولی نیچر کے گلے میں پیوست ہو گئی تھی عمران نے  
 ایک طرف پڑا ہوا اپنا ریوالور اٹھالیا۔  
 ”یہ کیسے ہوا۔۔۔ فیجر کی موت۔۔۔ اور پھر کرسی کے میگنٹ  
 ہافتم ہونا۔۔۔ کراٹے نے شدید حیرت بھرے لہجے میں کہا۔  
 ”میں نے پہلے ہی کہا ہے کہ ہر چیز کا وقت مقرر ہے۔ اس پستول  
 میں خاموشیت ہے کہ اگر اس کے دستے کا بٹن دوبارہ پریس کر کے  
 دوبارہ میگزین بھرا جائے تو پھر یہ ریوالورس چلتا ہے۔ پھر گولی  
 اس کے پچھلے حصے سے نکلتی ہے۔ میں نے ایک پلاننگ کی تھی میری  
 پلاننگ کامیاب رہی۔ فیجر مار کھا گیا۔ وہ شکل سے ہی ڈفر لگ رہا  
 تھا۔۔۔ اس لئے آسانی سے جکے میں آگیا۔ اور رہی کرسی سے  
 قطعہ ہونے والی بات۔۔۔ تو یہ قدرت کی مہربانی ہے۔ فیجر کے



چند لمحوں بعد دروازہ ایک ٹشکے سے کھلا اور پھر مار تھم نے سیڑھی پر  
 قدم رکھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بریٹ کیس تھا۔ وہ شاید عمارت  
 سے باہر جا رہا تھا۔ مگر جیسے ہی اس کا جسم دروازے سے باہر آیا عمران  
 کسی نقاب کی طرح اس پر چھپٹا اور دوسرے لمحے مار تھم کی کپٹی پر  
 پٹاخہ سا چھوٹا۔ اور وہ اچھل کر دوسری سمت میں کھڑے  
 کرائے کی طرف بھٹک گیا۔ لیکن اس کا جسم ڈھیلا پڑ چکا تھا۔ اس نے  
 کرائے نے اسے دونوں بازوؤں میں سنبھال لیا۔ مار تھم پیش  
 ہو چکا تھا۔ اس کے ہاتھ سے بیگ چھوٹ گیا تھا۔ جسے عمران نے  
 چھپٹ لیا۔

”اسے نیچے لے آؤ۔ جلدی کرو۔“ عمران نے دروازہ  
 واپس بند کر کے اندر سے اس کی چٹینی چڑھا دی۔ کرائے مار تھم کو  
 اٹھائے سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے راہ داری میں آگیا۔ اور پھر عمران کے  
 اشارے پر وہ اُسے اٹھائے واپس فیجر کے کمرے میں آگیا۔ عمران  
 نے سب سے پہلے فرش پر پڑے ہوئے فیجر کی لاش کو گھسیٹ کر  
 ایک بڑی الماری کے پیچھے چھپا دیا۔ اور پھر اس نے مار تھم کو میز  
 پر لٹانے کے لئے کہا۔ اور کرائے نے مار تھم کو میز پر لٹا دیا۔  
 مار تھم کا بیگ عمران پہلے ہی ایک طرف رکھ چکا تھا۔

”یہاں کہیں میک اپ باکس ضرور ہونا چاہیے۔“ عمران  
 نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے اس کی نظریں فرش  
 پر پڑے ہوئے بیگ پر جم گئیں۔ بیگ کی اسی سمت اس  
 وقت عمران کی طرف تھی۔ عمران تیزی سے بیگ کی طرف بڑھا اور

اچانک گرنے اور ٹپنے سے اس کا کنکشن آف ہو گیا ہے۔ میرا خیال  
 ہے میز کے پائے کے ساتھ اس کی تار ہوگی جو ٹوٹ گئی ہوگی۔ عمران  
 نے میز کے اندر دنی پائے کی طرف بھٹکے ہوئے کہا۔ اور دوسرے  
 لمحے اس نے وہ تار تلاش کر لی جو فیجر کے بوٹ کی باریک ٹو میں  
 پھنس کر ٹوٹ چکی تھی۔

”اوہ۔۔۔ دیر ہی گڈ۔۔۔ تم ضرورت سے زیادہ سی ڈھین  
 ہو۔ جس ٹھنڈے دماغ سے تم نے پلاننگ کی ہے وہ تمہارا ہی کام  
 تھا۔ ورنہ میں تو مایوس ہو چکا تھا۔“

”ابھی اصل کام رہتا ہے۔“ آڈمیرے ساتھ۔ عمران  
 نے میز پر پڑا ہوا فیجر کا ریو اور بھی اٹھا کر حبیب میں منتقل کرتے ہوئے  
 کرائے سے کہا۔

اور پھر وہ تیزی سے پچھلے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے  
 کے دوسری طرف ایک تنگ سی راہ داری تھی۔ جس کے اختتام  
 پر سیڑھیاں اوپر جا رہی تھیں۔ وہ دونوں تیزی سے راہ داری کو  
 کر اس کر کے سیڑھیاں چڑھتے چلے گئے۔ ابھی وہ سیڑھیوں کے اختتام  
 پر پہنچے تھے کہ اچانک عمران نے ہاتھ اٹھا کر کرائے کو روک دیا۔ اور  
 پھر وہ مخالف سمت کی دیواروں کے ساتھ لگ کر کھڑے ہو گئے۔  
 کیوں کہ لوہے کے دروازے کی دوسری طرف قدموں کی ہلکی سی  
 چاپ سنائی دے رہی تھی۔ اور چاپ سے اندازہ ہو  
 رہا تھا کہ آنے والا اسی دروازے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ وہ  
 دونوں دروازے کی سائیڈوں میں دیوار کے ساتھ لگے کھڑے تھے۔

دے مار تھم کے چہرے پر چڑھا فی اور پھر اس کے چہرے کو تھپک کر اس نے جھلی کو درست کر دیا۔ اب وہ تینوں ہی نئی شکل میں تھے۔

آؤ۔۔۔ اب اسے اٹھا لو۔ اور اطمینان سے چلتے ہوئے عمارت سے باہر نکل چلو۔ اس کا بیگ میں لے آتا ہوں۔۔۔ عمران نے بیگ کو ہاتھ میں اٹھاتے ہوئے کہا۔  
"لیکن باہر تو ان کے آدمی موجود ہوں گے وہ تو لازماً مشکوک ہوں گے۔۔۔" کہہ لٹے نے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔۔۔ تم چلو تو سہی۔۔۔" عمران نے مطمئن لہجے میں کہا۔ اور کہہ لٹے نے سر ہلاتے ہوئے آگے بڑھ کر میز پر پڑے ہوئے مار تھم کو اٹھا کر کاندھے پر لادا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ لیکن دوسرے لمحے وہ ٹھٹھک کر رک گئے۔ دروازہ بند تھا۔ وہ کھل نہ رہا تھا۔ عمران نے بیگ ایک طرف رکھا۔ اور دروازے کی دہلیز پر جھک گیا۔ چند لمحوں بعد وہ دروازے کی دہلیز کی سائیڈ میں سرخ رنگ کی ایک پتلی سی تار کو قالین کا کونا ہٹا کر دریافت کر چکا تھا۔ اس نے انگلی اس تار میں ڈالی اور پھر ایک زوردار جھٹکا دیا۔ ایک ہلکا سا جھکا ہوا اور اس کے ساتھ ہی بند دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ لیکن دروازہ کھلتے ہی وہ چونک پڑے۔ انہیں کہیں قریب سے ہی ایک تیز گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی تھی۔ لیکن عمران اور کہہ لٹے تیزی سے دروازہ پار کر کے راہ داری میں آگے بڑھتے چلے گئے۔ راہ داری کے

اس نے اُسے اٹاکو میز کے ایک کنارے پر اٹا رکھ دیا۔ اُسے بیگ کی پشت کے ایک حصے پر ہلکی سی لکیر نظر آئی تھی۔ جو روشنی کی براہ راست زد میں آکر چمک رہی تھی۔ در نہ عام حالات میں شاید غور سے دیکھے بغیر نظر نہ آتی۔ عمران نے اس لکیر کے کناروں کو انگوٹھے اور انگلی کی مدد سے دبانا شروع کر دیا۔ چند لمحوں بعد کھٹک کی آواز سنائی دی۔ اور لکیر والی سائیڈ ایک خانے کی طرح کھلتی چلی گئی۔ اس خانے کے اندر ایک تھیلیا نظر آ رہا تھا عمران نے تھیلیا نکال کر۔ جب اُسے کھولا تو اس کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔ تھیلے میں بیگ اپ بدلنے والی جھلیاں موجود تھیں۔ عمران نے بڑھی پھرتی سے اس میں سے تین جھلیاں باہر کھینچی۔ تھیلیا واپس رکھ کر اس نے خانہ بند کر دیا۔ اور پھر ایک جھلی اس نے اپنے سر اور چہرے پر چڑھا لی۔ ایک دیوار پر نصب آئینے کے سامنے جا کر اس نے جھلی کو دونوں ہاتھوں سے مسلسل تھپکنا شروع کر دیا۔ چند لمحوں بعد اس کے چہرے کے خدو خال اور رنگ بدل چکا تھا۔ اس نے سر نہ بھی ہی عمل کیا تو بالوں کا سٹائل بھی بدل گیا۔ البتہ ان کا رنگ مدھم ہو گیا تھا۔ اس کے بعد اس نے دوسری جھلی کہہ لٹے کے چہرے پر چڑھا لی اور چند لمحے بعد اس کا چہرہ تھپکنے کے بعد اس کے خدو خال بھی یکسر بدل گئے۔  
"تیسری جھلی کس لئے ہے؟" کہہ لٹے نے پوچھا۔

"یہ ہمارے دوست مار تھم کے لئے ہے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور تیسری جھلی اس نے میز پر بے ہوش

بچ کر کہا۔ اور وہ دونوں بے ستیا شاسا منے نظر آنے والی سڑک کی طرف دوڑتے چلے گئے۔ سڑک پر ٹریفک پورے زور سے رواں دواں تھی۔

مٹرک پر پہنچے ہی کرائے تیزی سے دائیں طرف مڑا اور  
پھر ایک چھوٹے سے کھنڈے کے برآمدے میں داخل ہو کر سٹیڈ  
راہ دارمی میں دوڑتا چلا گیا۔ اس نے عمر ان کو اپنے  
پچھے آنے کا کہہ دیا تھا۔

سائید راہ دارسی کے اختتام پر سپرٹھیاں اویڑ جا رہی تھیں۔ اور وہ دونوں بجلی کی سی تیزی سے سپرٹھیاں چمکتے ہوئے کراٹے آگے آ گئے تھا۔ جب کہ عمران اس کے پیچھے بھاڑ سپرٹھیوں کے اختتام پر ایک دروازہ تھا۔ کراٹے ایک جھنگل سے دروازہ نکل کر اندر داخل ہوا تو کمرے میں موجود ایک نوجوان اچیل کر کسی سے کھڑا ہو گیا۔ وہ ایک چھوٹی ٹی میز کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ "کون ہو تم؟" نوجوان نے پھر تی سے جیب کی طرف ادبڑھاتے ہوئے کہا۔

"خاموش رہو۔۔۔ بربٹی۔۔۔ میں مارٹن کرائے ہوں!"  
کرائے نے تیز مگر شگھما نہ لہجے میں کہا۔

"کراٹے..... مگر....." نوجوان کا ہاتھ اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔ لیکن اس کے چہرے اور آنکھوں میں حیرت کے شدید تاثرات ابھر آئے۔

”جلد ہی کرو۔ ہمیں کسی محفوظ جگہ پر پہنچاؤ۔ دشمن ہمارے

17A

اختتام پر وہ ٹریڈ سنٹر کے مین ہال میں پہنچے۔ اُسی لمحے عمران نے کارک  
برادرن ٹریڈ رز سے ملحقہ دکان کے ساتھ ایک چھوٹا سا دروازہ دیکھ  
لیا۔۔۔ اس دروازے کے اوپر سرخ رنگ میں ایمر جنسی ڈور  
لکھا ہوا تھا۔

”ادھر اس دروازے کی طرف جا۔“ — عمران نے تیز لہجے میں کہا اور پھر وہ دونوں تیزی سے اس ایمر جنسی ڈور کی طرف بڑھ گئے۔ ”کیا ہوا اسے — کیا ہوا؟“ — دو چار افراد نے انہیں روک کر پوچھنے کی کوشش کی۔ ان کا اشارہ کرتے کرتے کہہ رہے تھے: ”ہوئے مار بھگم کی طرف کہا۔“

دورہ پڑ گیا ہے۔ کر لٹے نے تیز لہجے میں کہا۔ اور یہ  
وہ جھپٹ کر اچھر جنبی ڈور سے گزرتے چلے گئے۔ دوسری طرف  
ایک پتلی سی راہ داری تھی۔ اس راہ داری میں دوڑتے  
ہونے وہ عمارت کی عقبی گلی میں پہنچ گئے۔ اُسی لمحے انہیں اپنے  
پیچھے دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ اور کراٹے کے پیچھے  
جاتا ہوا عمران بکلی کی سی تیزی سے مڑا۔ دوسرے لمحے اس کے  
سامنے موجود میئر کے سائینسٹر لگے ریوالور نے شعلہ افگلا۔ اور  
راہ داری میں داخل ہونے والا ریوالور بردار چیخ مار کر پیچھے الٹا اور  
اس کا آدھا دھڑ دروازے کی دوسری طرف اور آدھا راہ داری  
میں پھیل گیا۔ عمران نے ریوالور کی جھلک دیکھتے ہی گولی  
مار دی تھی۔ دوسرے لمحے وہ عقبی گلی مرطے۔  
”بھاگو۔ جلدی سے“ عمران نے گلی میں مرتے ہی

"بھاگو۔ جلدی سے!" — عمران نے گلی میں مڑتے ہی

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اب کیا پروگرام ہے مجھے بتائیے تاکہ میں اس کے انتظامات کروں۔“ کراٹے نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”کسی محفوظ جگہ پر میں اس سے پوچھ گچھ کرنا چاہتا ہوں اور بس۔“ عمران نے سر ملاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔“ کراٹے نے سر ملاتے ہوئے کہا۔ اور پھر

دو میز پر بیٹھے ہوئے ٹیلی فون کی طرف بڑھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ

دو سیوریہ اٹاٹا ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اور کراٹے نے

چونک کر دسیور اٹھالیا۔

”یس۔“ کراٹے نے صرف ایک لفظ پر ہی اکتفا کرتے

ہوئے کہا۔

”برنی بول رہا ہوں باس۔“ چند افراد پاگل کتوں کی طرح

ٹریڈ سنٹر کی عمارت کے گرد بھاگتے پھرتے ہیں۔ لیکن ان میں سے

کوئی بھی ادھر نہیں آیا۔ ویسے میں نے اپنے آدمی سیٹ کر

دیئے ہیں۔ اور باس ایک اطلاع اور ہے۔ ٹریڈ سنٹر کی پارکنگ میں

ہنری کو کوئی مار دی گئی ہے۔ ابھی ابھی مجھے اطلاع ملی ہے۔“

برنی نے کہا۔

”ادہ۔“ تم ایسا کرو کہ ہنری کی لاش وہاں سے اٹھا کر

ہیڈ کوارٹر بھیجنے کا بندوبست کرو۔ میں خود ہی اس کا انتقام لے

لوں گا۔“ کراٹے نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

”یس باس۔“ میں کوشش کروں گا۔“ برنی نے

بیچھے ہیں اور ہوشیار رہنا۔“ کراٹے نے تیز چبے میں کہا۔

”ادہ۔“ آئیے آئیے۔“ برنی نے اچھلتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ تیزی سے اپنے عقب میں موجود ایک الماری کی طرف جھکا۔

اس نے الماری کھول کر اس کے اندر ہاتھ ڈال کر کوئی بٹن دبایا۔ تو

الماری تیزی سے گھوم گئی۔ اب وہاں ایک دروازہ نظر آنے

لگا تھا۔

”باس۔“ اندر چلے جائیے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔“

برنی نے کہا اور کراٹے اور عمران تیزی سے اس دروازے کو پار

کر کے دوسری طرف چلے گئے۔ ان کے کراس کرتے ہی الماری

دوبارہ گھوم گئی۔ اور دروازہ بند ہو گیا۔ اب وہ ایک چھوٹے سے

میں تھے۔ جس کے درمیان میں ایک میز اور چند کرسیاں بیڑی

ہوئی تھیں۔ میز پر ٹیلی فون بھی رکھا ہوا تھا۔ سائینڈ میں ایک

دروازہ نظر آ رہا تھا۔ جس پر ہاتھ کے الفاظ درج تھے۔

”پرنس۔“ اب ہم محفوظ ہو گئے ہیں۔ برنی میرا آدمی ہے

اور اس معاملے میں بے حد ہوشیار ہے وہ سنبھال لے گا۔“

کراٹے نے کندھے پر لدے ہوئے مارٹن کو فرش پر لٹاتے ہوئے کہا۔

اسی لمحے مارٹن کے جسم میں حرکت ہونے لگی۔ وہ شاید اب

ہوش میں آنے لگا تھا۔ عمران تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے بوٹ

کی ٹو ایک بار پھر ہوش میں آتے ہوئے مارٹن کی کندھ پر جما دی۔ اور

مارٹن کا جسم ایک زوردار جھٹکالے کر دوبارہ ساکت ہو گیا۔

”ابھی تمہیں ہوش میں آنے کی ضرورت نہیں ہے دوست۔“

کا نگہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا ہو۔ کچھ عجیب سی آواز مسدوس جوتی نہیں۔  
"ارٹان کر لٹے بول رہا ہوں۔" — کراٹے نے گزشتہ ایجنے  
میں کہا۔

"میس باس — حکم باس۔" — ڈاکٹر کا اچھہ ایک نخت  
دوبانہ ہو گیا۔

"سند۔" — میری بی بی رہائش گاہ پر میری ایک مہمان ہے۔  
میں جو دیا انا — اُسے دہاں سے لے کر پوائنٹ گرین اسپاٹ پر  
پہنچا جاؤ۔ میں تھوڑی دیر میں وہیں آ رہا ہوں۔ اور اپنے  
تغائب کا خاص خیال رکھنا — جو سکتا ہے میری رہائش گاہ  
ن مگرانی ہو رہی ہو۔ تم خفیہ راستے سے کار اندر لے جانا۔ اور سن  
ہو یا نا کو اپنے ساتھ لے کر اُسی راستے سے باہر جانا۔

رٹے نے کہا۔  
"آپ کی رہائش گاہ کی نگہانی۔ کس کی جہاں ہے باس"  
"اگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ریڈ تھری کے آدمی ہو سکتے ہیں۔ بہر حال پوری طرح  
تعمیلاً کرنا۔ اور سنو — دہاں کسی کو نہ بتانا کہ تم میں جو دیا نا  
لے کر کہاں جا رہے ہو۔" — کراٹے نے کہا۔

"میس باس۔" — ایسا ہی ہو گا۔ آپ بے فکر رہیں۔

اگر نے جواب دیا اور کراٹے نے ہاتھ بڑھا کر کریڈٹل دیا دیا۔

اُسی لمحے الماری والہ دروازہ کھلا اور ابرہی ایک باکس اٹھائے  
اور داخل ہوا۔

جواب دیا۔

"اور سنو۔" — میک اپ باکس ہمارے پاس بھیجا دو۔ اس  
کے ساتھ ہی ایک کار بھی کسی محفوظ سمت میں پہنچا دو۔ کراٹے  
نے کہا۔

"میس باس۔" — ابھی سر۔" — لبرٹی نے اس بار پہلے سے  
کہیں زیادہ مستعدی سے جواب دیا اور کراٹے نے سیور رکھ  
دیا۔

"مہتری کے ساتھ شاید انتقامی کارروائی کی گئی ہے؟  
عمران نے کہا۔

"ہاں۔" — اور اب میں ریڈ تھری سے مہتری کا ایسا انتقام  
لوں گا کہ اس کی روح صدیوں تک بھلائی پھرے گی۔  
کراٹے نے انتہائی گزشتہ لہجے میں کہا۔

"اوہ۔" — ریڈ تھری پر مجھے یاد آیا کہ کہیں وہ جو دیا پر ریڈ نہ  
کہہ دے۔ مہتری رہائش گاہ پر یقیناً اس کا کوئی آدمی موجود ہے۔  
جس نے اُسے میرے دہاں سے جانے اور جو دیا کے موجود ہونے کی  
اطلاع دی تھی۔" — عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں۔" — کوئی کالی بھیڑ موجود ہے۔ کراٹے نے سر  
ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے ٹیلی فون کار سیور اٹھالیا۔ اور  
تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"میس۔" — ڈاکٹر سپیکنگ۔" — دوسری طرف سے  
ایک پٹی پٹی سی آواز سنائی دی۔ یوں لگتا تھا جیسے بولنے والے

عمران کی طرف مڑا۔

”پرنس۔۔۔ تم مس جو لیانا کو سمجھا دو کہ وہ میرے آدمی کے ساتھ اطمینان سے چلی جائیں۔“ کراٹے نے عمران سے کہا اور عمران سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے رسیوں کو کراٹے کے ہاتھ سے لے لیا۔ اور پھر اس نے جو لیانا کو مختصر لفظوں میں کہہ دیا کہ وہ کراٹے کے آدمی کے ساتھ آجائے۔ جو لیانا اس سے مزید پوچھ کچھ کرنے کی کوشش کی، لیکن عمران نے اُسے ٹال دیا۔ اور پھر کراٹے نے کرام کو سمجھا دیا کہ ”اگر خفیہ راستے سے کاربے کراٹے گارمس جو لیانا کو اس کے ساتھ بھیج دیا جائے۔“

فون سے فارغ ہونے کے بعد عمران نے پہلے تو اپنے اور کراٹے کے چہرے پر چڑھتی ہوئی جھلیاں اتاریں۔ اور پھر اس نے پہلا میک اپ تصاف کر کے نیامیک اپ کر دیا۔ البتہ اس نے فرش پر پرہے ہوئے مارٹن کے چہرے پر چھلی رہنے دی۔ اس کے بعد کراٹے نے مارٹن کو اٹھا کر کاندھے پر لاد دیا۔ اور عمران نے اس کا جیک اٹھایا اور لبرنی ٹکوبلا کر وہ اس کی رہنمائی میں کیفے کی عقبی سمت سے کاریں پہنچ گئے۔

”باس۔۔۔ ہم نے مہتری کی لاش اڑالی ہے۔ مجھے پولیس والا حربہ۔۔۔ تمنا کرنا پڑا ہے۔“ لبرنی نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ کار کا کیا ہوا۔“ کراٹے نے پوچھا۔  
”کار کیفے کی عقبی سمت میں موجود ہے باس۔“ لبرنی نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ تم باسز بیٹھو اور خیال رکھنا۔“ کراٹے نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور لبرنی عمران کو غور سے دیکھتا ہوا اُسی انداز سے دلے دروازے سے باہر نکل گیا۔ عمران ایک کمرے پر آنکھیں بند کئے خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ لبرنی ٹکے جاتے ہی کراٹے نے دوبارہ نمبر گھولنے شروع کر دیئے۔

”یس۔۔۔ کرام سپیکنگ۔۔۔ چند بار گفتنی بننے کے بعد ایک اور آواز سیور میں سنائی دی۔

”کراٹے بول رہا ہوں کرام۔“ میری مہمان مس جو لیانا کاہان میں۔ کراٹے نے پوچھا۔

”وہ کمرے میں موجود ہیں باس۔“ کرام نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”انہیں فون پر بلاؤ۔“ انہیں کہنا کہ پرنس کی کال ہے۔“ کراٹے نے کہا۔

”بہتر باس۔۔۔ دوسری طرف سے نہ آگیا۔ اور کراٹے

”ادہ۔۔۔۔۔ کس نے یہ حرکت کی ہے۔۔۔۔۔ کون تھے وہ۔۔۔۔۔ پوری تفصیل بتاؤ۔۔۔۔۔ ریڈ ہفیری نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔ کیوں کہ اُسے تفصیل کا تو قطعی علم نہ تھا۔ اُسے تو مارٹم نے صرف اتنا کہا تھا کہ مارٹن کو لٹے کی بجی رہائش گاہ پر اس کے دو بھائیوں کو ہلاک کر رہا ہے اور بس۔

”باس۔۔۔۔۔ مارٹم تھوڑی دیر پہلے کار میں اسکوائر پوائنٹ پہنچے۔ انہوں نے ریڈ بلب کو ہدایات دیں۔ اور خود ادب پر اپنے کمرے میں آرام کرنے چلے گئے۔۔۔۔۔ ریڈ بلب نے مجھے ان کی کار سے بیگ لٹنے کے لئے کہا۔ میں بیگ لے آیا۔ لیکن میں نے وہاں ایک مشکوک آدمی کو دیکھا۔ یہ شخص مارٹن کو لٹے گرد پ کا ہنری تھا۔ میں اُسے پہچانتا تھا۔ چنانچہ میں نے ریڈ بلب کو رپورٹ دی۔ اس نے اس کی نگرانی کرنے کا حکم دے دیا۔۔۔۔۔ پھر ایک سفید رنگ کی کار میں دو افراد وہاں پہنچے۔ ہنری نے انہیں رپورٹ دی۔ وہ سیدھے براؤن کارک شوروم میں پہنچ گئے۔۔۔۔۔ میں نے سیلز گرل کو اشارہ بھی کر دیا۔۔۔۔۔ اور ریڈ بلب کو بھی ان پر اطلاع دے دی۔ چنانچہ اس کے بعد ریڈ بلب انہیں اپنے دفتر میں لے گیا۔ میں بدستور باہر نگرانی پر رہا۔ تھوڑی دیر بعد وہاں ویسے ہی شوروم پہنچا۔ تاکہ ان دونوں کے متعلق معلوم کر دوں کہ اُسی لمحے امیر حفی گھنٹیاں بج اٹھیں۔ سیلز گرل ریڈ بلب کے کمرے کی طرف دوڑی۔۔۔۔۔ اور میں نے انہی دو افراد کو لکڑی کا نڈھے پر اٹھائے امیر حفی ڈور سے بھاگتے دیکھا۔ میں ان

کمرے میں موجود لمبے ترنگے نوجوان نے میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بجتے ہی رسیور اٹھالیا۔

”یس۔۔۔۔۔ ریڈ ہفیری۔۔۔۔۔ نوجوان کے لہجے میں شک سا محکم تھا۔

”جارج بول رہا ہوں باس۔۔۔۔۔ اسکوائر پوائنٹ سے۔ غضب ہو گیا ہے باس۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ بے حد جوشیلا تھا۔

”کیا ہوا۔۔۔۔۔ ریڈ ہفیری نے جارج کا لہجہ سنتے ہی بڑی طرح چونک کر پوچھا۔

”باس۔۔۔۔۔ ریڈ بلب کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے اور باس مارٹم کو اغوا کر لیا گیا ہے۔ میں نے اس کے جواب میں ان کے ساتھی کو گولی مار دی ہے۔۔۔۔۔ جارج نے جواب دیا۔



کے چھپے پکا۔ لیکن ان میں سے ایک نے مجھ پر فائر کر دیا جو میرے  
کنڈھے پر لگا اور میں گر گیا۔۔۔ بعد میں اٹھ کر میں ان کے چھپے  
بھاگ گیا لیکن وہ سڑک پر جا کر غائب ہو گئے۔ چنانچہ میں واپس ہنری  
کی طرف آیا۔ ہمارے گرد پ کے دوسرے افراد بھی عمارت کے گرد  
پھیل گئے۔۔۔ ہنری شاید فرار ہو رہا تھا کہ میں نے اُسے روکنے  
کی کوشش کی۔ اس نے مجھ پر فائر کیا لیکن میں بچ گیا۔ البتہ میرے  
جوانی فائر پر وہ مارا گیا۔۔۔ میں واپس ریڈ بلب کے دفتر آیا  
تو ریڈ بلب کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ میں مارٹن کے کمرے میں  
گیا تو وہاں سے مارٹن باس غائب تھا اور اس کا بیگ بھی۔۔۔ ادھر  
بیگ میں نے ان دو افراد میں سے ایک کے ہاتھ میں دیکھا تھا۔  
اور اُسی بیگ والے نے مجھ پر گولی چلائی تھی۔ میں نے فوراً  
طور پر کندھے کی اپنے طور پر سرخم پٹی کی اور اب آپ کو اطلاع دے  
رہا ہوں۔۔۔ جارج نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔  
”ادھر۔۔۔ مارٹن کے اغوا والا مسٹر ٹیڑھا ہے۔ مارٹن  
ہیڈ کوارٹر کا آدمی ہے۔ چیف باس تو ہمیں زندہ جلادے گا۔  
سڑک پر جا کر وہ اتنی جلدی کیسے غائب ہو سکتے ہیں۔۔۔ وہ  
یقیناً کہیں قریب چھپ گئے ہوں گے۔“ ریڈ ہنری نے  
انتہائی تشویش بھرے لہجے میں کہا۔  
”باس۔۔۔ میں نے ایک اندازہ لگایا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ  
غلط بھی ہو۔ لیکن اس کی تصدیق کے لئے آپ کی اجازت ضروری  
ہے۔“ جارج نے کہا۔

”کیا اندازہ لگایا ہے۔۔۔ جلد ہی بتاؤ۔“ ریڈ ہنری  
نے بے چین لہجے میں پوچھا۔  
”باس۔۔۔ عقی سڑک کے ساتھ ہی کیفے لبرٹی ہے جس  
کا مالک لبرٹی مارٹن کر لے کر وہ پ کا خاص آدمی ہے۔ میرے خیال  
میں یہ لوگ وہیں چھپے ہوئے ہیں۔ میں نے اس کی نگرانی کے  
لئے آدمی لگا دیئے ہیں۔ لیکن براہ راست ٹھکانہ کے لئے آپ کی  
اجازت کی ضرورت ہے۔“ جارج نے کہا۔  
”ادھر۔۔۔ یقیناً وہ وہیں ہوں گے تم ان کی نگرانی کرو۔ میں  
خود وہیں آ رہا ہوں۔“ ریڈ ہنری نے کہا اور رسیور کرپٹل  
پر کھڑے ہو کر وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے امارتی میں لٹکا  
ہوا کوٹ اتار کر پہنا اور پھر بیردنی دروازے سے نکل کر وہ تقریباً  
دوڑتا ہوا پورچ میں آیا۔۔۔ اور چند لمحوں بعد اس کی سرخ رنگ  
کی کار انتہائی تیز رفتاری سے برٹن اسکوٹر کی طرف بڑھنے لگا۔  
دس منٹ بعد وہ برٹن اسکوٹر میں ٹریڈ سنٹر کی عمارت کے  
سامنے پہنچ گیا۔ اس نے کار ایک طرف روکی اور نیچے اتر  
آیا۔ اُسی لمحے ایک طرف سے جارج تیز تیز قدم اٹھاتا اس کی طرف  
بڑھا۔ اس کے ایک کاندھے پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔  
”کیا ہوا۔۔۔ کوئی وہاں سے نکلا تو نہیں۔“ ریڈ ہنری  
نے گرجت لہجے میں کہا۔  
”نہیں باس۔“ جارج نے سر ہلاتے ہوئے  
بڑا ب دیا۔

اندرا آتے دیکھ کر تیزی سے کیسٹ ریکارڈر کا بٹن آف کیا۔ اور اپیل کر کھڑا ہو گیا۔

”خبردار۔۔۔ اگر کوئی حرکت کی تو گولیوں سے بھون دوں گا۔“ ریڈ تھری نے غراتے ہوئے کہا۔ جارج کے ہاتھ میں بھی ریوا لور تھا۔

”تم۔۔۔ ریڈ تھری۔۔۔ یہاں۔۔۔ تم یہاں کیوں آئے ہو۔“ برٹی نے برا سامنے بناتے ہوئے کہا۔

”بتاؤ۔۔۔ جو دو افراد تمہارے پاس پہنچے ہیں جنہوں نے ایک آدمی کو اٹھایا ہوا تھا وہ کہاں ہیں۔“ ریڈ تھری نے کڑخت لہجے میں کہا۔

”میری جیب میں ہیں۔۔۔ نکال لو۔۔۔“ برٹی نے بڑا سامنے بناتے ہوئے کہا۔

اور ریڈ تھری اس کا جواب سنتے ہی غصے سے بھرا ہوا تیزی سے آگے بڑھا۔ اسی لمحے برٹی نے بجلی کی سی تیزی سے سائیڈ ہولسٹر سے ریوا لور کھینچنے کی کوشش کی۔ مگر اس کی طرف بڑھتے ہوئے ریڈ تھری نے ٹھیکہ دبا دیا۔۔۔ اور برٹی چیخ مار کر پیچھے کی طرف الٹا اور پھر کرسی سمیت فرش پر جا گرا۔ گولی اس کے سینے میں لگی تھی۔ ریڈ تھری بجلی کی سی تیزی سے میز کی سائیڈ سے گھوم کر اس کے سر پر پہنچ گیا۔

اور اس نے اس کے زخموں پر دھواں اگلتے ریوا لور کی نال رکھ دی۔

”بتاؤ۔۔۔ وہ کہاں ہیں۔“ ریڈ تھری نے غراتے ہوئے

”وہ ہنری کی لاشیں کہاں ہے۔ جسے تم نے مارا تھا۔“

ریڈ تھری نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”اُسے پولیس لے گئی ہے باس۔“ جارج نے جواب

دیا۔

”پولیس۔۔۔ پولیس کو کس نے بلایا ہے۔“ ریڈ تھری

نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”کسی نے نہیں۔۔۔ شاید ارد گرد کے کسی آدمی نے نازکا

آواز سن کر فون کیا ہو۔ بہر حال ایک دگین میں وہ آئے۔ انہوں نے

معمولی سی پوچھ گچھ کی اور پھر ہنری کی لاش لے کر چلے گئے۔

جارج نے جواب دیا۔

”آؤ میرے ساتھ۔۔۔ میں ذرا برٹی کو دیکھ لوں۔“

ریڈ تھری نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے پارکنگ

گیٹ سے باہر نکلا اور عمارت کے گرد گھومتا ہوا اس کی سائیڈ

پر آ گیا۔۔۔ جہاں ٹریڈ سنٹر لے بعد ایک نکلی تھی اور اس نے

ہی کیفے برٹی موجود تھا۔ جارج ریڈ تھری کے پیچھے تھا۔ پھر وہ دونوں

سیڑھیاں چڑھتے ہوئے برٹی کے دفتر کے دروازے پر پہنچ گئے

ریڈ تھری نے جیب سے ریوا لور نکالا۔۔۔ اور پوری قوت سے

دروازے کو لات ماری۔ دروازہ ایک دھماکے سے کھلتا چلا

گیا اور ریڈ تھری اندر داخل ہو گیا۔۔۔ سامنے میز کے پیچھے

برٹی بیٹھا ہوا تھا۔ میز پر ایک کیسٹ ریکارڈر چل رہا تھا اور اس

میں سے کراٹے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ برٹی نے انہیں

کہا۔ مگر لبرٹی کا جسم ایک دوسرے کے لئے کامیاب اور پھر وہ جس پر  
گیا۔ دل میں ترازو ہو جانے والی گولی نے اُسے ایک لفظ بولنے  
کی بھی مہلت نہ دی تھی۔

ریڈ تھری طویل سانس لیتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے ادھر  
ادھر دیکھا اور پھر میز پر پڑا ہوا کیسٹ ریکارڈز اٹھا کر وہ تیزی سے  
بیرونی دروازے کی طرف پلٹ پڑا۔ گو یہ کمرہ علیحدہ تھا، لیکن  
اُسے معلوم تھا کہ کسی بھی لمحے لبرٹی کا کوئی آدمی وہاں آسکتا ہے۔  
اور پھر ان کے لئے آسانی سے یہاں سے نکلنا ممکن نہ ہوگا۔ کیسٹ  
ریکارڈز پر چوں کہ وہ کرائے کی آواز سن چکا تھا۔ اس لئے اس  
نے کیسٹ ریکارڈز اٹھا لیا تھا۔ اور پھر دروازے سے نکل کر وہ  
تیزی سے سیڑھیاں اترتے نیچے سڑک پر آگئے۔ چند لمحوں  
بعد ہی ریڈ تھری واپس اپنی کار میں پہنچ چکا تھا۔

”تم ہیڈ کو آرڈر پہنچو۔ میں وہیں نہیں مزید ہدایات دوں  
گا۔“ ریڈ تھری نے کہا اور کار آگے بڑھا دی۔ وہ خاصی  
تیز رفتاری سے کار چلاتا ہوا واپس اپنے ہیڈ کو آرڈر پہنچا۔ اور پھر  
کار پورچ میں چھوڑ کر وہ سیدھا اپنے مخصوص کمرے میں آیا۔ وہاں  
پہنچتے ہی اس نے کیسٹ ریکارڈز چلا دیا۔ اس سے پہلے اس  
نے کچھ علی ہوتی ٹیپ کو بیک کر لیا تھا۔ وہ خاموش بیٹھا سنتا رہا۔ یہ  
کرائے کی فون پر گفتگو کا ٹیپ تھا۔ اب وہ سمجھ گیا کہ مار تھم کو لے  
جانے والا خود کرائے تھا۔ اور اس نے لبرٹی کے فون سے اپنے  
ہیڈ کو آرڈر بات کی جو لبرٹی نے خفیہ طور پر ٹیپ کر لی اور اب وہ

بیٹھا۔ اس نے ایک طویل سانس لے کر کیسٹ ریکارڈز بند کر دیے۔ اس  
سے یہ مداوم ہو گیا تھا کہ کمرے کے لئے اس سانس نثر ادھرت کو خفیہ طور  
پر پوائنٹ گرین اسپاٹ پر بلایا ہے۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ  
مار تھم کو لے کر بھی وہیں پہنچا ہوگا۔ لیکن اب مسئلہ یہ تھا کہ  
پوائنٹ گرین اسپاٹ کہاں ہے۔  
ریڈ تھری نے میز پر پڑے ہوئے انٹرکام کارڈ پر اٹھا کر ایک  
بن دیا۔

”سیس باس۔“ — دوسری طرف سے ایک نسوانی آواز  
سنائی دی۔

”کرنیک کو میرے پاس بھیجو۔ فوراً۔“ ریڈ تھری نے  
تنگمانہ لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک ادھیڑ عمر آدمی اندر داخل  
ہوا۔ اس نے بڑے مؤدبانہ انداز میں ریڈ تھری کو سلام کیا۔

”ہیٹھو کرنیک۔“ ریڈ تھری نے سخت لہجے میں کہا۔ اور  
کرنیک خاموشی سے میز کے سامنے بڑھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔

اس کے چہرے پر ہلکے سے خوف کے تاثرات موجود تھے۔  
”مارش کرائے کے متعلق تمہاری معلومات کتنی ہیں؟“

ریڈ تھری نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔  
”اس کی مکمل فائل میرے پاس موجود ہے باس۔“ کرنیک

نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔



ہوا تھا۔ تاکہ وہ ان گمروپوں کی تازہ ترین سرگرمیوں سے واقف رہے۔

”کوٹھی نمبر بارہ۔ گرین اسکوائر“ کرنیک نے فائل کھول کر اُسے ریڈ تھری کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ ساتھ ہی اس عمارت کا پورا نقشہ بھی فائل میں موجود تھا۔ ریڈ تھری غور سے اس نقشے کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے فائل بند کی اور کمرے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”ٹھیک ہے۔ جاؤ۔“ ریڈ تھری نے کرنیک سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور کرنیک فائل اٹھا کر تیزی سے واپس چلا گیا۔ ریڈ تھری نے عقبی الماری کھولی اور اس کے ایک خفیہ خانے سے دو لمبی لمبی تھیلیاں جو پلاسٹک کے لفافے میں بند تھیں اٹھا کر اپنے کوٹ کی جیب میں رکھیں۔ اور پھر تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے انداز میں بے پناہ پھرتی اور چستی تھی۔ مختلف راہ داریوں سے گزر کر جب وہ پورچ میں پہنچا۔ تو وہاں دو بڑی جلیپیں موجود تھیں۔ جن کا رنگ سرخ تھا۔ سرخ رنگ کی جلیپیں مرڈر سیکشن کے لئے مخصوص تھیں۔ جلیپوں کے ساتھ لمبے تڑنگے، صحت مند اور سفاک چہروں والے دس افراد جو کئے انداز میں کھڑے تھے۔ ان سب کے ہاتھوں میں جدید مشین گنیں تھیں۔ ایک دیو قامت آدمی ان سے آگے کھڑا تھا۔ اس نے سیاہ رنگ کا چست لباس پہن رکھا تھا۔ صرف کالر کا رنگ سرخ تھا۔

”مجھے اس گروپ کے پوائنٹ گرین اسپاٹ کے متعلق معلومات چاہئیں۔“ ریڈ تھری نے کہا۔

”ادھ۔“ پوائنٹ گرین اسپاٹ۔ یہ گرین اسکوائر میں واقع ایک کوٹھی ہے جسے مارٹن گروپ خاص خاص مواقع پر استعمال کرتا ہے۔ اس کا نمبر اور نقشہ فائل میں موجود ہے۔“ کرنیک نے جواب دیا۔

”جاؤ۔“ لے آؤ۔“ مگر جلدی۔“ ریڈ تھری نے کہا۔ اور کرنیک اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے باہر جاتے ہی ریڈ تھری نے ایک بار پھر انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور ایک نمبر دیا۔

”یس باس۔“ وہی نسوانی آواز دوبارہ سنائی دی۔

”شو اگر کو کہو کہ مرڈر سیکشن سے دس آدمی ہر قسم کے اسلحہ سمیت تیار رکھے۔ ریڈ کرنا ہے۔“ میں ہتھوڑی دیر میں پہنچ رہا ہوں۔“ ریڈ تھری نے تنکمانہ لہجے میں کہا۔

”یس باس۔“ دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور ریڈ تھری نے رسیور رکھ دیا۔

چند لمحوں بعد کرنیک واپس آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک موٹی سی فائل تھی۔ جس پر واضح الفاظ میں مارٹن گروپ لکھا ہوا تھا۔ ریڈ تھری نے اپنے ہیڈ کوارٹر میں اس سلسلے میں ایک علیحدہ سیکشن بنایا ہوا تھا۔ جس کا انچارج کرنیک تھا۔ فاریک میں جتنی بھی قابل ذکر مجرم تنظیمیں ہیں۔ ریڈ تھری نے سب کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے پورا سبیل بنایا

”شو اگر۔۔۔۔۔ ریڈ تھری نے اس سیاہ پوش کے قریب جلتے ہوئے کہا۔

”یس باس۔۔۔۔۔ اس سیاہ پوش نے موڈ بانہ مگر مستعد لہجے میں کہا۔

”تم نے مارٹن کراٹے گروپ کے ایک اڈے پوائنٹ گرین ایسا پرحملہ کرنا ہے۔ اور وہاں سے ہیڈ کوارٹر کا ایک آدمی مارتم باس کو چھڑا کر لے آنا ہے۔ باقی وہاں جو نظر آئے اُسے بھون ڈالنا۔ ریڈ تھری نے شو اگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یس باس۔۔۔۔۔ حکم کی تمہیں ہوگی۔ یہ پوائنٹ ہے کہاں؟ شو اگر نے بڑے مطمئن لہجے میں پوچھا۔

”کوٹھی نمبر بارہ۔۔۔۔۔ گرین اسکوائر۔۔۔۔۔ ریڈ تھری نے کہا۔

”ٹھیک ہے باس۔۔۔۔۔ آپ آرام فرمائیں۔۔۔۔۔ حکم کی تعمیل ہو جائے گی۔ شو اگر نے واپس مڑتے ہوئے کہا۔

”سنو۔۔۔۔۔ تم مارتم کو جانتے ہو؟۔۔۔۔۔ ریڈ تھری نے کراخت لہجے میں پوچھا۔

”اوہ۔۔۔۔۔ سو رمی باس۔۔۔۔۔ اس کے متعلق پوچھنا تو مجھے خیال ہی نہ رہا تھا۔ شو اگر نے مڑ کر معذرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

”تمہارا یہ موٹا دماغ بعض اوقات بڑی پریشانیاں پیدا کر دیتا ہے۔۔۔۔۔ میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ تم اصل مارتم کو قتل کر ڈالو اور کسی غلط آدمی کو اٹھا کر یہاں لے

آؤ۔۔۔۔۔ ریڈ تھری نے غصیلے انداز میں پٹکار تے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے باس۔۔۔۔۔ شو اگر نے۔۔۔۔۔ موڈ بانہ لہجے میں جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے پیچھے کھڑے ہوئے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا۔۔۔۔۔ اور وہ سب پھرتی سے چیمپوں میں سوار ہونے لگے۔ پہلی جہیز میں شو اگر اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ ریڈ تھری بھی سوار ہو گیا اور دونوں جہیزیں ہیڈ کوارٹر سے باہر نکل کر آندھی اور طوفان کی طرح گرین اسکوائر کی طرف بڑھنے لگیں۔



”یہ درست ہے۔۔۔ چیف باس نے انہیں گرفتار کر لیا ہے۔  
اور یہ سب کچھ انہوں نے خود بتایا ہے۔ تم جانتے ہو کہ چیف باس تک  
پہنچنے والی رپورٹ غلط نہیں ہو سکتی۔“ — عمران نے عزتے  
ہوئے کہا۔

”مم۔۔۔ مم۔۔۔ میں نے کچھ نہیں بتایا۔ میری توان سے  
حکایت بھی نہیں ہوئی۔ یہ جھوٹ ہے۔ یہ غلط ہے۔ میں  
بے قصور ہوں۔“ — مارٹم نے سر پیٹتے ہوئے جواب دیا۔ اس  
کا پورا جسم اب خوف سے لرز رہا تھا۔

”دیکھو۔۔۔ اب بھی سچ سچ بتا دو۔ میں چیف باس کو مختلف  
رپورٹ دے دوں گا۔ ورنہ تم جانتے ہو تمہارا کیا حشر ہوگا۔ اب  
بھی وقت ہے۔“ — عمران نے اس بار قدرے نرم لہجے  
میں کہا۔

”میں نے کچھ نہیں بتایا۔ یقین کر دو میں نے کچھ نہیں بتایا۔  
میں بتا بھی نہیں سکتا۔ چیف باس کو خود سوچنا چاہیے کہ مارٹم  
کبھی غدار سی نہیں کر سکتا۔“ — مارٹم نے ڈوبتے ہوئے لہجے  
میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ تم نے ایسا براہ راست نہ کیا ہو۔ لیکن  
تم نے کوئی اشارہ کر دیا ہو۔ کسی اور کو بتا دیا ہو۔ اور وہ  
سے وہ یہ راز لے اڑے ہوں۔“ — عمران نے پیترہ بدلتے  
ہوئے کہا۔

لیکن افسی لمحے مارٹم کی نظریں عمران کے پیچھے پیٹھی ہوئی جو لیا پر

مارٹم کا ذہن شاید اتنی واضح بات سن کر ایک بار پھر ماؤف ہو  
گیا۔ عمران نے توندھیرے میں تیر چلایا تھا۔ لیکن اس کا یہ  
نفیاتی حربہ خاصا کامیاب رہا تھا۔

”سراسر انسان کی ایک قیمت ہوتی ہے مارٹم۔ اور شاید تم  
نے اپنی قیمت وصول کر لی ہو۔ لیکن اب تمہیں اس کے بدلے اپنی  
جان کی قیمت دینی ہوگی۔“ — عمران کا لہجہ اور زیادہ کمرخت  
ہو گیا۔

”اوہ۔۔۔ یہ غلط ہے۔۔۔ سراسر غلط۔۔۔ میں نے کسی  
کو کچھ نہیں بتایا۔ میں اتنا بڑا سیکرٹ کیسے بتا سکتا ہوں۔ اوہ  
یہ غلط ہے۔“ — مارٹم نے بے اختیار سر راتے ہوئے کہا۔  
اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔

”پھر انہیں کیسے پتہ چل گیا۔ تمہیں معلوم ہے کہ وہ لوگ ان غاروں  
میں پہنچ گئے ہیں اور انہوں نے وہ دلدل بھی ڈھونڈ نکالی ہے۔“  
عمران نے ایک اور وار کیا۔

”نہیں۔۔۔ یہ ناممکن ہے۔ ساتویں غار کی دلدل تک کوئی  
نہیں پہنچ سکتا۔ ایسا ناممکن ہے۔۔۔ قطعی ناممکن ہے۔ دلدل تک  
پہنچنا تو ایک طرف۔۔۔ ساتویں غار میں کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔  
الٹرا وٹرن نظام میں کبھی بھی داخل نہیں ہو سکتی۔“ — مارٹم نے  
انتہائی گھبرائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ اس کی آنکھوں میں اب  
انتہائی خوف کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ اور ذہنی طور پر  
وہ بالکل ماؤف ہو چکا تھا۔





ہلکی ہلکی لرزشیں شروع ہوئیں۔ عمران کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ وہ اس کے جسم کی لرزش سے ہی سمجھ گیا تھا کہ مارہتمہ کی قوت ارادی کمزور پڑتی جا رہی ہے اور نہ چاہتے ہوئے ہی موت اس کا خوف اس کے اعصاب پر طاری ہوتا جا رہا ہے۔ گو یہ طریقہ نامعیا پر انا تھا۔ لیکن عمران جانتا تھا کہ یہ طریقہ سونی صمد کا میاں رہتا ہے۔ انسان کا ذہن چاہے یا نہ چاہے اس کے اعصاب لامحالہ جواب دے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس بار جب اس نے پانچ کا ہندسہ ادا کیا تو مارہتمہ کا جسم خود بخود مسکڑ گیا۔ ٹریگر دبے کی آواز سنائی دی اور کشک کی آواز ابھری۔ دوسرا چیمبر بھی خالی تھا۔ اور اس بار مارہتمہ کے حلق سے پہلے سے زیادہ طویل سانس نکلا۔ اور عمران نے ایک بار پھر گنتی شروع کر دی۔ لیکن اب گنتی کی رفتار خاصی آہستہ تھی۔ اور مارہتمہ کے چہرے پر پسینہ بھوٹ اٹھا۔ اس کی آنکھوں میں پہلی بار خوف کے تاثرات ابھرتے تھے۔ اس کے اعصاب تیزی سے جواب دیتے جا رہے تھے۔ عمران کی گنتی جاری تھی۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ پانچ پر پہنچا۔ اچانک کمرے میں موجود ٹیلی فون کی گھنٹی تیز آواز سے بج اٹھی۔ اور اس گھنٹی کے بجتے ہی پورے کمرے پر چھایا ہوا سحر انگیز تاثر ایک لخت ٹوٹ گیا۔ مارہتمہ کے چہرے پر ابھرنے والا خوف یک لخت سختی میں بدل گیا۔

”بڑا بے وقت بولا ہے یہ ش۔۔۔ عمران نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کا یہ کارگر نفسیاتی حربہ کم از کم فوری

جھکا رہا بھرتے ہوئے کہا۔  
عمران نے جیب سے ریو الورنکالا۔ اور اس کا میگزین کھول کر اس نے اس میں بھری ہوئی گولیاں نکال کر اس نے جیب میں ڈالیں۔ اور پھر ایک گولی اس نے چیمبر کے ایک خانے میں ڈالی اور چیمبر کو بند کر کے اچھی طرح گھما دیا۔  
”سنو۔۔۔ چیمبر میں چھ خانے ہیں اور گولی ایک ہے یعنی پانچ چانس بھی تمہارے پاس ہو سکتے ہیں اور ایک بھی نہیں ہو سکتا۔۔۔ میں صرف پانچ تک گنوں گا۔ اس کے بعد ٹریگر دبا دوں گا۔ اب تمہاری قسمت کہ تمہیں چانس مل جائے یا تمہاری کھوپڑی ہزار ٹکڑوں میں تبدیل ہو جائے۔“ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا اور ریو الورنکالا کی نال مارہتمہ کی کنپٹی کے ساتھ لگا کر گنتی شروع کر دی۔  
”جو مرضی آئے کرو۔“ مارہتمہ نے کہا۔ اس کے لہجے میں بے پناہ مضبوطی تھی۔

”ایک۔۔۔ دو۔۔۔ تین۔۔۔ چار۔۔۔ پانچ۔۔۔“  
عمران نے گنتی گنتے ہوئے کہا۔ اور جیسے ہی اس کے منہ سے پانچ کا ہندسہ نکلا۔ مارہتمہ کے جسم کو بے اختیار ایک جھٹکا سا لگا۔ دوسرے لمحے عمران نے ٹریگر دبا دیا۔ کشک کی آواز سنائی دی۔ چیمبر خالی تھا۔ مارہتمہ نے نہ چاہتے ہوئے بھی ایک طویل سانس لیا۔ اور عمران نے بغیر کوئی لفظ کہے دوبارہ گنتی شروع کر دی۔ اس بار جب وہ تین پر پہنچا تو مارہتمہ کے جسم میں

طور پر ناکام ہو چکا ہے۔

کمرائے نے شرمندہ سے انداز میں ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔  
 ”یس۔۔۔ کمرائے نے تلخ لہجے میں کہا۔

”باس۔۔۔ میں کرام بول رہا ہوں۔ ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ لبرٹی کو اس کے کمرے میں گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے۔ قاتلوں کے متعلق کوئی اطلاع نہیں ملی۔ لیکن یہ اطلاع بھی ملی ہے کہ وہ اپنے کمرے میں بیٹھا کوئی ٹیپ سن رہا تھا۔ لیکن اب وہ ٹیپ ریکارڈ اور ٹیپ بھی غائب ہیں۔۔۔ دوسری طرف سے کرام نے تیز تیز لہجے میں کہا۔  
 ”ٹیپ۔۔۔ کیسی ٹیپ۔۔۔ کمرائے نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے

کہا۔  
 ”اس کا تو مجھے علم نہیں۔ لیکن جس ویڑنے یہ اطلاع دی ہے۔ اس نے بتایا تھا کہ وہ جب آخری بار لبرٹی کے کمرے میں گیا تھا۔ تو لبرٹی ٹیپ سن رہا تھا۔۔۔ اس نے فوراً ٹیپ بند کر دیا تھا۔ لیکن اس نے اس میں چیف باس کی آواز سن لی تھی۔ یعنی آپ کی باس۔۔۔ کرام نے جواب دیا۔ اور عمران جو کمرائے کے قریب پہنچ چکا تھا۔ کرام کی یہ بات سن کر بڑی طرح چونک پڑا۔ اس نے کمرائے کو رسیور رکھنے کا اشارہ کیا۔ اور کمرائے نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے اور۔۔۔ کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

”یہاں سے کوئی خفیہ راستہ ہے۔“ عمران نے تیز لہجے

”خفیہ راستہ۔۔۔ کیوں۔۔۔ کمرائے نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ مگر اس سے پہلے کہ عمران اس کی بات کا جواب دیتا۔ اچانک باہر دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ یوں لگتا تھا جیسے دس بارہ افراد دوڑ رہے ہوں۔ عمران یہ آوازیں سنتے ہی بجلی کی سی تیزی سے اپنی جگہ سے اچھلا اور اس نے دوڑ کر کمرے کے اکلوتے دروازے کی چٹخنی اندر سے چڑھادی۔  
 اُسی لمحے دروازے پر دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی

دی۔  
 ”اس کمرے میں اقلینا کوئی ہوگا۔ اس کا دروازہ اندر سے بند ہے۔ دروازے کے باہر سے آواز سنائی دی۔

”ریڈ تھرمی۔۔۔ میں اندر ہوں۔ مار تھم۔  
 اچانک مار تھم نے زور سے چیختے ہوئے کہا۔ وہ شاید باہر سے آنے والی آواز پہچان گیا تھا۔ اور اُسی لمحے عمران ایک جھٹکے سے مڑا۔ اور اس نے بھاگ کر مار تھم کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔  
 ”اڑا دو دروازے کو لم سے۔ اڑا دو۔“ باہر سے اُسی لمحے ریڈ تھرمی کی چیختی ہوئی آواز نکلی۔

”ریڈ تھرمی۔۔۔ ایسا نہ کرنا۔ ورنہ میں مارا جاؤں گا۔ میں دروازے کے سامنے موجود ہوں۔“ اچانک عمران نے چیختے ہوئے کہا۔  
 وہ مار تھم کی آواز میں بولا تھا۔ مار تھم نے اپنا منہ چھڑانے کی

”کیا وعدہ کرتے ہو۔۔۔ مارو گے تو نہیں؟“ عمران اس بار اپنی اصل آواز میں بولا۔ اس کے لہجے میں خوف تھا۔ البتہ اس نے مار بھگنے کا منہ اُسی طرح مضبوطی سے بند کیا ہوا تھا۔

”ہاں۔۔۔ میں بچتہ وعدہ کرتا ہوں۔ یقین کرو۔ ریڈ تھری وعدہ کرتا ہے۔ اُسے ہر حال میں پورا کرتا ہے۔“ ریڈ تھری کی آواز سنائی دی۔

”اس کے پاس ریوایو رہے۔ ہوشیار۔“ اچانک عمران نے مار بھگنے کے لہجے میں یوں بھنجے بھنجے لہجے میں کہا جیسے اچانک اس سے اپنا منہ چھڑا لیا ہو جسے اس فقرے کے بعد دوبارہ بند کر دیا گیا ہو۔

”تو سنو۔۔۔ میں دروازہ کھولتا ہوں۔ مگر میری شرط ہے کہ تم یہاں اکیلے رہو۔ باقی آدمیوں کو دور بھیج دو۔ تمہارے الفاظ بتا رہے ہیں کہ تم خود گولی نہیں مارو گے وعدے کے مطابق۔ مگر تمہارے آدمی گولی مار دیں گے۔“ عمران نے ہنسے اور ڈرے ہوئے لہجے میں کہا۔

”تم دروازہ کھولو۔۔۔ ورنہ میں دروازے کو بم سے اڑا دوں گا۔“ ریڈ تھری نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”تو ٹھیک ہے۔ مارو بم۔ میں تو مروں گا ہی۔ تمہارا پاس بھی سا تھک ہی مرے گا۔ اور ویسے بھی میں اس کی پینٹی میں گولی مار سکتا ہوں۔“ عمران نے اس بار قدرے لاپرواہ سے لہجے میں کہا۔

کوشش کی۔ لیکن ظاہر ہے۔ ایک تو اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ اور دوسرا اس کا منہ بند کرنے والا ہاتھ عمران کا تھا۔ کراٹے اور جویا اپنی کرسیوں سے اٹھ کھڑے تھے۔ کراٹے کے چہرے پر خوف کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”رک جاؤ۔۔۔ رک جاؤ۔۔۔ اچانک باہر سے ریڈ تھری کی آواز سنائی دی۔

”باس۔۔۔ اندر کیا پوزیشن ہے۔۔۔ جلدی بتاؤ۔“ ریڈ تھری کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

”اندر صرف ایک آدمی ہے۔ پاکیشیائی۔ وہ میرے پیچھے کمرہ ہے۔ انہوں نے مجھے باندھ رکھا ہے۔ گولی بھی نہ پیلانا۔“ عمران نے مار بھگنے کے لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اس نے فقرے کے آخر میں یوں بھنجی بھنجی آواز نکالی جیسے اُسے بولنے سے زبردست روکا جا رہا ہو۔

”وہ کراٹے اور وہ لڑکی کہاں ہیں؟“ ریڈ تھری نے باہر سے پوچھا۔

”مم۔۔۔ مم۔۔۔“ عمران نے کہا اور پھر وہ یوں اچانک بولا۔ جیسے اس نے جبراً اپنا منہ چھڑا لیا ہو۔ ”مجھے نہیں معلوم۔“

”سنو ایشیائی۔۔۔ تم اب بچ کر نہیں جا سکتے۔ ہم پوری کوشش اڑا دیں گے۔ بہتر یہی ہے کہ تم دروازہ کھول کر ہاتھ اٹھاؤ۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں گولی نہیں ماروں گا۔“ ریڈ تھری نے باہر سے چیختے ہوئے کہا۔

کمرائے اور جولیا ایک طرف خاموش کھڑے یہ عجیب و غریب  
ڈرامہ دیکھ رہے تھے۔ جولیا کے چہرے پر تو نارمل تاثرات تھے۔  
کیوں کہ وہ عمران کی صلاحیتوں کو اچھی طرح جانتی تھی۔ — لیکن  
کمرائے کے چہرے پر شدید ترین حیرت کے تاثرات نمایاں تھے۔

ایک ہاتھ جیب میں گیا تھا۔ کہ اچانک ریڈ تھری فوٹو گراف پینے کی طرح اپنی جگہ سے لپکا۔ اور اس نے بے انتہا پھرتی سے کرائے کو اچھال کر عمران پر دے مارا۔ مگر اس کے ساتھ ہی ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی ریڈ تھری پینچیا ہوا فرش پر گر گیا۔ عمران کرائے کے اپنے اوپر آتے ہی تیزی سے ایک طرف ہٹا تھا۔ اور کرائے پوری قوت سے لوہے کے مضبوط دروازے سے ٹکرا کر نیچے گر ا تھا۔ لیکن دھماکے کی آواز اور ریڈ تھری کے نیچے گرنے کے دھماکے اور چخنے نے ان دونوں کو چونکا دیا۔ جو لیا کے ہاتھ میں ریو الو نظر آ رہا تھا۔ اور اس ریو الو کی نال سے دھواں نکل رہا تھا۔

”اس نے جیب سے ریو الو نکال لیا تھا۔“ جولیا نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔ اور عمران نے دیکھا کہ ریڈ تھری کے ایک ہاتھ میں چھوٹا سا ریو الو اب بھی موجود تھا۔ واقعی ریڈ تھری نے انتہائی پھرتی سے کام لیا تھا۔ اگر جولیا اس پر بردقت فائر نہ کر دیتی تو عمران یقیناً اس کی گولی کا نشانہ بن جاتا۔ کیوں کہ ظاہر ہے۔ ایک طرف پینے کی وجہ سے اس کی فوری توجہ ریڈ تھری سے ہٹ گئی تھی۔ اور شاید یہی ریڈ تھری کا داؤ تھا۔ اُسی لمحے راہداری میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ اور ان آوازوں کے سنتے ہی عمران بجلی کی سی تیزی سے لپکا اور اس نے بڑی پھرتی سے مار تھم کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ مار تھم جو اس بدلتی ہوئی خوف ناک اسچویشن کو دیکھ کر حیرت سے بت بنا بیٹھا تھا۔ عمران کے اس کے منہ پر ہاتھ رکھنے پر بھی ویسے ہی بت بنا رہا۔

دروازہ کھول دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ دروازے پر ریڈ تھری جو ہاتھ میں مشین گن سیدھی کھڑا تھا۔ اُسے مشین گن سے دھکیل کر اندر کی طرف بڑھا۔ مگر اُسی لمحے عمران کے دونوں ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے نیچے ہوئے اور اُس نے ریڈ تھری کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن کی نال پر دونوں ہاتھ رکھے۔ اور پوری قوت سے اُسے اندر کی طرف اچھال دیا۔ وہ خود بھی بجلی کی سی تیزی سے ایک طرف ہٹا تھا۔ ریڈ تھری شاید اس اچانک حملے کے لئے تیار نہ تھا۔ اور پھر وہ خود بھی عمران کو دھکیل کر اندر قدم بڑھا رہا تھا۔ اس لئے وہ لڑکھڑاتا ہوا اندر کی طرف دوڑتا چلا گیا جب کہ اس کے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی مشین گن اب عمران کے ہاتھوں میں تھی۔ اور اُسی لمحے عمران نے بڑی پھرتی سے دروازہ دوبارہ بند کیا۔ اور چٹخنی چڑھا دی۔

ریڈ تھری کا جسم جیسے ہی رکا۔ وہ تیزی سے مڑا مگر اب عمران کے ہاتھوں میں مشین گن تھی اور وہ دروازے سے پشت کئے کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

”اپنے ہاتھ اٹھا لو ریڈ تھری۔“ ورنہ تمہاری روح آسمان کی طرف اٹھ جائے گی۔“ عمران نے سخت لہجے میں کہا اور ریڈ تھری جو حیرت کی شدت سے آنکھیں جھپکاتا کرائے۔ مار تھم جو لیا اور عمران کو دیکھ رہا تھا۔ ایک جھرجھری لے کر سیاہا ہوا اُسی لمحے کرائے مار تھم کا منہ چیوڑ کر تیزی سے مڑا۔ اس کا

یا ابھی ان کی ضرورت پڑے گی! — عمران نے اس بار ریڈ تھری سے لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے — — — — — داپس بھجوادو — — — — — یہ بہتر رہے گا۔“  
 عمران نے فوراً مارٹم کی آواز میں کہا۔

”ٹھیک ہے — — — — — تم داپس چلے جاؤ۔ اب تمہاری ضرورت نہیں رہی۔ ہم آجائیں گے۔“ ایک لمحہ دیک کر عمران نے ریڈ تھری کے لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے باس — — — — — جیسے حکم — — — — — دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔ اور پھر قدموں کی آوازیں راہ داری میں ابھریں اور دور جوتے جوتے معدم ہو گئیں۔

”حیرت انگیز پرنس — — — — — تم نے کمال کر دیا۔“ اچانک کرائے کے منہ سے نکلا۔

”تم جا کر چیک کر دو کہ کیا یہ لوگ واقعی چلے گئے ہیں یا نہیں۔“

عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور کرائے کے دروازے کی طرف بڑھتے ہی اس نے مارٹم کے منہ سے ہاتھ ہٹا لیا۔

”تم انسان نہیں ہو — — — — — میں نہیں مان سکتا کہ کوئی انسان اس قدر ذہین اور حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک ہو سکتا ہے۔“

مارٹم نے حیرت میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔

”تعریف کا شکریہ — — — — — اور اس بات کا بھی شکریہ کہ تم نے یہ تعریف مس جو لیا نا کے سامنے کی ہے۔ کم از کم اب جب بھی جو لیا مجھے احمق کہے گی تو میں تمہارے حوالے سے اس کی تردید

ریڈ تھری اب فرش پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ اس کے سینے سے خون اب بھی رس رہا تھا — — — — — گولی اس کے دل میں تراند ہو گئی تھی۔

”باس — — — — — یہ دھماکہ اور چیخ — — — — — اچانک دروازے کے باہر سے ایک تیز آواز سنائی دی۔

”تم میرے حکم کے بغیر داپس کیوں آئے ہو۔ میں نے اسس پاکیشیائی کی ٹانگ میں گولی ماری ہے۔ میں اس سے پوچھ چکھ کر رہا ہوں۔ اور سنو — — — — — تم سب فوراً کوٹھی کے باہر نچ جاؤ۔ میں تھوڑی دیر بعد مارٹم کے ساتھ آؤں گا۔“ عمران نے اس بار ریڈ تھری کی آواز اور لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔ اسے کسی کے لہجے اور آواز کی نقل اتارنے میں واقعی ملکہ حاصل تھا۔

”ہاں ریڈ تھری — — — — — انہیں باہر بھیج دو۔ ورنہ ہو سکتا ہے مسئلہ کو بڑھ جائے۔“ ریڈ تھری کی آواز میں بات ختم کرتے ہی عمران نے فوراً مارٹم کے لہجے میں بات کی۔ اس بار اس کے لہجے میں ملکا سا استحکم بھی موجود تھا — — — — — کیوں کہ اس نے سن لیا تھا کہ ریڈ تھری مارٹم کو باس کہتا ہے۔

”باس — — — — — ہم جیپوں میں بیٹھ کر انتظار کریں یا کوٹھی کی نگرانی پھیل کر کریں۔“ دروازے کی دوسری طرف سے اسی آواز نے مطمئن انداز میں پوچھا۔ وہ شاید مارٹم اور ریڈ تھری دونوں کی آوازیں سن کر مطمئن ہو گیا تھا۔

”کیا خیال ہے باس — — — — — انہیں داپس نہ بھیج دیا جائے۔“

تو کمرسکوں گا۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
 ”یہ تمہاری بیوی ہے۔۔۔۔۔ مارہتم نے جولیاء کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”تمہارے منہ میں گھی شکر۔۔۔۔۔ اسی پر تو زندہ ہوں۔“  
 عمران نے ڈھیٹ عاشقانہ انداز میں کہا۔ اور جولیاء اس کے اس انداز پر بجائے غصے ہونے کے بے اختیار ہنس پڑی۔  
 ”اب تم اپنا یہ مداری پن ختم بھی کر دو گے یا نہیں۔“  
 جولیاء نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اس بات کا انحصار تو مارہتم پر ہے۔ اب اس کا حیاتی ریڈ تھری تو ختم ہو گیا۔ اب میرے خیال میں مارہتم کو اپنی زندگی کے متعلق بھی فیصلہ کر لینا چاہیے ان کا کیا پروگرام ہے۔۔۔۔۔ زندہ رہنا چاہتے ہیں یا ریڈ تھری کے ساتھ اکٹھی قبر میں دفن ہونا چاہتے ہیں۔“  
 عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”اُسی لمحے کرائے واپس کمرے میں داخل ہوا۔  
 ”وہ چلے گئے۔۔۔۔۔ اور پرنس تم نے کمال کر دیا درنہ سم بُری طرح پھنس گئے تھے۔ یہ ریڈ تھری کا مرڈر سیکشن تھا۔ یہ فادرک کے سب سے خطرناک لوگ ہیں۔۔۔۔۔ کرائے نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

”اچھا۔۔۔۔۔ اب تم باہر ٹھہرو۔ ہو سکتا ہے وہ واپس مارہتم باس سے آؤ گے ان لینے آجائیں۔“ عمران نے کہا اور کرائے مسکراتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

”ہاں دو دوست مارہتم۔۔۔۔۔ اب تم بتاؤ کہ تم اسٹار ٹریک کے ہیڈ کوارٹر کے بارے میں مزید معلومات مہیا کرنے کے لئے تیار ہو یا نہیں۔۔۔۔۔ میں مختصر جواب سننے کے موڈ میں ہوں۔ کیوں کہ مس جولیاء کو جلدی ہے۔“ عمران نے اس بار مارہتم سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میرا مختصر جواب ہے نہیں۔“۔۔۔۔۔ مارہتم نے ایک گہرا سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔

”اد۔۔۔۔۔ کے۔۔۔۔۔ اور میرا مختصر جواب ہے موت۔۔۔۔۔ باقی معلومات میں خود ہی حاصل کر لوں گا۔ گڈ بائی۔“ عمران نے بغل سے شکی موتی مشین گن اتاری اور اس کی نال مارہتم کے سینے پر لگا کر اس نے ٹریگر کی طرف انگلی بٹھائی۔۔۔۔۔ اس کے انداز میں اتنی سرد مہری تھی کہ جیسے وہ اب مارہتم کی موت کا فیصلہ کر چکا ہو۔  
 ”ٹھہرو۔۔۔۔۔ میری بات سنو۔“ مارہتم نے

ایک جھٹکے سے کہا۔  
 ”اب بات سننے کے لئے باقی کچھ نہیں رہا۔ ہم دونوں نے اپنا اپنا جواب دے دیا ہے۔“ عمران نے اسی طرح سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”سنو۔۔۔۔۔ میں بتا دوں گا مگر۔۔۔۔۔“ مارہتم نے تیز لہجے میں کہا۔ عمران کے اس انداز نے اس پر گہرا نفسیاتی اثر ڈالا تھا۔  
 ”بولو۔۔۔۔۔ رکومت۔۔۔۔۔ مس جولیاء کو جلدی ہے۔“





گڈ بانی؟۔۔۔۔۔ مار تھم نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

اس کے گڈ بانی کہتے ہی عمران تیزی سے اس کی طرف لپکا۔ اس نے مار تھم کی آنکھوں میں پیدا ہونے والی چمک دیکھ لی تھی۔ لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے ہی مار تھم نے اپنے جبرے ایک دوسرے کے ساتھ زور سے پیسے۔۔۔ اور دوسرے لمحے اس کا سر لٹک گیا۔

عمران نے جب اس کا جبرٹا کرٹا تو اس سے پہلے ہی وہ دانت کے خول میں چھپا ہوا زہر پلائی میسول توڑ چکا تھا۔۔۔ چند لمحوں کے لئے اس کے حلق سے غرغراہٹ کی آواز نکلی۔ اس کا جسم بڑی طرح کانپا اور پھر اس کی کھلی آنکھیں بے نور ہوتی چلی گئیں۔

”اس نے میرے دل میں اپنی قدم بڑھالی ہے۔۔۔ اور اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ سبق بھی دیا ہے کہ اسٹار ٹریک واقعی ایک مشکل شکار ثابت ہوگا۔ جس کے ساتھ ہی اس قدر وفادار ہوں۔ اس تک پہنچنا واقعی کارے دار ہے۔“

عمران نے اس کا جبرٹا چھوڑ کر پیچھے مٹھے ہوئے کہا۔

”لیکن اس نے اب تک انتظار کیوں کیا۔ حالانکہ یہ کام تو وہ پہلے ہی کر سکتا تھا۔“ جولیا نے بڑا سامنے بلبے ہوئے کہا۔

”انسان کو آخری لمحے تک زندگی بچ جانے کی امید ہوتی ہے۔ اور اب تو مسکند وفاداری اور غدار کی کا آگیا تھا۔۔۔ اس لئے اس نے غدار کی پر جان دینے کو فوقیت دی۔“ عمران نے جواب دیا اور جولیا خاموش ہو گئی۔

چند لمحوں بعد وہ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہوئے

اسٹار ٹریک کا نمبر ڈھن کی تحریف اس طرح کرے۔ تمہیں بھی اس کا خیال رکھنا چاہیے۔۔۔۔۔ دوسرے لمحے عمران نے دروازے میں نمودار ہونے ہوئے کہا۔

اور مار تھم حیرت سے آنکھیں بھاڑ کر عمران کو دیکھنے لگا۔ کیوں کہ اس کے خیال کے مطابق تو عمران جا چکا تھا۔

”اوہ۔۔۔۔۔ تو تم نے یہ سب کچھ باقاعدہ پلان کے مطابق کیا۔ ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ تم جیسے آدمی سے جتنا میرے بس سے باہر ہے۔

مار تھم نے ایک گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

”سنو مار تھم۔۔۔۔۔ مجھے تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ اگر تم معلومات مجھے مہیا کر دو گے تو میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔ اس کے بعد میرا اور تمہارا کوئی تعلق اور کوئی رابطہ باقی نہیں رہے گا۔

تم جانو اور تمہارا اسٹار ٹریک جانے۔۔۔۔۔ اگر مجھ میں سمیت ہوئی تو میں اسٹار ٹریک تک پہنچ جاؤں گا ورنہ نہیں۔ بہر حال تم محفوظ رہو گے۔ کیوں کہ ابھی تک کسی کو علم نہیں ہے کہ تم نے

مجھے معلومات مہیا کی ہیں۔“ عمران نے مار تھم سے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”مجھے افسوس ہے دوست۔۔۔۔۔ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ میں اسے غدار ہی سمجھتا ہوں۔ میں نے اسٹار ٹریک سے وفادار رہنے کا حلف اٹھایا ہوا ہے۔ البتہ صرف اتنا بتا دیتا ہوں کہ تم اسٹار ٹریک کی طرف مت جانا۔ وہ بے حد طاقت ور اور بے پناہ وسائل کا مالک ہے۔ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں

کمرے سے باہر آگئے۔ جہاں برآمدے میں کرائے موجود تھا۔

”کیا ہوا؟“ کرائے نے چونک کر پوچھا۔ اور جب عمران نے اسے تفصیل بتائی تو کرائے کی آنکھوں میں حیرت ابھر آئی۔

”بڑے دل گردے کا آدمی تھا۔۔۔ بہر حال اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟“ کرائے نے پوچھا۔

”بس۔۔۔ یہاں میرا کام ختم ہو گیا ہے۔ اب ہم نے واپس جانا ہے۔“ عمران نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

کمرے سے نکال کر واڑہ کھلتے ہی ہنری تیزی سے اندر داخل ہوا۔ کمرہ خالی پڑا ہوا تھا۔ ہنری مؤدبانہ انداز میں آگے بڑھا اور بڑی میز کے ساتھ رکھی ہوئی دو کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ کر مؤدبانہ انداز میں بیٹھ گیا۔ اُسی لمحے میز کے درمیان ایک خانہ کھلا۔ ہنری نے جیب سے کارڈ نکال کر اس خانے میں ڈال دیا۔

خانہ بند ہو گیا۔ ہنری خاموش بیٹھا رہا۔۔۔ چند لمحوں بعد پشت کی دیوار ہٹی اور ایک لمبا ترنگا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں کارڈ تھا جو ہنری نے میز کے خانے میں ڈالا تھا۔ ہنری اسے آتا دیکھ کر تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”بیٹھو ہنری۔“ آنے والے کارڈ میز پر پھینک کر میز کے پیچھے رکھی ہوئی اونچی نشست والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا اور ہنری دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے میز پر پھینکا ہوا کارڈ

ہے۔ میں نے ریڈ تھری کو ضروری بریڈنگ کر دی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ میں نے ریڈ تھری کے نمبر دو کو بھی خفیہ طور پر اطلاع کر دی کہ وہ باس مار تھم کا خیال رکھے۔ آج ریڈ تھری کے نمبر دو نے مجھے اہم اطلاعات دی ہیں کہ باس مار تھم اور ریڈ تھری دونوں کو قتل کر دیا گیا ہے۔ جو اطلاعات میں نے آپ تک پہنچا دیں۔ آپ نے تفصیل حاصل کرنے کا حکم دیا۔ اور اب میں تفصیلات لے کر حاضر ہوا ہوں۔ ادھر عمر ہنری نے مکود بانہ لہجے میں ساری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”بویو۔۔۔ چیف باس نے حکمانہ لہجے میں کہا۔

”باس مار تھم نے دہاں جا کر ایک ہوٹل میں قیام کیا اور ایک شخص کا جھٹ کی جو ایک پیشہ ور قاتل تنظیم کا سنا کارکن تھا رابطہ قائم کیا۔ اور اس طرح کا جھٹ کے ذریعے انہوں نے اس میٹنگ کی کارروائی کا ٹیپ حاصل کر لیا۔ پھر انہوں نے کا جھٹ کو حکم دیا کہ وہ عمران اور اس کی ساتھی لڑکی جو لیا کو قتل کر دے۔ کیوں کہ وہ دونوں بھی اُسی ہوٹل میں رہائش پذیر تھے۔ لیکن اس دوران دہاں کی ایک مجرم تنظیم کا چیف مارٹن کرلے عمران اور جو لیا کو اپنے ہمراہ لے گیا وہ عمران کا دوست تھا۔ کا جھٹ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کرلے کی رہائش گاہ پر گیا مگر کرلے نے اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا اور کا جھٹ کو پکڑ لیا۔ بعد ازاں کا جھٹ کو چھوڑ دیا گیا۔ اور کا جھٹ سیدھا مار تھم کے پاس پہنچا۔ کرلے کے آدمی اس کا پیچھا کر رہے تھے جس پر مار تھم

اٹھا کر دوبارہ جیب میں ڈال لیا۔ البتہ اس کی نظر سی جھکی ہوئی تھیں۔ اور چہرے پر احترام کے ساتھ خوف کے ملے جلے تاثرات نمایاں تھے۔ وہ زندگی میں پہلی بار چیف باس سے براہ راست مل رہا تھا۔ ورنہ اس سے پہلے کبھی کبھار فون پر ہی بات ہوتی تھی۔ یا درمیان فی رابطہ مار تھم کا تھا۔

”مار تھم کے بارے میں کیا رپورٹ ہے۔۔۔ چیف باس نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

”باس۔۔۔ مار تھم نے آپ سے احکامات ملنے کے بعد مجھے حکم دیا کہ میں علی عمران کی پاکیشیا میں موجودگی کے متعلق رپورٹ دوں۔ میں نے معلوم کیا تو مجھے اطلاعات خیس۔ کہ علی عمران ایک سوئس نژاد لڑکی کے ساتھ پاکیشیا سے فارا ک پہنچنے والا ہے۔ جہاں وہ مختلف سپر مارڈز کی اعلیٰ اختیاراتی کمیٹی کے ساتھ میٹنگ کرے گا۔ وہ دہاں پاکیشیا کی سیکرٹ سروس کے چیف ایکٹو کمانڈر بن کر جا رہا ہے۔ اور وہ لڑکی

اس کی سیکرٹری ہے۔ میں نے یہ اطلاعات باس مار تھم کو پہنچا دیں اور ساتھ ہی آفر کی کہ وہ اگر حکم دیں تو میں علی عمران کو اسٹگنس اے منتقل کرنے میں ان کی مدد کروں۔ لیکن باس مار تھم نے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ چوں کہ چیف باس نے اس کام کو ذاتی طور پر میرے ذمہ لگایا ہے۔ اس لئے میں خود اسے سرانجام دوں گا۔ چنانچہ میں خاموش ہو گیا۔ اور باس مار تھم فارا ک چلے گئے۔ دہاں ریڈ تھری ہماری نمائندگی کرتا

کہ میں نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ علی عمران کو صرف اسٹنس سے منتقل کر دے۔ پھر اس نے اس کی تعمیل کرنے کی بجائے انہیں قتل کر دینے کی کوشش کیوں کی؟۔ چیف باس نے اس بار کڑخت لہجے میں کہا۔

”باس۔ جہاں تک میرا خیال ہے، اس سینگ میں ہونے والی گفتگو کی ٹیپ سننے کے بعد مارٹن کے سامنے کوئی ایسی بات آئی ہوگی۔ کہ جس کے بعد اس نے اتنا بڑا قدم اٹھانا ضروری سمجھا ہوگا۔ مہتری نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد جواب دیا۔

”ہو نہ۔ وہ ٹیپ کہاں ہے؟۔ باس نے سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

”اس ٹیپ کا باوجود کوشش کے پتہ نہیں چل سکا۔ مہتری نے جواب دیا۔

”اچھا۔ اب تمہارا کیا خیال ہے۔ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ اس علی عمران نے مارٹن سے معلومات اگوالی ہوں۔ اور بعد میں اسے اس انداز سے قتل کر دیا ہو کہ اس کی موت خود کشی بن جائے تاکہ ہم مطمئن ہو جائیں“ چیف باس نے کہا۔

”آپ کی بات درست بھی ہو سکتی ہے باس۔ علی عمران ایسا ہی آدمی ہے۔ انتہائی عیار ذہن کا مالک۔“ مہتری نے کہا۔

نے کاجٹ کو قتل کر دیا۔ اور خود وہ ریڈ تھری کے ایک پوائنٹ ریڈ بلب کے پاس پہنچے۔ لیکن کراٹے اور عمران وہاں پہنچ گئے اور پھر وہ ریڈ بلب کو قتل کر کے باس مارٹن کو اغوا کر کے لے گئے۔ ریڈ تھری نے ان کا کھوج نکال لیا۔ اور اس نے وہاں حملہ کیا۔ لیکن ریڈ تھری اور باس مارٹن مارے گئے اور وہ دونوں وہاں سے نکل گئے۔ باس مارٹن نے خود کشی کی ہے۔ وہ کمرسی سے بندھے ہوئے تھے اور انہوں نے زہر لایکسپول جیا یا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن انہوں نے نڈاری کرنے کی بجائے جان دے دی۔ پھر وہ عمران اور اس کی ساتھی لڑکی جو لیا وایس پاکشیا چلے گئے۔“ ادھیڑ مہتری نے پوری تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”تمہاری رپورٹ درست ہے۔ میں نے جو اطلاعات حاصل کی ہیں وہ بھی یہی ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ تم سمجھ دار اور ہوشیار آدمی ہو اور مارٹن اس قدر ہوشیار ثابت نہ ہوا۔ اس لئے میں نے مارٹن کی جگہ تمہیں دی ہے۔ اور آج تم یہاں نظر آرہے ہو۔“ چیف باس نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔

”میں اپنی پوری کوشش کروں گا کہ آپ کے اعتماد پر پورا اتروں“ مہتری نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اب مجھے بتاؤ کہ مارٹن نے آخر میری حکم عدولی کیوں کی جب

کہ وہ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ کہ اس نے اس کی خواہش کے مطابق  
اسلحہ، جیمپوں اور دیگر ضروری سامان کا انتظام کر دیا تھا۔ کرائے  
چوں کہ پہلے ہی ان غاروں میں جا چکا تھا۔ اس لئے عمران نے اُسے  
ساتھ رکھنا ضروری سمجھا تھا۔ کیوں کہ اس کی موجودگی بہت  
سادقت منافع ہونے سے بچ سکتا تھا۔ اس وقت سب سے آگے  
ہانے والی جیمپ کی ڈرائیو تک سیٹ پر کرائے تھا جب کہ اس کی ساتھ  
والی سیٹ پر عمران تھا۔ پچھلی سیٹ پر جوانا اور جوزف بیٹھے تھے۔  
تھے۔ پچھلی جیمپوں پر سیکرٹ سروس کے باقی ارکان موجود تھے۔  
کرائے کو چوں کہ پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا۔ کہ عمران اسٹارٹر تک  
کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ اور اس کا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے  
ہے۔ اس لئے باقی ارکان کی اصل حیثیت بھی اس سے چھپانا بیکار  
تھا۔ اس لئے اس نے سب کا تعارف ان کے اصل ناموں  
سے کر دیا تھا۔

پرنس۔۔۔ ان غاروں سے کسی راستے کا مجھے اب تک یقین  
نہیں آتا۔ کیوں کہ یہ غاریں انتہائی خوف ناک۔ دشوار گزار اور پرخطر  
ہیں۔ اس راستے سے تو کسی انسان کا اندر جانا ناممکن ہے۔ کہاں  
بڑی بڑی مشینری اندر لے جانی جاسکے۔ کرائے نے پاس  
بیٹھے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

سب کچھ ممکن ہو سکتا ہے میرے دوست۔ جہاں ملکوتوں  
کو بلیک میل کرنا مقصود ہو وہاں سب کچھ ہو سکتا ہے! عمران  
نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

چار جیمپیں خاموشی سے رفتاری سے آگے بڑھ رہی تھیں  
راستہ کچا ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی دشوار گزار تھا۔ تنگ موڑوں  
اور ڈٹے پھوٹے راستے کی وجہ سے جیمپوں کو بار بار کنا پڑ رہا تھا۔  
لیکن کسی نہ کسی طرح وہ جیمپوں کو آگے بڑھانے لے جا رہے تھے۔ جس  
ماتے پر یہ چاروں جیمپیں چل رہی تھیں۔ وہ کوئی باقاعدہ راستہ بھی  
نہ تھا بلکہ پہاڑ کے ساتھ ساتھ جانے والی ایک ہلکے ندی نما راستہ  
تھا۔ یہ پہاڑ سلسلہ کو چین کے نام سے مشہور تھا اور پینسلوانا کا  
دشوار گزار پہاڑ سمجھا جاتا تھا۔ چار جیمپوں میں عمران اور  
سیکرٹ سروس کے ارکان موجود تھے۔ وہ سب آج صبح ہی پینسلوانا  
کے مضافاتی ایئر پورٹ کو چین پر سیاحوں کے روپ میں پہنچے تھے۔  
جہاں کرائے ان کے استقبال کے لئے پہلے سے موجود تھا۔ پاکیشیا  
سے روانگی سے قبل ہی عمران نے کرائے کو تفصیلات بتا دی تھیں۔

نام ہونے والی تھی۔ اس لئے اندھیرا تیزی سے ہر طرف پھیلا جا رہا تھا۔

”غاریں کتنی دور ہیں۔“ — عمران نے آگے بڑھتے ہوئے کراٹے سے پوچھا۔

”بس تھوڑی سی دیر بعد دہلی غار آجائے گی۔“ — کراٹے نے کہا اور وہ تیز تیز قدم بڑھاتے آگے بڑھتے چلے گئے۔ وہ پیکر کاٹ کر بھاڑ کی آرائی سے نیچے اتر رہے تھے۔ یہاں انتہائی دشوار گزار اور ڈھلوان جھلک تھا۔ وہ بڑے محتاط انداز میں آگے بڑھ رہے تھے۔ بغل ختم ہوتے ہی وہ ایک کھلی دادسی میں آگئے۔ جس کے بعد ایک پہاڑ بالکل کسی دیوار کی طرح سیدھا آسمان تک بلند ہوتا چلا گیا تھا۔ اس پہاڑ کے عین درمیان میں ایک بڑا اور کشادہ غار سا غرا رہا تھا۔ پہاڑ کے پتھروں میں چوڑے کی مقدار زیادہ ہونے کی وجہ سے پتھروں کا رنگ سفید نظر آ رہا تھا۔

”وہ سامنے پہلی غار کا دہانہ ہے۔ باقی غاریں اندر ہیں۔“ کراٹے نے دور سے اس کشادہ غار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”لیکن یہاں تک پہنچنا تو ناممکن ہے۔“ — تنویر نے فوراً ہی کہا۔ وہ اس وقت عمران کے قریب ہی کھڑا تھا۔

”میرا خیال ہے رات یہیں گزار دی جائے۔ اور خوب کھایا پیاجائے تاکہ صبح کچھ طاقت بدن میں آجائے۔ پھر بھاگتے ہوئے پہاڑ پر چڑھ جائیں گے۔“ — عمران نے کہا۔ اور کراٹے اس کی بات سن کر ہنس پڑا۔ اس بار عمران کی بات سن کر تنویر نے کوئی احتجاج کرنے

اور دوسری بات یہ کہ اگر واقعی ادھر سے راستہ ہے تو پھر یقیناً اشارہ ٹریک نے ایسا انتظام بھی کر رکھا ہوگا۔ جس کے ذریعے وہ وہاں پہنچنے والے ہر شخص کو اندر بیٹھے چیک کر سکتے ہوں گے۔ چنانچہ جیسے ہی ہم ان غاروں تک پہنچیں گے وہ لوگ چوکننا ہو جائیں گے۔“ کراٹے نے کہا۔

”تم بھی تو ہم لے کر گئے تھے۔ پھر تمہیں چیک کیوں نہیں کیا گیا۔ میرے بھائی وہ اس وقت حرکت میں آئیں گے جب وہ یہ محسوس کریں گے کہ ہم ان کے لئے خطرہ بن سکتے ہیں۔“ — ورنہ وہ خاموش بیٹھے رہیں گے اور ہمیں ان خطرناک غاروں میں سر نہ بچنے دیکو کہ محفوظ ہوتے رہیں گے۔“ — عمران نے جواب دیا اور کراٹے نے سر ہلا دیا۔ بات اس کی سمجھ میں آگئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد ایک موڑ کاٹتے ہی کراٹے نے بریک لگائی۔ آگے راستہ اتنا تنگ تھا کہ جیپ کسی صورت بھی آگے نہ بڑھ سکتی تھی۔

”اب یہاں سے آگے پیدل جانا ہوگا۔“ — کراٹے نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ اور عمران سر ہلاتا ہوا جیپ سے باہر آ گیا۔ پچھلی جیپیں بھی رک گئی تھیں۔ اور پھر عمران کے اشارے پر سب ممبران باہر آ گئے۔ سامان کو پہلے ہی ایسے انداز میں باندھا گیا تھا کہ وہ اسے آسانی سے مکر پر اٹھا سکتے تھے۔ چنانچہ سامان کو سب نے اپنی اپنی کمروں پر لاد لیا۔ صرف جو یا خالی ہاتھ تھی۔ اور پھر وہ جیپوں کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھنے لگے۔ اب

خاندانوں سے باہر وہ کہ بھی تو نہیں کر سکتے تھے۔ — عمران نے  
سنجیدہ لہجے میں کہا:

مہرمان صاحب۔۔۔ واقعی یہ بات قابل غور ہے۔ کہ کیا اس  
مذہب اتنی بڑی یلباد و مژدی کو تباہ کر سکتے ہیں۔ عجب کہ ظاہر ہے ان  
لوگوں نے یہاں ہر قسم کا حفاظتی انتظام کر رکھا ہوگا۔۔۔ یہ تو ہر  
گورکشی ہے۔۔۔ صفحہ رنے زبان کھولتے تھوڑے کہا۔

”عمران کے ذہن میں ضرور کوئی قابل عمل پلاننگ بنو گی۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ عمران یوں ہی یہاں تک بھاگا چلا آیا ہو۔ یا ایک ٹو  
ن مہینے اندھے کنویں میں پھینک دے۔“ — کیپٹن شکیل

پہلی بات تو یہ ہے کہ میں یہاں تک بھاگ کر نہیں آیا۔ اور  
 دوسری بات یہ کہ اسے اندھا کنواں کہنا غلط ہے۔ البتہ  
 میری غا ضرور کہا جاسکتا ہے۔ عمران نے یوں جواب  
 دیا کہ میں نے یہ بات کا ہی مناسب جواب ہو سکتا ہے۔

اگر یہ بات ہے تو پھر اکیلے یا اپنے دوست کراٹے کے ساتھ  
 سکتے ہو۔ ہم اس طرح بیٹھ کر یوں کی طرح تمہارا پیچھے اپنے

کی بجائے سب سے پہلے اپنی کمر پر لدا ہوا اھیلا اٹا رکھتا تھا اور پھر باقی سب نے بھی اس کی پیروی کی۔ — جوزف اور جوآنہ نے محدود فری ہی دیر بعد خیمے نصب کر دیئے۔ کرائے کو علیحدہ خیمہ دیا گیا۔ اور اس کے اصرار کے باوجود عمران نے اُسے اکیلے خیمے میں رہنے پر مجبور کر دیا۔ — کیوں کہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کرائے سیکرٹ سرورس کے ممبران کے ساتھ زیادہ گھنے ملے۔ کرائے بھی شاید عمران کی بات سمجھ گیا تھا۔ — اس لئے وہ ان سب کو خدا حافظ کہہ کر اپنے خیمے میں چلا گیا۔

”آخر تمہارا پروردگار تم کیلئے ہے۔ کچھ ہمیں بھی تو بتاؤ۔“  
 کرائے کے جلتے سی جولیائے سب سے پہلے زبان کھولی۔ گو جولیاء  
 کا خیمہ علیحدہ تھا۔ لیکن اس وقت وہ بڑے خیمے میں ہی موجود تھی۔  
 ”تمہارے پاس نے تمہیں کچھ نہیں بتایا۔“ — عمران نے  
 آنکھیں نکالتے ہوئے جواب دیا۔

”نہیں۔۔۔ اس نے صرف اتنا کہہ دیا ہے کہ ہم سب کو ایک خطرناک مہم پر جانے ہے اور لیڈر عمران ہو گا۔ اس کے بعد ہم سب ایک پورٹ پر اکٹھے ہوئے۔۔۔ جو لیڈ نے جواب دیا۔“

”ان عابدوں میں سات کانوں والے فرگوش ملتے ہیں۔ ہمیں ان کا شکار کرنا ہے۔۔۔ سنا ہے ان کی کھالوں کے بڑے عمدہ جوتے بنتے ہیں۔۔۔“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

”دیکھو عمران۔ — بکو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اتنا تو مجھے



"میں سو نے جا رہی ہوں۔" — جولیانا نے بڑے ناراض سے  
 لہجے میں کہا اور اللہ کھڑی ہوئی۔

"اگر تمہیں اکیلے خیمے میں ڈر لگے تو تنویر کو کہہ دوں وہ باہر بیٹھ  
 کر پہرہ دیتا رہے گا۔" — عمران نے بڑے خلوص سے بھروسے لہجے  
 میں کہا۔

"یوشٹ اپ۔" — مجھ سے بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔  
 اور سنو۔ — باقی لوگ بے شک تمہارے ساتھ جائیں۔ لیکن  
 میں صبح واپس چلی جاؤں گی۔ میں ہر سزا بھگت لوں گی۔ مجھے  
 پرواہ نہیں ہے۔ لیکن میں اس طرح تمہارے ساتھ نہیں  
 جا سکتی۔ تم نے ہمیں سیکرٹ سروس کے ممبران کی بجائے واقعی  
 بیرونی کیمپیاں سمجھ رکھا ہے۔" — جولیانا غصے سے پھٹ پڑی۔

"اچھا۔" — تو یہ سب تمہیں مؤثر نظر آ رہے ہیں۔ کیوں  
 تنویر۔ — تم بیڑ ہو یا بکری۔" — عمران نے مسکراتے  
 ہوئے کہا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ تنویر کچھ کہتا۔ جولیانا ایک بار  
 پھر شٹ اپ کہہ کر پیر پختی ہوئی خیمے سے باہر کی طرف بڑھی۔  
 "تمہارے منہ لگنا دنیا کی سب سے بڑی حماقت ہے۔ سجانے  
 اس ایک ٹوٹے کیوں تمہیں سر پر چڑھا رکھا ہے۔" — تنویر  
 بھی غصے سے بڑبڑاتا ہوا اللہ کھڑا ہوا۔

"جولیانا۔" — میری بات سنو۔ — اچانک عمران نے  
 انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔ یہ شاید اس کے لہجے کا اثر تھا کہ جولیانا  
 تیزی سے پلٹی۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھرنے لگے۔

گئے کٹوانے نہیں جا سکتے۔" — جولیانا نے فیصلہ کن لہجے میں جواب  
 دیتے ہوئے کہا۔

"سوچ لو۔" — جب گئے ہی کٹنے میں تو پھر واپس پاکیشیا جا کر  
 کیوں کٹوانے جائیں۔ ان غاروں میں کیوں نہ کٹوانے جائیں؟  
 عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور جولیانا بے بسی سے ہونٹ کاٹنے  
 لگی۔ — وہ کیا سب کو عمران کی دی ہوئی دھمکی آسانی سے  
 سمجھ آگئی تھی۔ ظاہر ہے ایک ٹوٹے حکم کی خلاف ورزی کے بعد  
 پاکیشیا میں ان کو کوئی بھی سزا دی جا سکتی تھی۔ — اور عمران  
 کا اشارہ واضح طور پر اس طرف تھا۔

"عمران صاحب۔" — پلیز۔" — صفدر نے کہا۔  
 "عمران تو سرورقت پلیز سی رہتا ہے یا صفدر۔" — البتہ تم  
 خود سوچ لو کہ تم کس طرح پلیز رہو گے۔" — عمران نے  
 جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔" — اگر آپ ایسا ہی چاہتے ہیں تو پھر ہمیں کوئی  
 شکایت نہیں۔ ہم ہر حال آپ کا ساتھ دیں گے۔" — چند لمحوں  
 کی خاموشی کے بعد کیمپین شکیل نے جواب دیا۔ البتہ باقی ممبر خاموش  
 رہے۔ — فضا میں خاصی ناخوش گواری کی لہریں دوڑ چکی  
 تھیں۔

"سنو۔" — جب مقصد شکاک کھیلنا ہی تھا تو پھر غرور کو ش  
 کے ساتھ کان ہوں یا چھ کان ہوں۔ — کیا فرق پڑتا ہے مقصد  
 تو شکار ہی ہے۔" — عمران نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا۔

”میں نہیں چاہتا تھا کہ ایسی کھلی نگاہ پر اس بارے میں گفتگو  
 کروں۔۔۔ اور میرا خیال تھا کہ ایک ٹوٹے قہر میں برائیت کر  
 دیا ہو گا۔ لیکن تم بارے میں نے مجھے شہرہ کر دیا ہے تو سنو  
 میرا اندازہ ہے کہ ان غاروں سے اسٹارٹر کے بیٹے کو اڑا کر  
 کوراستہ جاتا ہے۔۔۔ یہ غاریں انتہائی دشوار گزار اور خطرناک  
 ہیں۔ تھوڑے درتھو غاروں کا ایک بند ختم ہونے والا سلسلہ جس میں  
 خطرناک اور جھپی ہوئی دلدلیں موجود ہیں۔۔۔ ہم نے انہی غاروں  
 سے بیٹے کو اڑا کر راستہ تلاش کرنا ہے۔۔۔ عمران نے کہا۔  
 ”لیکن یہ راستہ جیسے تلاش کیا جائے گا۔۔۔ کیا وہاں باقاعدہ  
 کوئی دروازہ ہو گا۔۔۔“ محمد یحییٰ جو ایک خاموش بیٹھا تھا بول پڑا  
 ”صرف دروازہ ہو گا بلکہ اس پر خوش آمدید کا بورڈ بھی نصب  
 ہو گا اور اسٹارٹر ایک والے دہانے سرخ قالین بچھائے پھولوں کے  
 پارے ہمارے شان دار استقبال کے لئے موجود ہوں گے۔“  
 عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور صدیقی کا چہرہ شک گیا جب کہ  
 باقی ساتھیوں کے چہروں پر ہلکی سی مسکراہٹ دوڑنے لگی۔  
 ”صدیقی کی بات درست ہے۔ تم بار بار راستہ کی بات کر رہے  
 ہو۔ ہمیں بھی تو بتاؤ کہ یہ راستہ کیسا ہو گا۔۔۔ جولیانے صدیقی  
 کی حمایت کرتے ہوئے کہا  
 ”جو بھی راستہ ہو گا ظاہر ہے خفیہ ہو گا۔۔۔ اب وہ گئی بات  
 اُسے تلاش کرنے کی۔ تو میرے پاس اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ  
 میں وہاں جا کر آواز لگاؤں گا۔۔۔ کہ ہے کوئی ہمیں راستہ بتائے

”یہاں آؤ۔۔۔ عمران نے اُسی لہجے میں کہا اور جولیانوں  
 واپس کچھ چلی آئی جیسے لوطی مٹنا طیس کی طرف کھینچتا ہے۔  
 ”اور تم بھی بیٹھ جاؤ تئیر۔۔۔ عمران نے کہا اور تئیر بھی ایک  
 جھٹکے سے واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ جولیان کی طرح اس پر بھی عمران  
 کے لہجے کا فوری اثر ہوا تھا۔۔۔ عمران کے چہرے پر چٹانوں  
 جیسی سنجیدگی تھی۔

جولیان قریب آ کر رک گئی اور پھر وہ عمران کے کہنے سے پہلے  
 خود ہی واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔۔۔ ماحول پر گہری سنجیدگی  
 کا غلاف سا چڑھا ہوا محسوس ہونے لگا۔

”ہم یہاں اپنی زندگی کے اہم ترین مشن پر آئے ہیں۔ ایک  
 ایسا مشن جسے جاسوسی زبان میں اندھا مشن کہا جاتا ہے۔  
 اسٹارٹر ایک انتہائی طاقتور تنظیم ہے۔۔۔ اتنی طاقتور  
 کہ اس نے سپر پاورز کو بے بس کر دیا ہے جہاں تک ہم پہنچ  
 گئے ہیں یہاں تک تو سپر پاورز کی کوئی تنظیم فکر میں مارنے کے باوجود  
 نہیں پہنچ سکی۔۔۔ اس لئے ہمیں اپنا رویہ ایسا رکھنا چاہیے۔  
 کہ ہماری تمام توانائیاں اس مشن پر ہی صرف ہوں۔ ورنہ ایک  
 لمحے وہ کچھ ہو سکتا ہے جس کا تصور بھی تم میں سے کسی کے ذہن میں  
 نہیں ہو گا۔۔۔ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔  
 ”اسی لئے تو ہم پوچھ رہے ہیں کہ ہمیں کچھ بتاؤ تاکہ ہم اپنے  
 ذہنوں کو صحیح طور پر استعمال کر سکیں۔“۔۔۔ صفر نے  
 سنجیدہ لہجے میں کہا۔

انداز میں پوچھا۔

”بھئی۔۔۔ تم تو سکے بند بنجو می“۔۔۔ سرری ہوئی پیریا کے پتہ کہیں لیتے ہو۔ اگلے کے باہر لکھا ہوا پتہ پڑھ لیتے ہو۔ میرا زائچہ بھی بتا ہی ڈالو تاکہ پتہ چلے کہ مجھے اور جولیا کو ابھی کتنا اور انتظار کرنا پڑے گا۔۔۔ عمران نے محاوروں کی مٹی ملید کرتے ہوئے آخر میں خواہ مخواہ جولیا کی بجائے لگا دی۔

”یہ بنجو م کی بات نہیں۔۔۔ سیدھا سادھا سا آئیڈیا ہے۔“  
صفدر عمران کا مطلب سمجھتے ہوئے بے اختیار ہنس پڑا۔  
”لیکن یہ تو بالکل ہی احمقانہ اقدام ہے۔ ظاہر ہے اسٹارٹریک کو عام تجربہ تو نہیں کہ وہ ہمیں ختم کرنے کے لئے کوئی عام ہتھیار اختیار کرے۔۔۔ ہو سکتا ہے وہ کوئی ایسی جدید ایجاد استعمال کرے کہ ہم بغیر ہاتھ پیر ملائے بھسم ہو جائیں۔“ جولیا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”میں تم سے شرط لگا سکتا ہوں کہ چاہے کچھ بھی ہو تم بھسم ہونے سے پہلے ہاتھ پیر ضرور ملاؤ گی۔“ خیال رکھنا میں نے ملانا کا لفظ ادا کیا سے۔ چلانے کا نہیں۔ اس لئے ناراض ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ عمران نے ایک زوردار جابھی لیتے ہوئے کہا۔ اس کا انداز ایسے تھا جیسے اُسے نیند آرہی ہو۔ اور شاید یہ کاشن تھا میٹنگ درخواست ہونے کا۔

”دیکھو عمران۔۔۔ میں میکروٹ سروس کی لیڈر ہوں۔ تم صرف کمرٹے کے آدمی ہو۔ اور بس۔۔۔ اس سے زیادہ تمہاری

والا کوئی نہ کوئی امیہ کا بندہ تو آپسی جائے گا راہنمائی کے لئے۔“  
عمران نے جواب دیا اور اس کے چہرے پر ایک بار پھر حاکمیتیں جلوہ گزرتی لگی تھیں۔

”تم پھر ٹیڑھی سے اترنے لگے۔ آخر تمہیں کیا بیماری ہے، ابھی خاصی سنجیدہ گفتگو کرتے کرتے پھر مذاق پر اتر آتے ہو۔“  
جولیا نے بڑا سامنے بناتے ہوئے کہا۔

”سنجیدگی کی پیٹری بڑی تنگ ہے جب کہ مذاق کا راستہ۔“  
سہوار اور کھلا ہے۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور صفدر اونچی آواز میں ہنس پڑا۔

”میں بتاتا ہوں۔۔۔ دراصل عمران کو خود بھی پتہ نہیں کہ یہ راستہ کیسا ہو گا۔ اور جہاں تک میں سمجھا ہوں۔ عمران ایک داد کیسل رہا ہے۔۔۔ وہ اسٹارٹریک کو یہ اثر دینا چاہتا ہے کہ وہ راستے سے واقف ہے اور ظاہر ہے جب ہم لوگ اس راستے کے قریب پہنچیں گے تو اسٹارٹریک بوکھلا کر ہمیں ختم کرنے یا قید کرنے کی کوشش کرے گا اور اس طرف وہ اپنا راستہ خود بخود سامنے لے آئے گا۔۔۔ اس طرح راستہ مل جائے گا۔“  
صفدر نے کہا اور عمران کی آنکھوں میں صفدر کے لئے تحسین کے آثار نمایاں ہو گئے۔

”یار صفدر۔۔۔ ذرا میرا زائچہ بتانا۔“ عمران نے بڑے مؤدبانہ انداز میں صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔  
”زائچہ کا کیا مطلب۔“ صفدر نے چونکا کر الجھے ہوئے

حقیقت نہیں ہے۔ اس لئے ہم سب اپنا پلان خود بنائیں گے۔ ہمیں  
تمہاری لیڈر شپ کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ پلاننگ بھیج  
بنائی جائے گی۔ فی الحال میٹنگ بروخواست۔۔۔ جولیا نے  
اٹھ کر بڑے تلخ انداز میں کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتی خیمے سے باہر نکلتی  
چلی گئی۔ جولیا کے اتنے سخت فقرے سن کر صفدر اور کیپٹن شکیل نے  
بے اختیار عمران کے چہرے کی طرف دیکھا۔ لیکن عمران  
کے چہرے پر رنج یا ناراضگی کا ہلکا سا تاثر بھی نہ تھا۔

”یار صفدر۔۔۔ جولیا ٹھیک ہی تو کہتی ہے۔ میں خواہ مخواہ  
تم لوگوں کے درد میں گھلا جا رہا ہوں۔ مجھے کیا میں تو سوتا ہوں۔“  
عمران نے بڑے بے نیازانہ لہجے میں کہا۔ اور پھر ایک طرف ہو کر  
بیٹ گیا۔ دوسرے لمحے اس کے خراڑوں سے خیمہ گونجنے لگا۔  
باقی ساتھی بھی ایک ایک کر کے بیٹ گئے۔ البتہ جوزف مشین گن  
اٹھائے خیمے سے باہر نکل گیا۔ اُسے شاید عمران نے بدایت  
کی تھی یا وہ خود باہر جانا چاہتا تھا۔ بہر حال اُسے کسی نے نہیں روکا  
اور وہ سب عیند کی دادی میں کھو گئے۔

ایک بڑے سے کمرے کی دیوار پر ایک سکریں روشن تھی جس  
پر ایک دادی کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ دادی میں تین خیمے  
نصب تھے۔ جن میں سے ایک بڑا اور دو چھوٹے تھے۔ ان خیموں میں  
کے سامنے ایک ادبھی چٹان پر ایک گرانڈیل حبشی ہاتھ میں مشین گن  
پکڑے بڑے چوکنے انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس حبشی کی نظریں  
سرج لائٹ کے سے انداز میں ادھر ادھر گھوم رہی تھیں۔  
کمرے میں رکھی ہوئی ایک بڑی میز کے گرد چار افراد بیٹھے ہوئے  
تھے۔ جن میں سے ایک کے چہرے پر سنہرے رنگ کا نقاب تھا۔  
جب کہ باقی تین اصلی چہروں کے ساتھ تھے۔ ان چاروں کی  
نظریں اسی سکریں پر جمی ہوئی تھیں۔  
”کالنگر۔۔۔ نقاب پوش نے اچانک پاس بیٹھے ہوئے  
ایک ادھیڑ عمر آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

کر کے حاصل کر لی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آئیڈیال عمران نے ہی دی ہے۔ جس کی پروہ فیئر کمرٹ نے تردید کی تھی۔ عمران ضرورت سے زیادہ ذہین ہے۔ وہ اصل بات کی تہہ تک پہنچ گیا کہ غلامی ماز کی چوری کے لئے ہم کو کتنا نظریہ استعمال کر رہے ہیں۔ اور اس کے لئے ہمیں ایسی دلدل کی ضرورت ہے جس میں چوٹنے کی آمیزش شامل ہو۔ اس لئے اسے شاید یقین ہے کہ ہمارا ہیڈ کوارٹر نیلوانا کی غاروں کے نیچے موجود ہے۔ کیوں کہ دنیا میں ہی ایک واحد جگہ ہے جہاں چوٹنے کی آمیزش والی دلدل موجود ہے۔ اور یہ بات درست بھی ہے۔ اور یہی تمہاری بات۔ تو یہ ممکن ہے کہ میں ان سب کا خاتمہ اس وادی میں کر سکتا ہوں۔ لیکن اس سے کیا ہو گا۔ یہ لوگ ضرور کسی کو بتا کر آئے ہوں گے کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔ اور اگر ان کی لاشیں مل جاتے ہیں تو اجزا یہاں وادی میں ملے۔ تو پھر ہی دنیا سمجھ جائے گی کہ عمران کا خیال درست تھا۔ اور ہیڈ کوارٹر یہاں موجود ہے۔ پھر کیا ہو گا کہ تمام سپر باورز یہاں الٹ پڑیں گی اور ہمارے لئے ایک ناختم ہونے والی مصیبتوں کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ یا اگر یہ لوگ یہاں پہنچ کر غائب ہو گئے۔ تب بھی مطلب ہی نکلتے گا۔ اس لئے میں ان کو چھوڑ نہیں رہا۔ اب رہ گئی یہ بات کہ آخر اس کا کیا نتیجہ نکلے گا تو ظاہر ہے ان لوگوں کو راستہ نہیں مل سکتا۔ یہ ان خطرناک اور خوف ناک غاروں میں سر بیٹھ کر آخر واپس چلے جائیں گے اور اس طرح ہیڈ کوارٹر ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائے گا۔ چیف باس نے پوری تفصیل

”یس چیف باس۔۔۔ ادھیڑ عمر کا لشکر نے چونک کر جواب دیا لہجہ بے حد مؤدبانہ تھا۔  
”تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا یہ لوگ راستہ ڈھونڈھ لیں گے۔“ چیف باس نے کہا۔  
”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا باس۔۔۔ یہ غاریں ان کے بس کا روگ نہیں ہیں۔“ کا لشکر نے پُر اعتماد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”باس۔۔۔ میں کچھ کہہ سکتا ہوں۔۔۔ کا لشکر کے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک لمبو ترے چہرے والے نوجوان نے کہا۔  
”یس گڈلی۔ کیا کہتے ہو۔“ چیف باس نے چونک کر کہا۔

”باس۔۔۔ آخر ہم اس بات کا کیوں انتظار کر رہے ہیں کہ یہ لوگ غاروں کے اندر آئیں۔ ہمارے پاس ایسے وسائل ہیں کہ ہم ان کا خاتمہ یہیں خیموں میں ہی کر سکتے ہیں۔“ گڈلی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”گڈلی۔۔۔ تم صورت حال کو نہیں سمجھ پا رہے۔ آج تک پوری دنیا میں کسی کو یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اسٹارٹرٹیک کا ہیڈ کوارٹر کہاں واقع ہے۔ یہ علی عمران اور اس کے ساتھی البتہ یہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ اور یہاں تک پہنچنے میں بھی عمران کی ذہانت اور اندازے کا دخل ہے۔ میں نے وہ میٹنگ ریورٹ جہاں پہلی بار نیلوانا کی غاروں کا ذکر آیا تھا۔ پروہ فیئر کمرٹ پرنسڈ



نے چونکتے ہوئے کہا۔

”میرے خیال میں یہ وقت تلاشی کے لئے بے حد مناسب ہے۔  
یہ سب سوئے ہوئے ہیں سوائے اس ملبشی کے۔ انہیں آسانی  
سے بے ہوش کیا جاسکتا ہے۔ بھیج جب یہ ہوش میں آئیں گے تو  
انہیں احساس بھی نہ ہوگا کہ ان کے سامان کی تلاشی لی جا چکی ہے اور  
اگر کوئی ایسا آلہ ان کے پاس ہوگا تو اسے ناکارہ کیا جاسکتا ہے۔  
یا اس کا توڑ نکالا جاسکتا ہے۔“ گڈلی نے جواب دیا۔  
”ٹھیک ہے کانگر۔ تم جادو اور رینگنگ کے ذریعے ان  
سب کو بے ہوش کر کے ان کے سامان کی تلاشی لو۔ اپنے ساتھ  
زیادہ آدمی نہ لے جانا۔“ چیف باس نے کانگر سے مخاطب  
ہو کر کہا۔

”یس باس۔“ کانگر نے جواب دیا اور اپنی کرسی سے اٹھ  
کھڑا ہوا۔ اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

ختم شد

سے صورت حال کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”میں شہر مندہ ہوں باس۔“ جتنی دور تک آپ سوچ سکتے  
ہیں چار اذہن وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔“ گڈلی نے شہر مندہ  
بھیجے میں کہا۔

”لیکن باس۔“ بفرض محال انہوں نے راستہ ڈھونڈ لیا  
پھر کیا ہوگا۔“ ایک اور آدمی نے آہستہ سے کہا۔  
”پھر یقیناً انہیں موت کے گھاٹ اتارنا ہی پڑے گا۔ پھر اس کے  
سوا اور کوئی چارہ بھی نہ ہوگا۔“ اس لئے تو میں خود یہاں آیا  
ہوں تاکہ اگر ایسی صورت حال پیدا ہو تو میں تمام آپریشن کو خود  
کنٹرول کر سکوں۔“ چیف باس نے جواب دیا۔

”باس۔“ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ان کی خفیہ طور پر  
تلاشی لے لی جائے تاکہ یہ تو معلوم ہو کہ یہ اپنے ساتھ راستہ  
ڈھونڈھنے کے لئے کیا کیا سامان لے کر آئے ہیں۔“

کیوں کہ جس طرح آپ بتا رہے ہیں کہ علی عمران نے اپنی ذہانت  
سے ہمارے ہیڈ کوارٹر کا اتہ پتہ ڈھونڈھ نکالا ہے۔ تو  
ظاہر ہے وہ صرف مشین گنیں اٹھا کر یہاں تو نہیں آیا ہوگا۔ ہو  
سکتا ہے اس کے پاس ایسا کوئی جدید آلہ ہو جس سے وہ آسانی  
سے راستہ ڈھونڈھ نکالے۔“ چوتھے آدمی نے کہا۔

”اوہ۔“ ہاں۔“ یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ تم نے بہت اچھا  
پوائنٹ دیا ہے کالجیر۔ تم واقعی بے حد ذہین ہو۔ ہمیں  
واقعی ان کے سامان کی تلاشی لینا چاہیئے۔“ چیف باس

# اسٹار ٹریک



# اسٹار ٹریک



# اسٹار ٹریک حصہ دوم

منظہر کلیم ایم اے

ماہ زیب مئی ۱۹۸۱ء  
جلد ماہ شریعت

یوسف برادرز  
پاک گیٹ  
ملتان



کہتے ہیں تو پھر عمران سیوین کی بجائے مفتخار احمد شاہد سیوین  
 ہی عنوان ہونا چاہیئے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے مشورہ دیا ہے کہ عمران  
 کو شہر میں بھی کچھ کام وغیرہ کرنے دیا کریں۔ تو مجھے کب اعتراض ہے۔  
 عمران شہر میں دودھ دہی بیچے یا شیرینی کی دکان کھول لے۔ اور جادو گرا  
 اور پریوں کی کہانیاں مجرموں کو پڑھاتا رہے۔ میں کون ہوتا ہوں اعتراض  
 کرنے والا۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ عمران کو ایسے شہری کام پسند نہیں  
 وہ دہی کچھ کرتا ہے جو اسے پسند ہوتا ہے۔ اس لئے مجبور ہی ہے۔  
 منذرت خواہ ہوں۔

والسلام  
 منظر حکیم۔ ایم۔ اے

عمران کے بظاہر تو آنکھیں بند کئے خراٹے لے رہا تھا۔  
 لیکن دراصل وہ غار کے اندر جانے اور راستہ ڈھونڈھنے کے  
 بارے میں دل ہی دل میں کوئی واضح پلان ترتیب دے رہا تھا۔  
 جولیا کے بارے میں اسے کوئی فکر نہ تھی۔ کیوں کہ اسے معلوم  
 تھا کہ جولیا اپنے ساتھیوں کے سامنے صرف انا قائم رکھنے کی غرض  
 سے ایسی باتیں کرتی ہے۔ ورنہ وہ بھی جانتی ہے کہ ایسے مواقع پر  
 کیا ہونا چاہیئے اور کیا نہیں۔ لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ اشار  
 ٹریک نے یقیناً ایسا نظام قائم کر رکھا ہوگا کہ غار میں داخل ہوتے  
 ہی وہ ان کی نظروں میں آ سکتے ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ  
 اس وقت بھی انہیں چٹک کیا جا رہا ہو۔ اب جہاں تک راستہ  
 ڈھونڈھنے کا تعلق تھا۔ تو اس کے پاس ایسا کوئی ذریعہ یا آلہ نہ تھا  
 کہ وہ ان غاروں کے اندر خفیہ راستہ ڈھونڈھ سکا۔ وہ  
 تو صرف ایک داؤ لگا رہا تھا اور اسے معلوم تھا کہ انسانی نفسیات

کے مطابق اسٹارٹر ایک انہیں روکنے یا ختم کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی اقدام ضرور کرے گا۔ اور اس کا یہی اقدام اس کے خلاف ایک ٹکڑو ہو گا۔ جوزف کو اس نے خود ہی اشارے سے باہر جانے کے لئے کہا تھا۔ اور اب وہ بظاہر اس لئے سویا ہوا تھا کہ باقی ساتھیوں کے سوجانے کے بعد وہ باہر نکلے۔ چنانچہ جب کافی دیر بعد اسے یقین ہو گیا کہ سب ممبرز سو گئے ہیں تو اس نے آنکھیں کھولیں اور پھر بجائے اٹھ کر باہر جانے کے وہ آہستہ آہستہ رینگتا ہوا خیمے کی دیوار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ خیمے کی یہ دیوار اس کے دائیں ہاتھ پر ہی تھی۔ دیوار کے پاس پہنچ کر اس نے آہستہ سے پردہ اٹھا لیا اور پھر کر دھڑ بھڑ کر وہ خیمے سے باہر آ گیا۔ وہ اس وقت خیمے کی سائیڈ میں تھا۔ دوسرے لمحے وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ مگر اٹھ کر بیٹھتے ہی اس کی نظریں اس غار کے دہانے پر پڑ گئیں اور وہ بُری طرح چونک پڑا۔ اس نے غار کے دہانے پر چھوٹی چھوٹی شبیہیں دیکھی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے سیاہ رنگ کے لباس میں ملبوس چند بوٹے دہانے پر کھڑے ہوں۔ چون کہ فاصلہ کافی زیادہ تھا۔ اس لئے وہ چھوٹے چھوٹے سے نظر آ رہے تھے۔ ان کے سروں پر کنٹوپ نما غلاف چڑھے ہوئے تھے عمران چند لمحے انہیں غور سے دیکھتا رہا۔ پھر وہ آہستہ سے پیچھے کھسکنے لگا۔ جھاڑیوں میں آہستہ آہستہ کھسکتا ہوا وہ ایک درخت کے چوڑے تنے کی اوٹ میں ہو گیا۔ اب وہ اطمینان سے دیکھ رہا تھا۔

غار کے دہانے پر کھڑے ہوئے انسانی ہیولوں نے سیڑھی نما کوئی چیز نیچے لٹکائی۔ یہ شاید رسی کی بنی ہوئی سیڑھی تھی اور پھر وہ ایک ایک کر کے اس سیڑھی سے نیچے اترتے چلے آئے۔ جیسے جیسے وہ زمین سے نزدیک آتے جا رہے تھے۔ ان کے قدم و قامت بڑے بڑے ہوتے جا رہے تھے۔ اچانک عمران کو خیمے کے سامنے کے رخ ہلکے سے کھٹکے کی آواز سنائی دی اور وہ چونک پڑا۔

"جوزف۔۔۔ جوزف۔۔۔" میں خیمے کی سائیڈ میں ہوں۔" عمران نے اپنے پیچھے میں کہا۔

"ادہ۔۔۔ ماسٹر۔۔۔ تمہاری آواز تو باہر سے آ رہی ہے؟" جوزف کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔ اور چند لمحوں بعد جوزف خیمے کی سائیڈ پر نظر آیا۔

"جوزف۔۔۔ تم نے گن کیوں تیار کی تھی؟۔۔۔ عمران نے دُحشت کے پیچھے سے سر نکالتے ہوئے پوچھا۔

"باس۔۔۔ سامنے غار کے دہانے سے کچھ لوگ نیچے اتر رہے ہیں۔۔۔" جوزف نے کہا۔

"ہاں۔۔۔ میں نے انہیں دیکھ لیا ہے۔ تم خیمے کے اندر چلے جاؤ اور سوتے بن جاؤ جب تک میں حکم نہ دوں کوئی حرکت نہ کرنا۔" عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے ماسٹر۔۔۔" جوزف نے سر ملاتے ہوئے کہا اور پھر وہ سامنے کے رخ غائب ہو گیا۔ چند لمحوں بعد اُسے خیمے

کے اندر ہلکی سی گھڑ گھڑا ہٹ کی آواز سنائی دی اور اس کے بعد خاموشی طاری ہو گئی۔

اب غار سے نیچے آنے والے انسانی بیولے تیزی سے خمیوں کی طرف بڑھے چلے آ رہے تھے۔ ان کے ہاتھ میں مشین گنیں تھیں وہ بڑی احتیاط سے آگے بڑھ رہے تھے۔ ان کی تعداد چھ تھی۔ انہوں نے سیاہ رنگ کے چست لباس پہنے ہوئے تھے۔ اور سردیوں پر بلاسٹک مٹا کنٹوپ چڑھائے ہوئے تھے۔ اور پھر جب وہ کچھ نزدیک آئے تو عمران ان کے کنٹوپ دیکھ کر سمجھ گیا۔ کہ انہوں نے گیس ماسک غیر بھائے ہوئے ہیں۔ وہ آہستہ سے سر ہلانے لگا جیسے گیس ماسک پہننے کا مقصد سمجھ گیا ہو۔ اس نے اپنے کوٹ کے اندر پہنتی ہوئی جیکٹ میں ہاتھ ڈالا اور پھر اس جیکٹ کی ایک خفیہ جیب سے ایک چھوٹی سی پتری بائرنکال لی۔ یہ پتری بلاسٹک کے غلاف میں بند تھی۔ پتری کی لمبائی چوڑائی صرف آدھے انچ کے برابر تھی۔ اس نے آہستہ سے وہ پتری بلاسٹک کے غلاف سے بائرنکال لی۔ اور پھر اس کو درمیان سے موڑ کر دوبارہ سیدھا کیا تو اس کا اوپر والا حصہ کسی اسلحہ کی طرح ہٹتا چلا گیا۔ اس نے یہ پتری اپنے ہاتھ میں دبالی۔

آنے والے اب خمیوں کے قریب پہنچ چکے تھے۔ پھر ان میں سے ایک آدمی خیمے کے باہر ہی رک گیا جب کہ باقی پانچ افراد ہٹ کر تینوں خمیوں میں داخل ہو گئے۔ ان کے ہاتھوں میں چمک دار سی گیندیں موجود تھیں۔ چھوٹی چھوٹی گیندیں جن میں سے

ہلکی ہلکی روشنی نکل رہی تھی۔

جو آدمی ان خمیوں سے باہر رہ گیا تھا وہ ہاتھ میں مشین گن لئے سامنے ٹھل رہا تھا۔ اس کا انداز بے حد چوکنا تھا۔ عمران نے منہ سے ہلکی سی سسکی کی آواز نکالی۔ جیسے کسی زخمی آدمی نے سسکی لی ہو۔ آواز بے حد آہستہ تھی۔ لیکن عمران کا مقصد حل ہو گیا۔ سسکی کی آواز باہر موجود آدمی نے سن لی کیوں کہ وہ تیزی سے چونک کر مڑا تھا۔ اور پھر وہ مشین گن اٹھائے بڑے محتاط انداز میں اس طرف بڑھنے لگا بعد عمران موجود تھا۔ عمران درخت کے تنے کے پیچھے ہاتھ میں وہ پتری لئے بڑے چوکے انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ درخت کی اوٹ کے ساتھ ساتھ ایک خاصی اونچی جھاڑی نے اس کے جسم کا بیشتر حصہ چھپا رکھا تھا۔ جب آنے والا اس درخت کے قریب پہنچا تو عمران نے دوسرے ہاتھ میں پکڑا ہوا ایک کنکر دائیں سائیڈ کی جھاڑی کی طرف اچھال دیا۔ کنکر کی آواز ابھرتے ہی وہ آدمی عمران کی توقع کے عین مطابق اُسی طرف تیزی سے مڑا۔ اور اُسی لمحے عمران نے ہاتھ میں موجود پتری آہستہ سے اس راستے کی طرف اچھال دی جس پر چل کر وہ اس جھاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پتری چوں کہ بے وزن اور ہلکی تھی اس لئے اس کے گھاس پر گرنے کی آواز نہ نکلی۔ اور دوسرے لمحے اس آدمی کا بوٹ عین اس جگہ پڑا۔ جہاں چند لمحے پہلے پتری گر رہی تھی۔ عمران کی تیز نظریں اُسی جگہ پر گر پڑی ہوئی تھیں۔ جہاں چند لمحے پہلے پتری موجود تھی۔ جب اس آدمی نے

قدم آگے بڑھایا تو عمران کی آنکھوں میں چمک ابھرائی۔ کیوں کہ اب پتری اس جگہ سے غائب ہو چکی تھی۔ عمران کا مقصد حل ہو گیا تھا۔ پتری اس آدمی کے بوٹ کے تلے سے چپک گئی تھی۔ اور اس آدمی کو احساس تک نہ ہوا تھا۔ جھاڑی کے قریب پہنچ کر وہ آدمی رکا اور پھر اس نے بڑے پوکے انداز میں بڑی سی جھانک کا جائزہ لیا۔ لیکن دیاں کچھ ہوتا تو اسے ملتا۔ ابھی وہ دیاں کو ہی تنکا خیمے کے اندر سے نکلی سی کھڑکھڑاہٹ کی آواز ابھری۔ اوروہ آدمی چونک کر مڑا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا واپس خیمے کے دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ درخت کے پیچھے جھاڑی میں بکے ہوئے عمران نے گہری سانس لی۔

وہ آدمی خیمے کے سامنے جا کر نائب ہو گیا۔ عمران اب مطمئن تھا۔ وہ آنے والوں کے ہاتھوں میں روشن گیندیں دیکھ کر ہی سمجھ گیا تھا کہ ان گیندوں میں بھری ہوئی رینگنگ گیس صرف انسانوں کو بے ہوش کر سکتی ہے۔ اور گیس ماسکوں کی موجودگی اور رینگنگ گیس سے بھری ہوئی گیندیں اس بات کا واضح طور پر اشارہ تھا کہ وہ عمران ادا اس کے ساتھیوں کو صرف بے ہوش کرنے کا ارادہ کر کے آئے ہیں۔ اور اب خیموں میں پیدا ہونے والی مخصوص کھڑکھڑاہٹ سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ عمران ادا اس کے ساتھیوں کے سامان کی تلاشی لے رہے ہیں۔ عمران بڑے مطمئن انداز میں بیٹھا رہا۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ انسان دوبارہ خیموں کے باہر اٹھ

نظر آئے اور پھر وہ تیزی سے واپس اسی پہاڑ کی ٹانگ بڑھتے چلے گئے۔ جس کے درمیان میں وہ غار تھا۔ اور جس سے اب پتری رسی کی سیڑھی چاند کی روشنی میں نکلتی ہوئی صاف نظر آ رہی تھی۔ جب وہ سب اس سیڑھی کے ذریعے غار کے دہانے پر پہنچے۔ اور پھر نہ صرف وہ غار کے اندر غائب ہو گئے۔ بلکہ وہ سیڑھی بھی نائب ہو گئی۔ تو عمران جھکے جھکے انداز میں آگے بڑھا اور پھر اسی طرح خیمے کی دیوار کو ادبھا کر گئے وہ کر دھڑکے بل خیمے کے اندر پہنچ گیا۔ اندر پہنچتے ہی اس نے فوراً سانس روک لیا۔ کیوں کہ رینگنگ گیس کی بو ابھی تک خیمے میں موجود تھی۔ یہ انتہائی ملکی گیس ہوتی ہے۔ اور نہ ان کو معلوم تھا کہ زیادہ سے زیادہ آدھے گھنٹے تک اس کا اثر رہتا ہے۔ اور شاید بیس پچیس منٹ گزر چکے تھے۔ اس لئے جو صرف محسوس ہو رہی تھی۔ تقریباً پانچ منٹ بعد اس نے آہستہ سے سانس لیا۔ اور اس بار اسے بو کا احساس نہ ہوا۔ تو اس نے سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا۔ سامان ویسے ہی بڑا ہوا تھا۔ البتہ گہری نظروں سے دیکھنے پر وہ اپنی جگہ سے کھسکا ہوا محسوس ہوتا تھا۔

عمران نے مسکراتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں۔ کیوں کہ وہ اپنا کام دیکھا چکا تھا اور اب صبح تک انہیں کوئی خطرہ نہ تھا۔ چنانچہ چند ہی لمحوں بعد اس کے حقیقی خزانے خیمے میں گونجنے لگے۔ وہ واقعی سوچا تھا۔

والے مخصوص لباس بھی موجود ہیں۔ بس اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔" کا لنگر نے جواب دیا۔  
 "کیا سب لوگ خیموں کے اندر بٹھتے۔" چیف باس نے  
 چند لمحے خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔  
 "یس باس۔" وہ ہمیشہ بھی اندر چلا گیا تھا۔ اور جب میں  
 نے اس بٹھنے خیمے کے اندر ریکنگ فائر کیا تو وہ بھی سویا ہوا تھا۔  
 کا لنگر نے جواب دیا۔

"کتنے آدمی تھے۔" ان کی کل تعداد کتنی تھی؟

چیف باس نے سوال کیا۔

"باس۔ ایک خیمے میں تو صرف ایک عورت سوئی ہوئی  
 تھی۔ اس خیمے میں کوئی سامان موجود نہ تھا۔ اسی طرح ایک اور  
 خیمے میں ایک آدمی بغیر سامان کے سویا ہوا تھا۔ بڑے خیمے  
 میں البتہ سامان بھی اور کافی لوگ موجود تھے۔ آٹھ افراد تھے۔  
 دو ہمیشہ تھے اور باقی پاکیشیائی تھے۔" کا لنگر نے  
 جواب دیا۔

"اچھا۔ تمہارا جو آدمی باہر کھڑا تھا۔ اس سے تم نے پوچھا کہ  
 وہ خیمے کی سائیڈ پر کیوں گیا تھا۔" چیف باس نے چند لمحے  
 خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"خیمے کی سائیڈ پر۔" مگر مجھے تو معلوم نہیں۔ اور نہ  
 ہی اس نے ذکر کیا۔ وہ داکر تھا۔ میرا نمبر ٹو۔ میں نے اُسے  
 صرف اس لئے باہر روک دیا تھا کہ ہو سکتا ہے۔ باہر اس کی ضرورت

کا لنگر کمرے میں داخل ہوا تو سب چونک کر اُسے  
 دیکھنے لگے۔

"کیا رپورٹ ہے کا لنگر؟" چیف باس نے پوچھا۔  
 "باس۔ ان کے سامان میں کوئی ایسی چیز موجود  
 نہیں ہے جس سے اس بات کا خدشہ ہو کہ وہ ہمارا خفیہ راستہ  
 تلاش کر لیں گے۔" کا لنگر نے کرسی پر آکر بیٹھتے ہوئے  
 جواب دیا۔ سامنے دیوار پر موجود سکرین پر ابھی تک وادسی میں  
 نصب تین خیمے نظر آ رہے تھے۔

"کیا کیا سامان ہے ان کے پاس؟" چیف باس  
 نے پوچھا۔

"اسلمہ ہے صرف۔" کچھ کم بھی ہیں چھوٹی طاقت کے گیس  
 ماسک ہیں۔ چھوٹے آکسیجن سلنڈر اور باس دلدل میں نہ ڈوبنے

چیف باس نے کرخت لہجے میں کہا ۔

”باس — مجھے اس طرف سے یوں محسوس ہوا جیسے کسی آدمی نے سسکی لی ہو۔ چنانچہ میں ادھر گیا۔ لیکن وہاں کوئی نہ تھا۔ اور نہ دوبارہ کوئی آواز سنائی دی۔ پھر مجھے دائیں طرف کی جھاڑی میں کھٹکا سا سنائی دیا۔ میں ادھر بڑھ گیا۔ میں نے جھاڑی کو اچھی طرح چیک کیا۔ لیکن وہاں بھی کچھ نہ تھا۔ اس لئے میں واپس چلا آیا۔“ ڈاکر نے انتہائی مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اگر تم نے واقعی سسکی کی آواز سنی تھی تو تمہیں اس جگہ کو اچھی طرح چیک کرنا چاہیے تھا۔ لیکن ہم نے دیکھا ہے کہ تم اس درخت کے پاس پہنچے ہی دائیں طرف مڑ گئے تھے۔ اور پھر تم نے اس کی رپورٹ بھی اپنے باس کو نہیں دی۔“ چیف باس کا لہجہ بے حد تلخ ہو گیا۔

”بب — بب — باس — وہ شاید میرا دم تھا۔ میں نے چیک کیا تھا۔ اور چوں کہ وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ اس لئے میں نے رپورٹ نہیں دی۔“ ڈاکر نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔ اس کے لہجے میں انتہائی خوف کی لرزش نمایاں ہو گئی تھی۔

”ہو نہہ — تم نے شاید کا لفظ ادا کر کے اپنے بیان کو خود مشکوک کر دیا ہے۔ بہر حال آئندہ محتاط رہنا۔“ چیف باس نے سوچ آف کیا اور سکریں دوبارہ سپاٹ ہو گئی۔

”کاننگو — تم اس آدمی کو اچھی طرح چیک کر دو۔ میری چھٹی جس

پڑ جائے۔“ کاننگو نے چونکے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ ”وہ اس طرح تیزی سے مڑ کر بڑے خیمے کی سائیڈ میں گیا تھا جیسے اُسے کسی چیز کا شبہ ہو ہو۔ اور پھر وہ ایک درخت کے پاس پہنچ کر دائیں طرف مڑا۔ اور چند لمحے ایک جھاڑی کے پاس رک کر واپس خیمے کے دروازے کی طرف آگیا۔“

چیف باس نے کہا۔ وہ چوں کہ سکریں پر یہ سب منظر دیکھ رہے تھے۔ اس لئے انہیں ڈاکر کی تمام حرکات کا علم تھا۔

”ادہ — پھر اُسے رپورٹ دینی چاہیے تھی۔“ کاننگو نے کہا۔ اور چیف باس نے میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ سامنے موجود سکریں پر ایک تخت جھماکا سا ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی سکریں سپاٹ ہو گئی۔ چیف باس نے ایک اور بٹن دبایا تو سکریں پر چند لمحے جھماکے سے جوئے۔ پھر ایک خاصے بڑے کمرے کا منظر ابھر آیا۔ جس میں دکھی ہوئی میز کے گرد کرسیوں پر پانچ افراد موجود تھے۔ وہ پانچوں یوں چونکا ہونے بیٹھے تھے جیسے کسی بھی لمحے وہ اٹھ کر بھاگ کھڑے ہوں گے۔

”ڈاکر —“ چیف باس نے کرخت لہجے میں کہا۔

”یس باس — ایک نوجوان نے انجیل کو کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔ اس وقت وہ اُسی چٹ لباس میں تھا۔ جس میں وہ خیموں میں گئے تھے لیکن سر پر کینٹوپ موجود نہ تھا۔

”تم خیمے کی سائیڈ پر کیوں گئے تھے۔ کیا دیکھا تھا تم نے؟

کہہ رہی ہے کہ کچھ نہ کچھ ضرور ہوا ہے۔ جسے یہ سادہ لوح ابھی طرز  
سمجھ نہیں سکا۔ چیف باس نے کانگریس سے مخاطب ہو کر  
کہا۔  
”اگر آپ حکم کریں تو میں دوبارہ وہاں جا کر اس سچاٹ کو چیک  
کروں ریکورڈ کر دے لوگ تو صبح سے پہلے ہوش میں نہیں آئیں  
گے۔“ کانگریس نے جواب دیا۔

”مہنہ۔۔۔ اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ویسے بھی  
سکرین پر دیکھ رہے تھے۔ اگر وہاں کچھ ہوتا تو ہمیں بھی ضرور نظر آ جاتا۔  
لیکن مجھے احساس ہو رہا ہے کہ کچھ ہوا ضرور ہے۔۔۔ اب کیا ہو  
جے۔ اس کو تم نے چیک کرنا ہے۔ اسے انکوائری روم میں لے جاؤ  
اور اسے چیکنگ کمپیوٹر سے چیک کرو۔۔۔ اس کے بعد مجھے  
رپورٹ دینا۔“ چیف باس نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔  
”یس باس۔“ کانگریس نے بھی کرسی سے اٹھتے ہوئے  
کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی باقی افراد بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

”تم سب یہیں رہو گے۔ اب ہمیں بے حد محتاط رہنا ہو گا۔  
صبح شاید یہ لوگ غاروں میں داخل ہوں گے۔۔۔ میں بھی آ  
جاؤں گا۔ اس کے باوجود محتاط رہنا اور سکرین پر انہیں چیک کرتے  
رہنا ہو سکتا ہے کہ یہ رات کو ہی کوئی حرکت کر دیں۔“

چیف باس نے اپنے دو سرے شاہقیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔  
”یس باس۔۔۔ لیکن باس۔۔۔ وہ تو بے ہوش پڑے  
ہیں۔ صبح سے پہلے تو ویسے بھی ہوش میں نہیں آ سکتے۔“

گڈالی نے کہا۔  
”بہر حال محتاط رہنا ضروری ہے۔ میں لیبارٹری کو چیک کر کے  
آرام کروں گا۔۔۔ لیکن کسی بھی ایمر جنسی کی صورت میں مجھ  
سے رابطہ قائم کرنے کی تمہیں اجازت ہو گی۔“  
چیف باس نے تمکنا نہ لہجے میں کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا  
دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

www.Indi  
ہیں۔ وہ تو رات انہوں نے نمتے ہیں یہ بات کہہ دہی نمتی  
صغیر رنے کہہ

”کمال ہے۔۔۔ سنجیدگی سے تم میں ذکر کرتے ہو جب کہ جو لیا سنجیدگی کا حکم دیتی ہے۔ اب میں کیا کروں۔۔۔“ عبدان نے منہ بنا تے ہوئے کہا۔

”تم بات ہی ایسی کرتے ہو کہ وہ سب کو خواہ مخواہ غصہ آجاتا ہے“  
جواباً تمہاری باتوں سے جواب دیا۔

اُتے ہیں شاید رات کو احساس ہو گیا تھا کہ اس نے غلط موقع پر  
نعرہ بات کر دی ہے۔ اس لئے اس نے مفاہمت کرنے میں ہی  
عافیت سمجھ لی تھی۔

سختی بات پر آ سکتا ہے یا خواہ مخواہ بیک وقت دونوں باتیں ممکن نہیں ہیں : ————— عمران نے بڑے فلسفیانہ انداز میں کہا۔

اب یہاں بیٹھ کر باتیں ہی کرتے رہیں گے یا کچھ کرنا بھی ہے ؟  
اچانک تنویر نے اکھڑے ہوئے اچھے میں کہا : اُسے شاید جو لیا کے اس  
طرح ہتھیار ڈالنے پر کوفت ہوئی تھی ۔

پلو۔ کھڑے ہو کر باتیں کر لیتے ہیں۔ اگر تمہیں بیٹھنے پر اعتراض ہے۔ اور جہاں تک کچھ کرنے کا تعلق ہے تو ایک محاورہ ہے کہ کچھ کیا کر۔ اور کچھ نہیں۔ تو یا بامہ ادھیڑ کر سیا کر۔ لیکن مجھے کوئی اعتراض نہیں کہ اگر تم یا بامہ ادھیڑنے کے بعد سیئے بغیر ہی بہن لوٹا۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس بار

”ہاں تو مس جو یلیا نافہر ڈاٹر لیڈر آف دی گروپ۔ ادہ ساری لیڈرانی آف دی گروپ۔۔۔ اب کیا حکم ہے: عمران نے ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد جو یلیا سے مخاطب ہو کر کہا۔ باقی سب افراد بھی اب مشن کے لئے تیار ہو چکے تھے۔

عمران کو دیکھتے ہوئے کہا: — کیا حکم — جو یانے حیرت بھرے ہے۔

”رات تم خود ہی تو کہہ رہی تھیں کہ میری حیثیت تو صرف کراۓ کے آدمی کی ہے، لیڈر بلکہ لیڈر انی تم ہو۔۔۔ اس لئے میں پوچھ رہا ہوں کہ اب گردپ کے لئے کیا حکم ہے۔“ — عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”عمران صاحب — آپ جو لیا کی بات کو سنجیدگی سے نہ



سب کھکھلا کر ہنس پڑے۔ اور خلاف توقع تنویر بھی ہنس پڑا۔ شاید عمران کا یہ مذاق اس کی ذہنی سطح کے مطابق تھا۔ اس لئے وہ بھی اس سے محفوظ ہوا تھا۔

”پرنس۔۔۔ تنویر صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں، ہمیں واقعی کچھ کرنا چاہیے۔ یہاں بیٹھ کر وقت ہی ضائع ہونا ہے۔ اس بار کرائے لے کر۔“

”کرنے کا موقع تو تم سب نے خود ہی گنوا دیا۔ ایسے کھوٹے بیج کھڑے ہو کر چاہے کوئی جوتے ہی کیوں نہ مار جائے کھوٹا ہی نہیں بدلتے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب۔۔۔ صغدر اور دوست کے ساتھیوں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ ان کی آنکھوں میں حیرت کے آثار ابھرتے تھے۔“

”تم لوگوں نے ذرا بھی محسوس نہیں کیا کہ رات تمہارے سامان کی تلاشی لی گئی ہے۔ اور تمہیں سوتے میں بے ہوش کر دیا گیا تھا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”سامان کی تلاشی۔۔۔ بے ہوش کر دیا تھا۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ جو زف تو باہر مہرہ دے رہا تھا۔ ادب اتنی غفلت کی نیند تو ہم سے کوئی بھی نہیں سوتا کہ کوئی آئے اور ہمیں احساس بھی نہ ہوتا۔“ صغدر نے تعجب بھرے لہجے میں کہا۔

”باس اگر مجھے اندر جانے کے لئے نہ کہتا تو میں دیکھتا کہ وہ لوگ کیسے زندہ بچ کر جاتے۔“ عمران کے بولنے سے پہلے جو زف بول پڑا۔ اور اس بار واقعی سب کے چہرے حیرت کی

زیادتی سے بگڑا گئے۔ کیوں کہ جو زف کی بات کا مطلب یہی تھا۔ کہ واقعی کچھ لوگ وہاں آئے تھے۔

”عمران صاحب۔۔۔ کیا واقعی یہاں کچھ لوگ آئے تھے۔“ اس بار کرائے نے کہا۔ اس کے چہرے پر بھی شدید حیرت کے تاثرات تھے۔

”ہاں۔۔۔ وہ لوگ آئے تھے۔ انہوں نے تم سب کو بے ہوش کر دیا۔ پھر انہوں نے بڑے ماہرانہ انداز میں سامان کی تلاشی لی۔ اور واپس چلے گئے۔“ عمران نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔۔۔ تو آپ کہاں تھے۔“ صغدر نے پوچھا۔  
”میں باہر بیٹھا سکیاں بھر رہا تھا۔“ عمران نے جواب دیا۔

”سکیاں۔۔۔ وہ کیوں۔“ ان سب نے بیک آواز ہو کر پوچھا۔

”مجھے ان کی موت پر پیشگی افسوس ہو رہا تھا کہ وہ لوگ جو لیل کے خیمے میں بھی گئے تھے اور جو لیا خیمے میں اکیلی تھی۔“ مجھے معلوم تھا کہ تنویر برداشت نہ کر سکے گا اور پھر وہ تنویر کے ہاتھوں بے ہوش مارے جائیں گے۔ اس لئے میں سکیاں پیشگی بھر رہا تھا آخر وہ انسان تھے۔ کوئی جائز تو نہ تھے کہ ان کی موت پر مجھے دکھ نہ ہو۔ لیکن میری سکیاں ضائع چلی گئیں۔ کیوں کہ تنویر تو سویا ہوا تھا پاؤں پسارے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”سیدھی بات کریں۔۔۔ ہوا کیا۔۔۔“ صفدر نے اس بار جھجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔  
 ”سیدھی بات۔۔۔ یعنی جو منہ سے نکلے اور خط مستقیم میں پہنچتی ہوئی دروازے سے باہر نکل جائے۔ پھر وہ تمہارے کانوں تک نہیں پہنچ سکتی۔ کیوں کہ بہر حال تمہارے کان میرے منہ کے بالکل سیدھ میں تو نہیں ہیں۔“ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”جوزف۔۔۔ تم بتاؤ کیا ہوا تھا کون لوگ تھے؟“ کیپٹن شکیل نے اس بار عمران کی بجائے قریب موجود جوزف سے بات کرتے ہوئے کہا۔

وہ لوگ سامنے والے پہاڑ کی غار سے سیڑھی لٹکا کر نیچے اترے۔ چھ آدمی تھے۔ انہوں نے سردوں پر کنٹوپ پہنے ہوئے تھے۔ میں نے ان پر فائر کھولنا چاہا۔ لیکن اُسی لمحے ماسٹر کی آواز خیمے کے باہر سے سنائی دی۔ میں ماسٹر کے پاس آیا تو ماسٹر خیمے کے باہر ایک درخت کی اوٹ میں تھے۔ ماسٹر نے مجھے اندر جا کر سونے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ میں اندر آکر بیٹھ گیا۔ ماسٹر باہر ہی رہے۔ پھر ان لوگوں کے قدموں کی آوازیں خیموں کے قریب سنائی دی۔ ہمارے خیمے میں تین افراد داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں روشن گیند تھی۔ اس نے وہ گیند فرش پر پھینک دی۔ اس کے بعد کیا ہوا مجھے نہیں معلوم۔ جوزف نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اس کے بعد انہوں نے سامان کی تلاشی لی۔ وہ شاید کوئی ڈاکو تھے۔ انہوں نے سوچا جو گا کہ آخر مس جو لیا کی شادی ہو رہی ہے۔ تو جہیز کا سامان اور زیورات مل جائیں گے۔ مگر جب سمجھ نہ ملا تو بے چارے واپس اپنی غار میں چلے گئے۔“ عمران نے باقی فقرہ پورا کر دیا۔

”تم احمق ضرور ٹھٹھکتے رہو گے۔ تمہاری ہی بکو اس دوسرے کو قصہ کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔“ جویا نے اپنے متعلق دیکھ کر سن کر بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

”عمران صاحب۔۔۔ آپ نے انہیں روکا کیوں نہیں؟ یہ تو بڑا اچھا موقع تھا۔ ہم ان کے میک اپ میں واپس غار میں جاتے اور اس طرح آسانی سے ان کے ہیڈ کوارٹر میں داخل ہو جاتے۔“ صفدر نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”بتایا تو ہے کہ میں تو سمجھتا ہوں کہ میں مصروف تھا۔ انہیں روکنا کیسے؟“ عمران نے جھجھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

”مجھے یقین ہے کہ عمران نے ضرور ان کے ساتھ کوئی حرکت کی ہوگی۔۔۔ یہ ناممکن ہے کہ عمران جاگ رہا ہو اور پھر وہ اس طرح واپس چلے جائیں۔“ کیپٹن شکیل نے بڑے یقین بھرے لہجے میں کہا۔

”میں نے کیا کرنا تھا۔ البتہ میں نے ان میں سے ایک کی منٹ ضرور کی تھی کہ وہ جاتے ہوئے ہمارے لئے بھی کوئی نشانیاں ہیچ نہ کرتا۔“

غار کے دہانے میں داخل ہو گیا۔ اس نے کم سے کم بندھی ہوئی رسی کھولی اور اندر موجود ایک چٹان کے ساتھ اُسے باندھ دیا۔ اس کے بعد وہ دہانے پر آیا۔ اور اس نے انہیں ادھر آنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر اس رسی کی مدد سے وہ سارے ایک ایک کر کے اوپر غار تک پہنچ گئے۔ غار اندر سے ایک سرنگ کی صورت میں دور تک چلی گئی تھی۔ عمران نے اپنی داسکٹ کی جیب سے ایک باریک کمائی والی فولڈنگ عینک نکالی اور اُسے کھول کر آنکھوں پر لگا لیا۔ اس عینک کے شیشے بالکل نیلے رنگ کے تھے۔ جیسے ہی اس نے عینک پہنی اُسے غار کے فرش پر سنبھلے رنگ کے نشانات غار کے اندر کی طرف جاتے ہوئے دکھائی دیئے۔ یہ نشانات اُسی پتری کے تھے جو عمداً ان نے آنے والے کے بوٹ کے تلے سے چپکانی تھی۔ یہ پتری ایسی ریز چھوڑتی رہتی تھی۔ جسے اس خصوص عینک سے ہی دیکھا جاسکتا تھا۔ عمران ان نشانات کے سہارے تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ باقی ساتھی اس کے پیچھے تھے۔ ان سب نے ہاتھوں میں مشین گنیں اٹھائی ہوئی تھیں۔ اور رشت پر تھیلے باندھے ہوئے تھے۔ غار آگے جا کر دائیں طرف کو مڑی اور اس کے ساتھ ہی گرم ہوا کا بھبکا سا ان کے چہروں سے ٹکرایا۔ وہ چونک کر پیچھے ہٹے۔ یہ پہلی غار کی نسبت کافی کشادہ غار تھی۔ جس میں دلہل پھیلی ہوئی تھی یہ دلہل لاوے کی طرح کھول رہی تھی اور اس میں سے سفید رنگ کا دھواں سا اٹھ کر غار کی چھت سے ٹکرا رہا تھا۔ اور چھت اور دیواروں

جائے کسی جگہ ہوئے کی رہنمائی تو بڑا ثواب کا کام ہے۔ اور وہ بے چارہ مان گیا۔ لہذا اب آدسا مان دکھاؤ۔ اور چلو دیکھتے ہیں کہ اس نے کوئی نشانی چھوڑی بھی ہے یا نہیں؟۔ عمران برا مسکرا کر اٹھتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔۔۔ اس کا مطلب ہے تم نے واقعی کوئی چکر چلا دیا ہے۔ ٹھیک ہے۔۔۔ صفر اور جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ سب اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے اپنے اپنے تھیلے کمروں پر لا دیئے۔

”ان خیموں کا کیا کرنا ہے باس۔۔۔ کیا انہیں لمبیٹ لیا جائے۔۔۔ جو زف نے پوچھا۔

”کھڑے رہیں۔ شاید کوئی اور بات آسکے۔ اور ان کے پاس خیمے نہ ہوں۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ سب ایک ایک کر کے خیمے سے باہر نکلے اور اس پہاڑ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ جس کے درمیان میں اس غار کا دہانہ موجود تھا۔ پہاڑ کے قریب پہنچ کر عمران نے اپنی کمر سے تھیلہ اتارا۔ اور اس میں سے وہ بیگ نکالا جس میں کوہ پیما کی جیسا سامان موجود تھا۔ اور پھر وہ کیلیں ٹھونک ٹھونک کر ادا پانی کمر سے بندھی ہوئی رسی کو نیچے چھوڑتا ہوا اس غار کی طرف چڑھتا چلا گیا۔ باقی لوگ نیچے کھڑے رہ گئے۔ کیوں کہ پہاڑ کی یہ دیوار بالکل سیدھی تھی اور جب تک عمران غار کے اندر نہ پہنچ جائے۔ وہ اس پر زور نہ ڈال سکتے تھے۔ عمران اوپر چڑھتا گیا اور تھوڑی دیر بعد وہ

”کیا اس بیٹی پر سے گزر کر دوسری طرف جانا ہو گا؟“ — صفحہ  
نے باریک سی بیٹی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔  
”ہاں۔ — بس یہی راستہ ہے۔ میں اس پر سے گزر کر دوسری

ان سب کے ذہنوں کو زیر دست جھٹکا دیا تھا۔  
 "اوہ۔۔۔ شکریہ تنویر۔۔۔ ایسی کوئی بات نہیں رہتا ہمارا  
 بھان مجھ سے زیادہ قیمتی ہے۔ بہر حال تمہارے خلوص کی میں دل  
 سے قدر کرتا ہوں۔ اور تمہاری اس بات نے میرے دل  
 میں تمہاری قدر بڑھا دی ہے۔" عمران نے بھی خلوص  
 بھرے لہجے میں جواب دیا۔

پھر چمک سی آگئی۔  
 "تنویر نے بات ٹھیک کہی ہے عمران۔۔۔ ایسا نہ ہو کہ  
 ہم تم سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ تم ایسا کرو مجھے دو میں اسے باندھ دیتا  
 ہوں۔" صفد نے آگے بڑھ کر کہا۔  
 "ارے۔۔۔ میں نے کوئی سونے کا کشتہ نہیں کھایا۔ کہ  
 میں اچانک قیمتی بن گیا ہوں۔ اور یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ  
 تم گھبرا جاؤ۔ میرے لئے اس سٹی سے گزرنا کوئی مسئلہ  
 نہیں میں تو تم لوگوں کے لئے یہ خیال تان رہا ہوں۔ عمران  
 نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے اس تردد کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم سب گزر  
 جائیں گے۔ البتہ جوزف اور جوانا کا مسئلہ ہے۔ یہ لوگ بھاری  
 وجود کے ہیں۔" کیپٹن شکیل نے کہا۔  
 "ارے۔۔۔ کمال ہے۔ میرا خیال ہے میرا دماغ اسی دلیل

کی گرم ہوانے خراب کر دیا ہے۔ یہ تو سب سے آسان راستہ ہے۔"  
 اچانک عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔  
 "آسان راستہ ہے۔ کیا مطلب؟" صفد نے  
 چوہاں کر پوچھا۔  
 عمران تیزی سے دلیل کے کنارے پر موجود پٹی کی طرف بڑھا۔  
 اس کی نظروں نے اچانک ہی ایک بات نوٹ کی تھی۔ اس  
 نے دیکھا تھا کہ پٹی کے نشانات ایک فاصلے سے آگے بارہ تھے  
 حالانکہ وہ پتہ دلا شخص اور اس سٹی پر دونوں پر رکھ کر چلتا تو یقیناً  
 وہ ایک پر رکھ کر چھ دو سہا پر اسے آگے رکھتا۔ اور پھر پتہ ہی  
 والا پر آگے رکھتا۔ اس طرح نشانات میں دو قدم کا فاصلہ یقیناً بن جاتا۔  
 لیکن یہاں سٹی پر پتہ ہی کے نشانات کا فاصلہ ایک قدم کا تھا۔ جس  
 سے صاف ظاہر تھا کہ وہ عام انداز میں چلتا ہوا آگے گیا ہے۔ اب  
 ظاہر ہے نہ صرف ایک پر سے تو اس پٹی سے گزرا نہ جاسکتا تھا۔ اس  
 کا مطلب تھا کہ گزرنے والے کا دو سہا پر کسی اور جگہ پر رہا تھا۔ جب  
 کہ بلکہ۔ وہاں سپاٹ دیدار سی تھی۔ اور کوئی ایسی جگہ نہ  
 تھی جہاں دو سہا پر رکھا جاسکتا ہو۔ عمران تیزی سے دیواروں کی  
 طرف بڑھا اور اس نے اس جگہ کو دیکھا شروع کر دیا۔ جہاں سے  
 پٹی شروع ہوتی تھی۔ اور اس کی نظر میں ایک ابھرے ہوئے پتھر  
 پر پڑ گئیں۔ یہ پتھر قدرتی یعنی جلے ہوئے مصنوعی معلوم ہوتا تھا۔ عمران  
 نے پتھر کو زور سے دبا یا لیکن پتھر ساکت رہا۔ پھر اس نے اسے دائیں  
 بائیں بلانے کی کوشش کی۔ لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ عمران ایک

اور اس کے بعد کمر لے اور ہم اس کے سارے ساتھی ایک ایک کر کے بڑے المیہ خان سے اس پٹی سے گزرتے ہوئے دلدل کی دوسری طرف پہنچ گئے۔ یہاں بھی پہلے کی طرح ایک اصرار ہوا پھر موجود تھا۔ جب اس کے سارے ساتھی دوسری طرف پہنچ گئے تو عمران نے پھر یہ یہ مارا۔ دیوار دوبارہ نمودار ہوئی اور اب سنگل پیٹریج گئی۔ جسے عبور کرنا ناممکن تھا۔ دلدل کی دوسری طرف غار ڈھلان کی صورت میں نیچے عمیق کہانی میں جا گئی تھی۔ ایسی کہانی جس کی کوئی انتہاء نہ تھی۔ البتہ سامنے کافی فاصلے پر غار کی دیوار نظر آرہی تھی جو بالکل سیاہ دیوار کی طرح تھی۔

”ارے۔۔۔ یہ تو معاملہ ہی ختم ہو گیا۔۔۔“ صفر نے اس کہانی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”اگر تم مجھ سے پوچھو گئے کہ ہم نے یہاں پہنچ کر کیا کیا تو میں پہلے بتا دوں کہ ہم یہاں سے واپس چلے گئے تھے۔ یہ ہمارے لئے ناقابل عبور تھی۔۔۔“ عمران کے بولنے سے پہلے ہی کراٹے بول پڑا۔

”اچھا۔۔۔ یہ بات ہے تو پھر میں کچھ نہیں پوچھتا۔ ورنہ ہمیں بھی واپس جانا پڑے گا۔ اور فی الحال واپسی کا سارا کوئی پروگرام نہیں۔“ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور خاموشی سے سامنے والی سیاہ دیوار کو دیکھنے لگا۔ اور چند لمحے دیوار کو دیکھنے کے بعد اس نے سرچ لائٹ کے سے انداز میں آنکھیں گھما کر پوری غار کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ لیکن بظاہر کوئی راستہ

طویل سانس لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے ذہن میں الجھن تھی۔ کیوں کہ اس کا آئیڈیالہ درست تھا۔۔۔ لیکن کوئی کیوں نظر نہ آ رہا تھا جس سے اس کے آئیڈیالے کی صداقت ثابت ہو سکے۔ وہ چند لمحوں پر سوچتا رہا پھر اس نے اچانک پیرائٹا کر اس پتھر کے اوپر رکھا اور دوسرے لمحے دھچک پڑا۔۔۔ بلکی سی کھڑکھڑاہٹ ہوئی۔ اور پوری دیوار درمیان سے بھٹ کر دونوں سروں پر سمٹی چلی گئی۔ اس کے نیچے ایک فٹ اور ایسی ہی ایک اور دیوار نظر آئے لگی۔ اور اس دیوار کی جڑ میں ایک دوسری چوڑی پیٹی بھی نظر آرہی تھی۔ اور اس طرح دونوں پٹیاں مل کر ایک بڑا سا چوڑا راستہ بنا رہی تھیں۔ ”بھئی۔۔۔ اب تو تئیر کا خدشہ دور ہو گیا۔ بہ حال تنویر کی یہ پیش کش مجھے ساری عمر یاد رہے گی۔۔۔“ عمران نے تسکین سے بولے کہا۔

”حیرت ہے۔۔۔ تو یہ پتھر ہے۔ ہم نے خواہ مخواہ اپنے آدمی گنوائے۔“ کراٹے نے حیرت خیز انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”اسی لئے تو کہتے ہیں دیوار سے بھی مشورہ کر لو۔ اگر تم بھی میری طرح اس دیوار سے مشورہ کر لیتے تو تمہارے آدمیوں کی بھی جانیں بچ جاتیں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور عمران کے ساتھی محاورے کے اس خوب صورت استعمال پر دل ہی دل میں ہنس پڑے۔ عمران سب سے پہلے اس پٹی پر قدم رکھ کر آگے بڑھنے لگا۔

پتنگ کی طرح رسی کے سہارے ڈولتا ہوا پوری تیزی سے سامنے دالی دیوار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے قدم زمین پھوٹ چکے تھے۔ عمران کے ساتھیوں نے سانس روک لئے کیوں کہ آنکڑا اگر نکل جاتا تو شاید عمران کو وہ زندہ ہی بھر دو بارہ نہ دیکھ سکتے۔ دوسرے لمحے عمران اس دیوار کے ساتھ جا ٹکرایا۔ اس نے دونوں ٹانگیں آگے کر لی تھیں۔ اور اس کے دونوں پیر سی دیوار سے جا ٹکرائے تھے۔ لیکن دوسرے لمحے عمران کے سارے ساتھیوں کے حلق سے بے اختیار چیخیں نکل گئیں۔ کیوں کہ پیر دیوار کے ٹکرانے سے جو جھٹکا عمران کے جسم کو لگا تھا۔ اس جھٹکے کی وجہ سے دیوار میں گھسا ہوا آنکڑا ایک جھٹکے سے باہر آ گیا تھا اور تنی ہوئی رسی ایک تخت ڈھیلی پڑ گئی۔ اور ظاہر ہے اس کے بعد عمران کے اس بولناک اور عبرت ناک انجام پر افسوس ہی کیا جاسکتا ہے۔ اس کے سوا دوسری کوئی صورت باقی نہ رہی تھی۔

نظر نہ آ رہا تھا۔ عمران چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر اس نے اپنی پست پر لہے ہوئے پتیلے میں ہاتھ ڈال کر ایک آنکڑا سا نکالا۔ اور اسے گھما کر پوری قوت سے سامنے دالی دیوار پر دے مارا۔ آنکڑا اثر مٹا ہوا اس دیوار کی طرف بڑھا اور پھر کھٹاک کی آواز سنائی دی اور آنکڑا کا بار یک حصہ اس دیوار میں گھس گیا۔ عمران نے آنکڑے کے دیوار کے ساتھ ٹکرانے کی آواز سن کر اطمینان سے سر ملایا۔ کیوں کہ یہ آواز بتا رہی تھی کہ دیوار اصلی ہے۔ اب عمران نے پتیلے کو اتار کر نیچے رکھا۔ پتیری کے نشانات اس غار کے دیانے تک نظر آئے تھے۔ اس کے بعد غائب ہو گئے تھے۔ اس لئے عمران سمجھتا تھا کہ یہاں کوئی ایسا جکڑہ نہ ہے جس سے وہ لوگ آسانی سے اس عجیب و غریب غار کو کراس کر سکتے ہوں گے۔ ورنہ پتیری کے نشانات یقیناً ڈھلان میں جاتے ہوئے ضرور دکھائی دیتے عمران نے پھیلا کھول کر اس میں ایک گندہ سی نکالی جس کے سرے پر پہلے جیسا فولاد سی آنکڑا موجود تھا۔ ناکوں کی رسی کا بڑا سا گچھا عمران نے تیزی سے کھولا اور پھر اس نے ساتھیوں کو ایک طرف ہٹنے کے لئے کہا اور جگہ خالی ہوتے ہی اس نے گھما کر آنکڑے کو سامنے دالی دیوار پر اس جگہ مارا جہاں دیوار چھت سے جا کر ملتی تھی۔ ایک بار پھر ٹکرانے کی آواز سنائی دی اور اس بار بھی آنکڑا دیوار اور چھت کی جڑ میں جا کر پھنس گیا۔ عمران نے رسی کو کھینچ کر اطمینان کیا اور پھر اس نے رسی کو پکڑا اور تیزی سے ڈھلان میں دوڑنا چلا گیا۔ جیسے ہی رسی تنی عمران کا جسم کسی کٹی ہوئی

”خاص بات — سوری سمر — میں آپ کی بات سمجھ نہیں سکا۔ آپ کا اشارہ کس طرف ہے؟“ — کانگری نے سمجھتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

تم نے مجھے رات بتایا تھا کہ ایک شیعہ میں ایک عورت دوسرے شیعہ میں ایک مرد اور تیسرے بڑے شیعہ میں آٹھ افراد تھے۔ یہ کل تین سو دس ہوئی۔“ — چیف باس نے تلخ لہجے میں کہا۔

”یس باس — ایسا ہی تھا سمر — میں نے درست بتایا تھا۔“ کانگری نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں جواب دیا۔

”تو اب گنو — یہ تعداد میں کتنے ہیں؟ — چیف باس نے کڑواہٹ لہجے میں کہا۔ اور دوسرے لڑکے کانگری کی آنکھیں خوف اور حیرت سے پھلتی چلی گئیں۔ کیوں کہ واقعی آنے والوں کی تعداد اس قدر تھی کہ علاوہ دس تھی۔ جب کہ اس نے عورت کے علاوہ نوازدہ کو دیکھا۔

”یہ گیارہ ہیں جناب — مگر.....“ — کانگری نے ہکا ملاتے ہوئے کہا۔

”اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایک آدمی خیموں کے اندر نہ تھا اور اب مجھے یقین آ رہا ہے کہ جس سسکی کی آواز داکر نے سنی تھی وہ اس آدمی کی تھی۔“ — دہ یقیناً خیمے سے باہر اس طرف موجود تھا۔“ — چیف باس نے سپاٹ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیکن باس — آپ بھی تو سکرین پر انہیں چیک کر رہے

شاہ زیب سٹیشنرز اینڈ  
جلد ساز میروان

چیف باس اور اس کے ساتھی آپریشن روم میں بیٹھے سامنے دیوار میں نصب سکرین پر نظر جمائے ہوئے تھے۔ خیموں سے جب عمران اور اس کے ساتھی باہر نکلے تھے اُس وقت چیف باس کو اطلاع دے دی گئی تھی اور چیف باس فوراً ہی آپریشن روم میں پہنچ گیا تھا۔ دو خاموش بیٹھا عمران اور اس کے ساتھیوں کو کوہ پیما کی کے انداز میں غار کے دلانے کی طرف بڑھے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

”کانگری۔“ — چیف باس نے قدرے سخت لہجے میں پاس بیٹھے ہوئے کانگری سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یس باس۔“ کانگری نے چونک کر جواب دیا۔

”تم نے کوئی بات نوٹ کی ہے؟“ — چیف باس نے کہا۔



تھے۔ اگر کوئی باہر نکلتا تو آپ کو بھی نظر آجاتا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ یہ گیارہ آدمی رات کے کسی حصے میں یہاں پہنچا ہوں۔ کانگر نے دلہنی بات سنانے آئی تو چیف باس کی آنکھوں میں ہچک ابھرائی کیوں دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ اس نے جان بوجھ کر سارے کہ اُسے معلوم تھا کہ عمران کا یہ آئیڈیا یقیناً ذیل وجہ سے نکلا۔ اور بات چیف پر ڈال دی تھی۔ تاکہ وہ اپنی وجہ سے اُسے کوئی مزید نہ صرف اپنی بلکہ اپنے کسی ساتھیوں کی جانیں بھلی سی غار میں گنوا بیٹھے گا۔ لیکن پھر وہ چونک پڑا جب اس نے عمران کو اس پتھر نہ دے سکے۔

”اگر بعد میں پہنچا تو پھر یقیناً تم لوگوں کی نظروں میں آجاتا۔ پر زور آزمائی کرتے ہوئے دیکھا۔“  
لوگ تو ساری رات سکرین کو چیک کرتے رہے ہو۔  
چیف باس کی کمرخت آواز سنائی دی۔  
”بب۔۔۔ بب۔۔۔ باس۔۔۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔  
یہ گیارہ آدمی بہر حال اس وقت جیموں میں موجود نہ تھا۔“  
کانگر سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

”ہو نہ ہو۔۔۔ اس کا مطلب ہے یہ لوگ ہماری توقع سے کہیں زیادہ ہوشیار اور چالاک ہیں۔ بہر حال دیکھو اب یہ لوگ غار میں پہنچ گئے ہیں آگے یہ کیا کرتے ہیں۔۔۔ چیف باس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور کانگر کے زرد پڑتے ہوئے چہرے پر دوبارہ خون کی روانی بحال ہونے لگ گئی۔ چیف باس کہ یہ بڑبڑا ہٹ بٹا رہی تھی کہ اس نے کانگر کی اس کوتاہی کو نظر انداز کر دیا ہے۔ عمران اور اس کے ساتھی اب سکرین پر اس غار کے دہانے پر کھڑے نظر آ رہے تھے۔ اور سامنے دلائل آ رہے تھے۔ ان کی باتیں بھی کمرے میں گونج رہی تھیں۔ اور چیف باس اور اس کے ساتھی خاموش بیٹھے یہ باتیں سن رہے تھے۔ جب جاں آ رہی تھی۔ جس میں ڈھلان تھی۔ چیف باس اور اس کے ساتھیوں کی نظریں سکرین پر جمی ہوئی تھیں۔ کیوں کہ وہ یہ دیکھنا چاہتے تھے

کہ اب یہ شیطان صفت لوگ کیا کرتے ہیں۔ وہ عمران کو آکھڑا بھینکتے دیکھتے رہے۔ اور پھر جب عمران نے گمنند والا آکھڑا دیکھ کر اس کے ذریعے مخالف دیوار کی طرف جھولا جھولا تو بائیں ایک بار پھر چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ مگر دوسرے لمحے اس کے منہ سے مسرت بھری آواز نکلی۔۔۔ کیوں کہ جس آکھڑے کی ماہ دوسرے عمران کو دیوا بچکے ساتھ لٹکتے دیکھ رہے تھے وہ جھٹکا گئے کی وجہ سے اپنی جگہ چھوڑ چکا تھا۔ ادرا ب ظاہر ہے عمران کے پنج نکلنے کا ایک فی صد بھی چانس باقی نہ رہا تھا۔۔۔ جوں کہ پہلی غار میں ہونے والے باتوں سے اُسے معلوم ہو چکا تھا کہ عمران کون ہے اور انہوں نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ عمران ہی ان کا لیڈر ہے۔۔۔ ادرا ب اس کے خاتمے کے بعد ظاہر ہے اس ٹیم کو داپس ہی جانا پڑے گا۔

ادھر جیسے ہی آکھڑے نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور عمران کے ساتھیوں کے حلق سے چنچیں نکلیں۔۔۔ چیت باس اور اس کے ساتھی مسرت سے چنچ اٹھے۔ مگر دوسرے لمحے ان کی آنکھیں حیرت سے پھٹی چلی گئیں۔ ان کے چہرے کے اعصاب خود بخود پھٹ پھٹنے لگے تھے۔۔۔ کیوں کہ عمران اسی کا تازہ ختم ہوتے ہی کسی گیند کی طرح اچھلا تھا اور پھر وہ بازی گردوں کے سے انداز میں ہوا میں اترتا اور آہوا داپس اس ڈھلان کی طرف پلٹا۔۔۔ لیکن ظاہر ہے فاصلہ کافی تھا۔ اس لئے وہ گہرائی میں گرنا چلا گیا۔ لیکن چیت باس نے اس کی داپس پھلانگ اور گرنے کے انداز سے ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ ڈھلان پر ہی گرے گا۔ اور اگر اس نے اپنے جسم کو کنٹرول کر لیا

"ماسٹر۔۔۔ ماسٹر۔۔۔ اچانک جوزف اور جوانا جوان کے پیچھے کھڑے تھے رچیتے ہوئے ڈھلان پر دوڑتے چلے گئے۔ کیپٹن شکیل اور تنویر نے انہیں روکنے کی کوشش کی۔۔۔ لیکن تلا ہے ان بھیرے ہوئے دیو دل کو روکنا ان کے بس کی بات نہ تھی۔ وہ ڈھلان پر دوڑتے ہوئے گہرائی میں اترتے چلے گئے اور پھر چند لمحوں بعد ان دونوں کی چھین گہرائی سے برآمد ہوئیں۔۔۔ اور باہر کھڑے ہوئے افراد کو یوں محسوس ہوا۔ جیسے اچانک بجاری ڈرم ڈھلان سے لڑھکتے ہوئے نیچے جا رہے ہوں۔ اور یہ آواز بھی آہستہ آہستہ معدوم ہوتی چلی گئی۔

کرائے حیرت سے بت بنایہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ یہ اندھی گہرائی والی غار اس کے سامنے تین افراد کو نکل چکی تھی۔ جولیا سکیاں بھر رہی تھی جب کہ دوسرے ساتھی شنگ کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے ذہن مفاد جھوٹے تھے۔ جسم بے حس تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے غار میں مجسمہ نصب کر دینے گئے ہوں۔۔۔ چند لمحوں بعد صفدر نے جگر جھری لی۔ اور پھر وہ جولیا اور کیپٹن شکیل کی طرف دیکھنے لگا۔

"اب کیا پروگرام ہے۔۔۔ عمران تو گیا۔۔۔ صفدر نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"پروگرام۔۔۔ لعنت بھیجو اس منہوس مشن پر۔۔۔ اب واپس چلو۔ فوراً واپس چلو۔۔۔ جولیا نے چیختے ہوئے کہا۔

"مس جولیا۔۔۔ یہ مشن عمران کا نہ تھا۔ اس نے عمران کے

عمران سے جس رسی سے لٹکا ہوا تھا۔ اس کا آنکڑا جھلکے کی وجہ سے اپنی جگہ چھوڑ گیا اور تنی ہوئی رسی ڈھیلی پڑ گئی۔۔۔ اور اس کے ساتھ ہی عمران کے ساتھیوں کے حلق سے نچنے والی بے اختیار چیخوں کی وجہ سے وہ غار کو سچ اٹھا۔ عمران نے رسی ڈھیلی پڑتے ہی المٹی قلابازی لگائی تاکہ وہ اس ڈھلان پر جا گمے۔۔۔ لیکن ان کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ غار کی اندھی گہرائی میں غائب ہوتا چلا گیا۔ اور عمران کے ساتھیوں نے بے اختیار منہ چھپا لیے۔ عمران کے اس قدم عبرت ناک انجام کا تو انہیں تصور تک بھی نہ تھا۔

جولیا تیزی سے اس ڈھلان کی طرف بڑھ رہی لیکن صفدر نے اس کا بازو پکڑ کر اُسے روک لیا۔

"صبر کرو جولیا۔۔۔ اب صبر کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ صفدر نے گلوگیر لہجے میں کہا۔

سہارے نیچے اترتے چلے گئے۔ سب نے نیچے اترنے سے پہلے سلام کے  
سے انداز میں غار کی اندرونی طرف رخ کر کے الوداع کہا۔ اور پیچہ وہ  
رسی سے کھسک کر نیچے اتر آئے۔

ان سب کے چہرے لٹکے ہوئے تھے۔ آنکھیں بھی ہوئی تھیں۔ یوں  
لگتا تھا جیسے وہ اپنی قیمتی ترین چیز لٹکا کر آئے ہوں اور اب ان کی  
زندگی میں ایسا غلام پیدا ہو گیا ہو کہ جسے کبھی نہ بچا جاسکتا ہو۔  
"میرے خیال میں ہمیں اس ڈھلان پر اتر کر دیکھنا چاہیے تھا کہ  
آنر عمران جو زف اور جوانا کا کیا جواب دے گا۔" صفدر نے خیموں کی  
طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"کیا دیکھنا تھا۔۔۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کے ٹوٹے  
پھوٹے جسم۔ اس کے سوا اور کیا نظر آتا تھا۔۔۔" کیپٹن شکیل  
نے کندھے اچھاتے ہوئے کہا۔ اور صفدر بڑبڑا کر خاموش ہو گیا۔  
انہوں نے جاتے ہی خیمے پیٹے۔ انہیں پتیلوں میں ڈالا اور پھر  
واپس اس طرف کو چلنے لگے جہاں انہوں نے جیسے جیسے چھوڑی تھیں۔  
کرائے ان کے ساتھ تھا۔۔۔ اور واپسی کے سفر میں وہی ان کی  
رہنمائی کر رہا تھا۔

فاصلہ طے ہوتے ہی وہ جیلوں کے پاس پہنچ گئے۔ جیسے محفوظ  
حالت میں موجود تھیں۔ اس لئے ان کی واپسی کا سفر آسانی سے شروع  
ہو گیا۔۔۔ البتہ ان کے چہرے لٹکے ہوئے تھے۔ اور وہ سب خاموش  
تھے۔ سب کی نظریں غلامی بھٹک رہی تھیں۔ اور شاید صرف جیسے  
چلانے والے ہی راستے کو دیکھ رہے تھے۔

جانے کے بعد ہم واپس نہیں جاسکتے۔ اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو  
ہم بھی اس منحوس غار میں جھپٹا لگیں لگا کر عمران سے جا ملیں یا پھر آگے  
بڑھنے اور مشن مکمل کرنے کی کوئی سبیل سوچیں۔"۔۔۔ صفدر نے  
سپاٹے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میں۔۔۔ میں استغنیٰ دے دوں گی۔ خود کشی کر لوں گی۔  
لیکن اب میں کام نہیں کر سکتی۔ کسی صورت میں بھی کسی حالت میں  
بھی رقم چاہو تو کام کر سکتے ہو۔ میں واپس جاؤں گی۔"۔۔۔ جویا نے  
فیصلہ کن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔  
اب ظاہر ہے صفدر کیا جواب دیتا۔ خاموش ہو رہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں واپس جاکر لباس سے رابطہ قائم کرنا چاہیے  
تاکہ عمران کے متعلق اسے اطلاع بھی دے دیں اور آئندہ کسے لئے  
تازہ ترین بیانات بھی لے لیں۔" اس کے سوا اور کوئی صورت  
نہیں ہے۔۔۔ کیپٹن شکیل نے کہا اور تنویر۔۔۔ صدیقی  
جوہان اور نعمانی نے بھی اس کی تائید کر دی۔ چنانچہ صفدر نے بھی  
کندھے جھٹکے اور پھر وہ واپس مڑ گئے۔ ان سب نے مڑتے  
مڑتے غار کی اس اندھی گہرائی کو دیکھا جو عمران جیسے ظلم آدمی اور  
جوانا اور جو زف جیسے ساتھیوں کو تھک گئی تھی۔۔۔ اور پھر وہ  
تیز تیز قدم اٹھاتے اس پٹی کی طرف بڑھے۔ صفدر نے عمران کی  
طرف پتھر پھینک کر لگا کر راستہ چوڑا کیا اور وہ تیز تیز قدم اٹھاتے  
دلدل کو کراس کر کے غار کے بیرونی دہانے تک پہنچ گئے۔ صفدر  
نے رسی کو دوبارہ لٹکایا اور پھر باری باری سب اس رسی کے

چوں کہ اس کی جیب سب سے آگے تھی، اس لئے باقی جیبیں اس کے پیچھے رک گئیں۔

”یہ جیبیں میری ملکیت ہیں۔ اگر آپ انہیں چھوڑنا چاہیں تو آپ اس نمبر پر فون کر کے میرا نام لے کر کہہ دیں وہ لوگ جیبیں لے جائیں گے۔ اور پھر میرے پاس پہنچ جائیں گی۔ ورنہ آپ جب تک چاہیں انہیں استعمال کر سکتے ہیں؟“ کراٹے نے اپنے اترتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک کارڈ نکال کر صفدر کی طرف بڑھا دیا جس پر صرف فون نمبر لکھا ہوا تھا۔ صفدر نے کارڈ کو ایک نظر دیکھا اور جیب میں ڈال لیا۔

”آئیے۔ میں آپ کو کمرے تک کرا دوں۔ یہ ہوٹل میرے دوست کا ہے آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔“ کراٹے نے ہوٹل کے اندرونی دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اور پھر انہیں فوری طور پر بہترین لوکیشن کے کمرے مل گئے۔ ہوٹل کا شیپ تو مارٹن کراٹے کے سامنے یوں بچھا جا رہا تھا جیسے کراٹے ہی ہوٹل کا مالک ہو۔

”آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہ ہوگی کسی چیز کی بھی ضرورت ہو۔ رقم کے ساتھ ساتھ کسی بھی چیز کی چاہے وہ ایٹم بم ہی کیوں نہ ہو۔ آپ نیجبر سے بلا تکلف کہہ دیجئے وہ ہمیں کمرے گا۔ اور جب تک آپ یہاں رہیں گے آپ کو کوئی پیمینٹ نہیں کرنا ہوگی۔“ کراٹے نے انہیں کمروں میں پہنچانے کے بعد صفدر سے کہا۔

”ارے۔ ایسی کوئی بات نہیں۔“ صفدر نے کہا۔

۴۴  
طویل فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ تقریباً چھ گھنٹوں کے بعد نیپلوانا کے رضا فاتی شہر کو چین پہنچ گئے۔

”اب کیا پروگرام ہے مسٹر صفدر؟“ کراٹے نے پاس بیٹھے ہوئے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہم ابھی کسی ہوٹل میں ٹھہریں گے۔ اس کے بعد کیا ہوگا۔ یہ ہم نہیں جانتے۔ ہو سکتا ہے ہمیں مشن پر واپس جانا پڑے یا واپس پاکیشیا روانہ ہو جائیں۔ اس کے متعلق فی الحال کچھ کہہ نہیں سکتے۔ البتہ آپ اگر چاہیں تو واپس جا سکتے ہیں۔ آپ کی امداد اور تعاون کے لئے ہم ہمیشہ مشکور رہیں گے۔“ صفدر نے جواب دیا۔

”مجھے افسوس ہے مسٹر صفدر۔ کہ میں پرنس جیسے دوست کو اپنے ہاتھوں سے گنوا بیٹھا۔ اور میں اسے بچانے کے لئے کچھ نہ کر سکا اس کا مجھے ہمیشہ افسوس رہے گا۔ بہر حال میں اب واپس فاراک جاؤں گا۔ اور ہاں۔ فاراک میں آپ لوگ جب بھی آئیں۔ مجھے ضرور ملیں گے۔ پرنس کے ساتھیوں سے مل کر مجھے بے حد خوشی ہوگی۔ اور جو خدمت مجھ سے ہو سکی وہ میں ضرور کروں گا۔

ویسے تو میں جو لیا میرا ٹھکانہ جانتی ہیں۔ اس کے باوجود فاراک پہنچ کر آپ کسی کیفے ہوٹل۔ گیم کلب میں صرف میرا نام لے دیں مجھے تک اطلاع پہنچ جائے گی۔“ کراٹے نے بڑے خلوص بھرے لہجے میں کہا۔

”جب بھی ایسا موقع آیا ہم ضرور ملاقات کریں گے۔“ صفدر نے جواب دیا اور پھر کراٹے نے ایک ہوٹل کے سامنے جیب روکنی

”بہر حال۔۔۔ یہ میرا فرض تھا۔ اب مجھے اجازت دیجیے۔ خدا حافظ!“  
کراٹے نے کہا اور پھر وہ صفدر سے ہاتھ ملا کر کمرے سے باہر چلا گیا۔  
صفدر بچوں کے کمرے میں اکیلا تھا۔۔۔ اس لئے کراٹے کے جانے  
کے بعد وہ ایک طویل سانس لیتے ہوئے کرسی پر بیٹھ گیا۔  
چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور پھر ایک ایک کر کے سارے ساتھی  
دبّاں اکٹھے ہو گئے۔  
”اب ایک ٹو سے کیسے رابطہ قائم ہو گا۔۔۔ کیا فون کریں؟“

کے بعد وہ ایک طویل سانس لیتے ہوئے کرسی پر بیٹھ گیا۔  
چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور پھر ایک ایک کر کے سارے ساتھی  
دربار اٹھتے ہو گئے۔  
”اب ایک ٹوے کیسے رابطہ قائم ہوگا۔۔۔ کیا فون کریں؟“

”مغفّر راول رہا ہوں جناب۔۔۔ پس لو انا کے شہر کا چین سے“  
مغفّر نے مٹو دبانہ لہجے میں کہا۔  
”ہاں۔۔۔ کیا بات ہے؟“ ایک ٹونے سپاٹ لہجے  
میں پوچھا۔

نیا پتہ۔ ایک انفسوس ناک خبر ہے سمر.....  
مغفّر نے کہا۔ اور یہ اس کی زبان لڑکھرائی تھی۔ اُسے بھی شاید  
عمران کی خبر دینے کا حوصلہ نہ بڑھ رہا تھا۔  
کیا جہ ہے۔ بولو۔۔۔۔۔ مہمید مت باندهو۔  
ایک دم کجاخود کرخت ہو گیا۔

کے لئے : — صفت دے رہی تھی کہ اگر کے کہہ ہی دیا۔

”طلب یہ کہ عمران ہلاک ہو گیا ہے۔ یہی مطلب ہے نا تمہارا۔“ ایکسٹون نے یوں سپاٹ لہجے میں کہا جیسے عمران کی نجات کے لیے وہ کسی سانپ بچھو کی ملاکت کی بات کر رہا ہو۔ جب کہ صفدر کی سمجھت نہ پڑ رہی تھی کہ وہ ہلاک یا موت کا لفظ عمران کے ساتھ لگائے۔ اور ایک ٹھوکی بات اور لہجہ سن کر صفدر کا چہرہ غصے کی شارت سے سرخ پڑ گیا۔ اسے ایک ٹھوکی طرف سے اس قدر بے حسی کی شاید امید نہ تھی۔ لیکن اس نے اپنے آپ

تکافو سنبے ہی کرنا ہوگا۔۔۔ ہمارے پاس جو ٹرانسمیٹر میں وہ محدود حیطہ عمل کے ہیں۔ اس لئے وہ تو کام نہیں آسکتے۔۔۔ صفحہ ۱۰

نے جواب دیا۔ اور پھر اس نے میز پر بیٹھا۔ جوانان اٹھایا۔ اور آپریٹر کو پائیشیا کال کرنے کے لئے کہا۔ ایک منٹ کے مخصوص فون نمبر بھی اس نے آپریٹر کو دکھا دیا۔ اور فون رکھ دیا۔۔۔ سب خانہ خوش بیٹھے دانتوں سے ہونٹ کاٹ رہے تھے۔

”تم خود باس سے بات کرنا میرا حوصلہ نہیں پڑے گا ایسی خبر سناتے ہوئے! — جو لیانے کہا اور صفدر نے سر ہلا دیا۔ تقریباً پانچ منٹ بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اور صفدر نے ڈھیلے ہاتھوں سے ریور اٹھا لیا۔

”یس“ — صفدر نے کہا۔

”پاکھشت یا بات کیجئے پلیئر؟ — آپریٹر کی آواز سنائی دی  
اور اس کے ساتھ ہی کلک کی آواز سنائی دی۔ اور پختہ لحوں بعد۔

”یس سر — جولیا سپیکینگ — جولیا نے سہمے ہوئے  
لہجے میں کہا۔

”جولیا — تم سب کی لیڈر رہو۔ کیا تم انہیں واپس لے آئی  
ہو؟ — ایک ٹونے سمیت لہجے میں پوچھا۔

”یس سر — میں انہیں واپس لے آئی ہوں۔ اور میں کیا  
کرتی — وہاں غار کی دیواروں سے سر پھوڑتی۔ آگے جانے  
کا راستہ نہ تھا۔ عمران ختم ہو چکا تھا۔ اور ہمیں مشن کے بارے میں  
کوئی بنیادی معلومات بھی نہ تھیں۔ اور عمران کی اس طرح

اندھناک موت کے بعد ہمارے دماغ مفقود ہو چکے تھے۔ ایسی  
صورت میں اس کے سوا اور کیا بھی کیا جاسکتا تھا؟ — جولیا

جو شاید بھری بیٹھی تھی نے زندگی میں شاید پہلی بار اس طرح کی حیرت  
کا مظاہرہ کر دیا تھا کہ ایک ٹوکو ایسا جواب دے دیا تھا۔

اس کے ساتھی حیرت سے جولیا کی شکل دیکھنے لگے۔ انہیں خواب  
میں بھی توقع نہ تھی کہ جولیا کبھی ایک ٹوک کے ساتھ اس لہجے میں بات  
کر سکتی ہے۔

”جولیا — تم شاید ہوش میں نہیں ہو۔ سنو۔ مجھے

نود عمران کی موت کا افسوس ہے۔ لیکن اس افسوس کا یہ مطلب نہیں

کہ ہم باقاعدہ دھڑک رہے ہیں بلکہ ہمیں عمران کا چھوڑا ہوا ادھورا

مشن بہر حال پورا کرنا ہے۔ یہ مشن ہمارے لئے چیلنج ہے۔ اور

ہم نے اس چیلنج کو ہر صورت میں کامیاب کرنا ہے۔ اس لئے بجائے

عمران کی موت پر افسوس کرنے کے آگے بڑھو۔ اور اس مشن کو

کو کنٹرول میں رکھا۔ ورنہ اس کی جگہ جولیا ہوتی تو بچانے اس کا کیا  
مشر ہوتا۔

”یس سر — یہی مطلب ہے۔“ — صفدر نے بھی  
سجٹ لہجے میں کہا۔

”کیا جانتا ہے — کیا مخالفوں نے اُسے گولی مار دی ہے  
یا کسی غار کی دلدل میں گر گیا ہے؟ — ایک ٹوک نے بڑے  
بے نیازانہ سے لہجے میں پوچھا۔ اور صفدر نے جواب میں ہونٹ  
چباتے ہوئے مختصر الفاظ میں سارا واقعہ سنا دیا۔

”لیکن تم لوگ واپس کیوں چلے آئے۔ کیا علم ان۔ جوزف  
اور جو انا کی موت سے مشن مکمل ہو گیا تھا یا تنظیم کا خاتمہ ہو گیا تھا۔

کیا تمہیں اسی لئے تنظیم میں رکھا گیا ہے کہ ایک غیر متعلق آدمی کی  
موت کے ساتھ ہی تم بزدلوں کی طرح چہرے لٹکائے اور کشتے جھٹ

واپس آ جاؤ۔ — کیا تمہارے اندر کوئی سماں نہیں جو وہ نہیں ہو  
کیا تم سب اندر سے ہو اور عمران کی لاش کے سہارے تم آگے نہیں  
بڑھ سکتے۔ جولیا کہاں سے — ایک ٹوک لہجے بے جا کمرخت

ہوتا چلا گیا۔ اور صفدر نے دانت پیستے ہوئے رسیور جولیا کی طرف

بڑھادیا۔ اُسے زندگی میں پہلی بار ایک ٹوک پر بے پناہ غصہ آ رہا تھا۔

آج سے پہلے جب بھی جولیا ایک ٹوک کو پتھر کہتی تھی تو صفدر جولیا کی

جذباتیت پر ہنس پڑتا تھا۔ لیکن اب اُسے احساس ہو رہا تھا

کہ وہ خود غلطی پر تھا۔ ایک ٹوک واقعی ایک ایسا پتھر ہے جس پر

کوئی جذباتی بات اثر نہیں کرتی۔

جو ایسا نہ کر، اور باقی ساتھی بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر صفہ رکھ گڈ بانی  
 کہہ کر اس کے کمرے سے نکل گئے۔ — صفہ رتھکے تھکے انداز میں  
 اٹھا اور اس نے دروازے کو اندر سے چٹخنی لگائی اور دوبارہ کسی  
 پر بٹھ گیا۔ اس کا جی مونے کے لئے نہ چاہ رہا تھا۔ بس طبیعت کبھی  
 بھی تھی۔ — اُسے کسی پر بیٹھے ہوئے چند ہی لمحے گزرے ہوں گے  
 کہ اچانک وہ چونک پڑا۔ اس کی کلائی میں بندھی ہوئی گھڑی سے  
 نکلنے والی کمیل بار بار چھینے لگی تھی۔ — اس کا مطلب تھا کہ ٹرانسمیٹر  
 پر کال ہے۔ اس نے حیرت سے گھڑی کو دیکھا۔ اُسے سمجھ نہ آ رہی تھی۔  
 کہ کال کس کی جو سکتی ہے۔ ساتھی تو ابھی دہاں سے گئے تھے۔ اور  
 ان کی طرف سے کال کی کوئی شہک نہ بنتی تھی۔ — اور کوئی ایسا آدمی  
 نہ تھا جو اس مخصوص ٹرانسمیٹر پر کال کر سکتا۔ اس نے تعجب بھرے  
 انداز میں ونڈیشن دبا دیا۔ اور ونڈیشن دبتے ہی وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا  
 کیوں کہ ونڈیشن کو مخصوص انداز میں دباتے ہی گھڑی پر بارہ کا ہندسہ  
 تیزی سے جلنے بچھنے لگا تھا۔ — اور یہ ہندسہ صرف عمران کے  
 ٹرانسمیٹر سے مخصوص تھا۔ اس ہندسے کے جلنے بچھنے کا مطلب تھا  
 کہ کال عمران کی طرف سے ہے۔ مگر عمران تو مرچکا تھا۔ پھر یہ کال۔  
 اور صفہ رتھکے اٹھیں بھاڑے اس ہندسے کو جلتے بچتے دیکھتا رہا۔ اس  
 کا دماغ ایک بار پھر ماؤف ہو چکا تھا۔

کمل کر دیتا کہ عمران کی روح کو سکون ہو۔ — ایکسٹو کا لہجہ  
 بار نرم تھا۔ وہ شاید سمجھ گیا تھا۔ جو ایسا جذبات کی اس انتہا پر پہنچ چکی  
 کہ اگر اُسے سنبھالنا نہ گیا تو وہ سنبھالنے کیا کہہ دے۔  
 "ٹھیک ہے سر۔ — آپ ہمیں مزید ہدایات دیں ہم یہ مشر  
 کمل کرنے پر تیار ہیں۔ —" جو لیلے اس بار مؤدبانہ لہجے میں  
 جواب دیا۔

ایکسٹو کے الفاظ نے واقعی اس کے ذہن پر اچھا اثر چھوڑا تھا۔  
 "تم کہاں ٹھہری ہوئی ہو؟ — ایکسٹو نے پوچھا۔  
 "ہوٹل مینی مومن میں؟ — جو لیلے جواب دیا۔  
 "اُدکے۔ — تم وہیں ٹھہرو۔ جب تک میں تم سے دوبارہ  
 رابطہ قائم نہ کروں۔ میں جلد ہی دوبارہ رابطہ قائم کروں گا گڈ بانی۔  
 دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ جو لیلے  
 نے رسیور والیں کرڈیل پر رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر خاستخا نہ اثرات  
 تھے جسے اس نے کوئی بہت بڑا قلعہ سر کر لیا ہو۔  
 "گڈ ٹھو جو لیا۔ — آج واقعی پتہ چلا ہے کہ عبرات کسے کہتے  
 ہیں۔ — کیپٹن شکیل نے کہا۔

شکریہ۔ — ایکسٹو نرم پڑ گیا تھا۔ ورنہ آج میں نے سوچنا  
 لیا تھا کہ اُسے ایسی کھری کھری ساؤں گی کہ ساری عمر زخم چاٹتا رہے  
 جائے گا۔ — جو لیلے نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔  
 "اب ہمیں یہاں ٹھہرنا ہو گا۔ جب تک دوبارہ باس رابطہ قائم  
 نہ کرے۔ میرے خیال میں اب ہمیں اپنے کمروں میں جانا چاہیے۔"



نام چلایا تھا واپس جانے پر اسرار کر رہی تھی جب کہ صفحہ زنا نام کا آدمی آگے بڑھنے کی بات کر رہا تھا۔ — پھر ایک تیسرے آدمی نے تجویز پیش کی کہ وہ واپس جائیں اور اپنے باس سے بات کریں۔ چنانچہ وہ واپس مڑ گئے۔ — چیف باس اب کرسی پر بیٹھا ان کی واپسی دیکھتا رہا۔ وہ غار سے اتر کر خیموں کی طرف گئے۔ انہوں نے نیچے بیٹھے اور پھر وہ آگے بڑھتے چلے گئے۔ — جب تک وہ نظر آتے رہے چیف باس انہیں دیکھتا رہا۔ جب وہ سکریں کی حدود کو اس کو گئے تو اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے میز کے کنارے پر ایک بٹن دبایا اور سکریں ایک جھماکے سے تاریک ہو گئی۔

”یہ مسئلہ تو بہتر انداز میں ختم ہو گیا۔ اب میرے خیال میں یہ لوگ واپس نہیں آئیں گے۔ — ان کا لیڈر تو ختم ہو گیا اور مجھے وہی ان میں سب سے زیادہ ذہین محسوس ہو رہا تھا حالانکہ بظاہر وہ احمق سا آدمی تھا۔ — چیف باس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”یس باس۔ — آپ کا خیال درست ہے۔ اب یہ لوگ واپس آنے کی ہمت نہیں کریں گے۔ کیوں کہ ایک تو ان کا لیڈر ختم ہو گیا ہے دوسرے یہ کہ انہیں آگے بڑھنے کا طریقہ معلوم نہیں۔ یہ واپس آکر بھی کیا کریں گے۔ — کس طرح آگے بڑھیں گے۔“

کالنگر نے جواب دیا۔ اور چیف باس نے اثبات میں سر ہل دیا۔ جیسے وہ کالنگر کی بات کی مکمل تائید کر رہا ہو۔

چیف باس کی تیز نظریں سکریں پر جمی ہوئی تھیں۔ انہیں اندھی گہرائی میں غائب ہو چکا تھا۔ اور پھر اس نے دو جھٹیوں کو بے تحاشہ انداز میں دوڑ کر اس ڈھلان پر اترتے دیکھا۔

”اوہ۔ — یہ احمق بھی گئے۔“ چیف باس نے کہا۔ اور چند لمحوں بعد جب وہ بھی اس غار میں غائب ہو گئے تو اس نے ایک طویل سانس لیا۔

”دو اور ختم ہوئے۔ — باقی کیوں کھڑے ہیں۔“ چیف باس نے کہا۔

”یہ ان دونوں جھٹیوں سے زیادہ سمجھ دار ہیں۔“ کالنگر نے کہا اور چیف باس نے سر ہل دیا۔

اور پھر وہ باقی ماندہ افراد کی باتیں سننے لگے۔ ان کے درمیان مشن کے سلسلے میں بحث مباحثہ ہو رہا تھا۔ — وہ عورت جس کا

کرد۔ میں مشین روم میں ہوں تھا۔ چیف باس نے کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

میرے خیال میں باس کو واپس جانے والوں کی اس وقت تک نگرانی کرنی چاہیے جب تک کہ وہ پھسلوانا سے واپس نہ چلے جاتے۔ کالنگر نے چیف باس کے جانے کے بعد کہا۔

”اس کی کیا ضرورت ہے۔“ اول تو وہ واپس نہیں آئیں گے اور اگر آتے بھی ہیں تو ظاہر ہے انہی غامضوں میں ہی آئیں گے اور تم جانتے ہو کہ جیسے ہی کوئی غار میں داخل ہوا کمپیوٹر اس کی نشاندہی سب کو کر دے گا۔ گڈلی نے جواب دیا۔ اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا کیوں کہ اس نے چیف باس سے دو گھنٹے میں لاشیں لے آنے کا وعدہ کیا تھا۔ اور اسے معلوم تھا کہ اگر اس نے وعدہ پورا نہ کیا تو نتیجہ اس کی موت بھی ہو سکتا ہے۔ باس ایسے معاملات میں بے حد سخت تھا۔

کمرے سے نکل کر وہ ایک راہ داری میں سے ہوتا ہوا ایک اور چھوٹے سے کمرے میں آ گیا۔ یہاں ایک بڑی سی مشین دیوار کے ساتھ نصب تھی۔ مشین کے سامنے ایک میز اور کرسی موجود تھی۔ جو اس وقت خالی پڑی ہوئی تھی۔ گڈلی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور اس نے میز کی دراز کھولی اور اس میں رکھے ہوئے چھوٹے سے راڈ کو باہر نکالا جس پر چھوٹے چھوٹے مختلف رنگوں کے بٹن لگے ہوئے تھے۔ گڈلی نے ایک بٹن دبایا۔ تو سامنے دیوار میں نصب مشین میں زندگی کی اہر سی دوڑ گئی اور

”باس۔“ اگر آپ حکم کریں تو ہم اس غار میں اتر کر ان کی لاشوں کو پک کر لیں تاکہ ان کی موت کا حتمی تعین ہو سکے۔ گڈلی نے کہا۔

”اس کی کیا ضرورت ہے۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو اب تک واپس نکل آتے۔“ میرے آدمی کالچر نے بڑا سا منہ بنا لیا۔

”اس کی ضرورت ہے کالچر۔“ گڈلی ٹھیک کہہ رہا ہے۔ ہمیں اندازے پر سب کچھ نہیں چھوڑ دینا چاہیے۔ بہر حال یہ تو طے ہے کہ وہ زندہ نہیں ہو سکتے۔ لیکن اگر ہم ان کی لاشوں کو آنکھوں سے دیکھ لیں تو اس میں کیا ہرن ہے۔“ چیف باس نے سر ملاتے ہوئے کہا۔

”یس باس۔“ آپ بہر حال بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ کالچر نے ٹوڈ بانہ انداز میں سر ملاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے گڈلی۔“ تم اپنے ساتھیوں کو لے کر وہاں پہنچو اور ان کی لاشیں اٹھا کر یہاں لے آؤ۔ کتنی دیر میں انتظام کر لو گے اس غار کے اندر جانے کا۔“ چیف باس نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”باس۔“ مجھے اس کے لئے زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے چاہئیں۔“ گڈلی نے ٹوڈ بانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”گڈ۔“ ان کی لاشیں بلیک روم میں پہنچا کر مجھے رپورٹ

نے پوچھا۔

”باس — تین افراد آؤٹ پوائنٹ کی گہرائی میں گر چکے ہیں۔ اور باقی افراد واپس جا چکے ہیں۔ چوں کہ چپ باس کا حکم تھا کہ کوئی رو عمل ظاہر نہ کیا جائے اس لئے میں خاموش رہا۔“ — مائیکل نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ اب ہمیں آؤٹ پوائنٹ نمبر دو کی گہرائی میں سے ان تینوں افراد کی لاشیں نکال کر بلیک روم میں پہنچانی ہیں۔ چپ باس نے اس کا حکم دیا ہے۔“ — گڈلی نے کہا۔

”اس کے لئے تو سر آؤٹ وے کھولنا پڑے گا۔ اور گہرائی میں انٹر کر ہی لاشیں نکالنی ہوں گی۔“ — مائیکل نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

”لیکن ان کی لاشوں کو باہر نکالنے کے لئے کوئی طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔ تم مجھے ریکارڈ دیکھ کر بتاؤ کہ آؤٹ پوائنٹ نمبر دو کی گہرائی کتنی ہے۔ اور اس کی گہرائی میں وہ لاشیں کہاں اور کس حالت میں ہوں گی تاکہ میں اس کے مطابق طریقہ اختیار کر دوں۔“ — گڈلی نے کہا۔

”یس — میں ابھی بتاتا ہوں۔“ — مائیکل نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر سامنے رکھی ہوئی مشین کے دائیں سائیڈ پر نصب بے شمار بٹنوں میں سے ایک بٹن دبا دیا۔ اس بٹن کے دبے ہی ایک ٹائپ رائٹر کے کی بورڈ جیسا تختہ مشین سے باہر آ گیا۔ مائیکل نے ٹائپ کرنے کے انداز میں مختلف

پھر اس پر نصب مختلف بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگے۔ مشین کے درمیان میں ایک چھوٹی سی سکرین تھی جو روشن ہو گئی تھی۔ یہ تو سکرین پر روشنی کے جھماکے سے ہوتے رہتے۔ اس کے بعد ایک بہت بڑے ہال کا منظر اس پر واضح ہو گیا۔ اس ہال میں ہر طرف عجیب و غریب مشینیں نصب تھیں۔ یہ چھوٹی بڑی مشینیں انتہائی جدید امداد کی تھیں اور اس وقت سب باقاعدہ کام کر رہی تھیں۔ ہال کے ایک کونے میں صرف ایک آدمی سفید رنگ کا کوٹ پہنے ایک میز کے چھینے بیٹھا ہوا تھا۔ میز پر ایک تگونی سی مشین موجود تھی۔ جس پر بے شمار ڈائل تھیں۔ اور ان ڈائلوں میں سوئیاں تھکر رہی تھیں۔ سفید کوٹ پہنے ہوئے شخص خاموش بیٹھا ان ڈائلوں کو دیکھ رہا تھا۔

گڈلی نے راڈ پر لگا ہوا ایک اور بٹن دبا یا تو سفید کوٹ والے کے سامنے رکھی ہوئی مشین کے کونے میں ایک چھوٹا بلب تیزی سے سپارک کر لے لگا۔ اور وہ سفید کوٹ والا بلب کسے جلنے ہی جو تک پڑا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک بٹن آن کر دیا۔

”مائیکل — میں گڈلی بول رہا ہوں۔“ — گڈلی نے قدرے تنکمانہ لہجے میں کہا۔

”یس باس۔ میں اسٹنڈ کر رہا ہوں۔“ — مائیکل نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آؤٹ پوائنٹ نمبر دو کے متعلق کیا رپورٹ ہے۔“ — گڈلی

۵۸  
بٹن دبانے شروع کر دیئے اور اس کے بعد تختے کو واپس اندر دھکیل دیا۔ ہلکی سی کھڑکھڑاہٹ کی آواز ابھری۔ اور پھر ساتنے دیوار کے ساتھ نصب ایک چھوٹی ٹیسی مشین کی سکرین پر جھماکے سے شروع ہو گئے۔

چند لمحوں بعد اس پر تحریر ابھر آئی۔ گڈلی کو بھی سکرین واضح طور پر نظر آ رہی تھی۔ وہ اس پر ابھرنے والی تحریر کو غور سے دیکھنے لگا۔  
"آؤٹ پوائنٹ نمبر دو گھبرائی ایک سو پچاس فٹ۔ گھبرائی میں پانی کا قدرتی مجموعہ جس کی گھبرائی پندرہ فٹ۔ اس کے بعد سخت زمین۔" — کمپیوٹر نے سکرین پر تحریر نمودار کر دی تھی۔  
"ٹھیک ہے مائیکل۔" — اس کے لئے ہمیں ایف۔ فائیو

کرین کام دے جائے گی۔ یہ لاشیں یقیناً اس پانی میں تیر رہی ہوں گی۔ انہیں دہاں سے با آسانی نکالا جاسکتا ہے۔" — گڈلی نے کہا۔  
"یس باس۔" اتنی گھبرائی کے لئے ایف۔ فائیو کرین صحیح رہے گی اور پھر اُسے پوائنٹ نمبر دو میں نصب ہی کیا جاسکتا ہے۔  
مائیکل نے مشین کا بٹن آن کرتے ہوئے جواب دیا۔ اور دیوار میں لگی ہوئی سکرین دوبارہ تاریک ہو گئی۔

"او۔ گئے۔" گڈلی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور ہاتھ میں پکڑے ہوئے راڈ کے مختلف بٹن دبا کر اس نے میز کی دراز کھولی اور راڈ کو واپس دراز میں رکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اب باقی مشن اس کے لئے آسان تھا۔ چنانچہ وہ ایف۔ فائیو کرین والے شعبے کی طرف بڑھ گیا تاکہ دہاں سے ایف۔ فائیو کرین کو آؤٹ پوائنٹ پر لے جانے کا بندوبست کر سکے۔

دیوار وچت کی جڑ میں نصب آئکڑہ۔ جھٹکا لگا کر بیسے ہی باہر نکلا۔ عمران کے ہاتھوں میں موجود سی ایک لخت ڈھیلی پڑی اور اُسی لمحے عمران کے ذہن میں عورت حال واضح ہو گئی۔ اس نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر الٹی چلا لگا لگائی تاکہ وہ کسی طرح ڈھلان پر جا کر سے اس طرح وہ اپنے آپ کو اندھنی گھبرائی میں گرنے سے بچا سکتا تھا۔ لیکن ڈھلان اور نمار کی دوسری دیوار کا فاصلہ عمران کی توقع سے زیادہ نکلا۔ اور نتیجہ یہ کہ الٹی چلا لگا لگالے کے باوجود عمران کا جسم ڈھلان پر گرے کی بجائے گھبرائی میں گرنا چلا گیا۔ اسی گھبرائی جس کی بظاہر کوئی انتہا نہ تھی۔ عمران کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اچانک آسمان کی بلندیوں سے زمین کی گھبرائیوں میں گر رہا ہو۔ اس نے اپنے ذہن کو سنبھالنے کی بے حد کوشش کی۔ لیکن جیسے جیسے اس کا جسم نیچے گرنا چلا گیا اس اس کا ساتھ چھوڑتے چلے گئے۔

کی آنکھیں اس گہری تاریکی کی عادی ہونے لگیں تو اُسے گہری تاریکی کے باوجود ارد گرد کا ہلکا سا خاکہ ذہن میں اجاگر ہوتا محسوس ہوا۔ سیاہ دیوار دل کے درمیان سیاہ پانی اور اس میں ڈوبا ہوا اس کا جسم اور اس کے ساتھ ہی اُسے یاد آگیا کہ وہ کس طرح آنکھوں کا جالک بامبرنگل آنے کی وجہ سے گہرائی میں گرفتار چلا گیا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک طویل سانس لی۔ صورت حال اب زیادہ واضح ہو گئی تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ اس گہرائی کی انتہا میں ٹھنڈے پانی کا مجموعہ تھا۔ جس میں عمران اگر گرفتار تھا۔ اور شاید یہ پانی ہی تھا جس نے اس کے جسم کو ریزہ ریزہ ہونے سے بچا لیا تھا۔ ورنہ ظاہر ہے مردہ احساسات صدمہ سراخیل ہونے کے بعد ہی زندہ ہو سکتے تھے۔ اس نے اپنے جسم کو باقاعدہ حرکت دی۔ اور یہ دیکھ کر اُسے اپنے دل میں بے پناہ مسرت کا احساس ہوا کہ اس کا جسم صحیح سلامت تھا۔ کہیں کوئی ٹوٹ پھوٹ نہ تھی۔ اس نے اپنا ہاتھ اونچا کر کے اپنے سر کی پشت پر تھمائی تو اُسے ایک چپ چاپٹ کا احساس ہوا۔ اور وہ سمجھ گیا کہ یہ چوٹ کتنے وقت نہیں لگی۔ ورنہ اس کی کھوپڑی یقیناً سینکڑوں ٹکڑوں میں تبدیل ہو چکی ہوتی۔ ایسا اس کے جسم کے پانی میں تیرتے ہوئے ہوا ہے۔ اور شاید یہی ضرب تھی جس نے اس کے ذہن کو موت سے زندگی کی طرف دھکیل دیا تھا۔ یہ بھی قدرت کا ہی کرشمہ ہے کہ بعض چوٹیں انسان کو زندگی سے موت کی عادی میں دھکیل دیتی ہیں اور بعض اُسے موت کے جبرڑوں سے باہر نکال پھینکتی ہیں۔ اگر عمران کے سر کو یہ چوٹ نہ لگتی تو یقیناً

اور پھر بجائے کس وقت تو اس مکمل طور پر اس کا ساتھ چھوڑ گئے۔ بس آخری احساس جو اس کے ذہن میں نمایاں تھا کہ اب اس کا زندہ بچ نکلنا ناممکن ہو چکا ہے۔ اور اس کے بعد اس کے ذہن پر تاریک پردہ کھینچا چلا گیا۔ لیکن پھر بجائے کس طرح تاریک پردے میں شگاف پڑے۔ اور ملجی روشنی کی کرنیں اس کے ذہن میں چنگاریوں کے سے اندازہ میں پھوٹنے لگیں۔ اس کے مردہ احساسات دوبارہ زندہ ہو رہے تھے۔ اُسے یوں محسوس ہونے لگا گیا تھا جیسے اُسے کوئی مارا۔ کہ تھخہ پڑ رہا ہو۔ لیکن اس کا جسم مفلوج ہو اور وہ جواب میں کوئی حرکت نہ کر سکتا ہو۔ لیکن جسمانی احساسات آہستہ آہستہ ابھرنے لگے اور پھر عمران کی آنکھیں کھل گئیں۔ آنکھیں کھلتے ہی اُسے وہ احساس شدید سردی کا ہوا۔ اس قدر شدید سردی کہ شاید قطب جنوبی میں رہنے والوں نے بھی کبھی اس قدر شدید سردی کا سامنا نہ کیا ہو۔ آنکھیں کھلنے کے باوجود انتہائی تاریکی نے اُسے چاروں طرف سے ڈھانپ رکھا تھا۔ روشنی کی معمولی سی کرن بھی کہیں محسوس نہ ہو رہی تھی۔ اس کا شعور جیسے جیسے جاگتا گیا اس کے احساسات میں تبدیل آتی چلی گئی۔ اور پھر اسے یہ احساس ہو گیا کہ اس کا جسم سخت پانی میں ڈوبا ہوا ہے۔ البتہ سر کی ٹھوس دیوار سے ٹکا ہوا ہے۔ سر میں اب شدید ٹیسس بھی اٹھنے لگی تھیں۔ ایسی ٹیسس جیسے کسی نے بھرپور انداز میں اس کے سر پر ضرب لگائی ہو۔ اُسے اپنے سر کے پچھلے حصے میں ہلکی چپ چاپٹ کا بھی احساس ہونے لگا۔ اور پھر اس

وہ اس بے ہوشی کے عالم میں ہی اس یخ پانی میں ختم ہو جاتا۔

احساسات کے مکمل طور پر جاگنے کے بعد عمران نے اپنے جسم کی حرکت دی اب وہ پانی سے نکلی کر کوئی محفوظ کنارہ ڈھونڈنا چاہتا تھا۔ لیکن دوسرے لمحے اس کا جسم کسی سخت چیز سے ٹکرایا۔ سخت چیز اتنی سخت بھی نہ تھی کہ اس پر چٹان کا گمان ہوتا۔ لیکن تھو بہر حال سخت۔ عمران نے گھوم کر اُسے ہاتھ سے ٹٹولا۔ اور دوسرے لمحے وہ چونک پڑا۔ یہ کوئی انسانی جسم تھا۔ عمران انسانی جسم کا احساس ہوتے ہی بڑی طرح چونک پڑا۔ اس کا مطلب یہ کہ وہ یہاں اکیلا نہیں ہے۔ لیکن یہ کون ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ وہ تو اچانک آنکھ کھلنے کی وجہ سے گر ا تھا۔ اور شیم میں ایسا کوئی اتنا اس کی نظر میں نہ تھا جو جان بوجھ کر نیچے چلا نہ لگا دیتا۔ اُس نے اُسے اپنی دائرہ پروف جیکٹ میں پھنسل مارچ کا خیال آیا۔ اس نے فوڈ ای دائرہ پروف جیکٹ کی جیبیں ٹٹولنی شروع کر دیں چند لمحوں بعد وہ اس کی زپ کھولنے اور اس میں سے مارچ نکالنے پر کامیاب ہو گیا۔ اور پھر اتھاہ تاریکی میں حقیقی روشنی کی لکیر نمودار ہو گئی۔ اور روشنی کی یہ لکیر گھومتی ہوئی اس جسم پر پڑی جس سے عمران ٹکرایا تھا اور دوسرے لمحے وہ چونک پڑا۔ کیوں کہ یہ جسم جو انا کا تھا۔ اور اُسے اس کے ساتھ ہی کچھ فاصلے پر جوزف کا جسم بھی اس پانی میں تیرتا نظر آنے لگ گیا۔ اور عمران کے حلق سے ایک طویل سانس نکلی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر جو انا کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں میں چمک ابھرائی۔ جو انا

زندہ تھا۔ عمران اب تیرتا ہوا جوزف کی طرف بڑھا۔ جوزف کا سانس بھی چل رہا تھا۔ لیکن عمران جانتا تھا کہ اگر ان دونوں کو اور خود اپنے جسم کو بھی اگر جلد از جلد اس یخ بستہ پانی سے باہر نہ نکالا گیا تو چلتا ہوا سانس رک بھی سکتا ہے۔ اس نے پھسل مارچ کو اب چاروں طرف گھمانا شروع کر دیا۔ یہ جگہ اندھے کنویں کی طرح تھی۔ اس کی مارچ کی روشنی اتنی طاقتور نہ تھی کہ وہ بہت دور تک روشنی کر سکتی۔ اس لئے عمران سمجھ گیا کہ وہ ڈھلان جو نیچے کی طرف جا رہی تھی۔ یقیناً کہیں اچانک ختم ہو گئی ہوگی۔ اور اس کے بعد یہ کنویں سا ہی رہ جاتا ہوگا۔ جوزف اور جو انا نے یقیناً عمران کے اچانک گرنے کی وجہ سے یہ سوچا ہوگا کہ وہ اس ڈھلان کے ذریعے نیچے جا کر اُسے بچا لیں گے۔ اور اس طرح وہ بھی اس اندھے کنویں کا شکار ہو گئے ہوں گے۔ اب مسئلہ تھا باہر نکلنے کا۔ اور باہر نکلنے کی بظاہر کوئی صورت نظر نہ آرہی تھی۔ اس نے مارچ کی روشنی میں اچھی طرح ارد گرد کا جائزہ لیا اور پھر اس کی نظریں ایک تختے کی صورت میں ابھری ہوئی چٹان پر پڑ گئیں۔ یہ چٹان انتہائی دائیں کونے میں باہر کو ابھری ہوئی تھی اور عمران اللہ تعالیٰ کی قدرت کا دل ہی دل میں قائل ہوئے لگا کہ یہ باہر کو نکلی ہوئی چٹان غار کے اس کونے کی طرف تھی جو غار کے دہانے کے اسی طرف تھا۔ ورنہ ظاہر ہے عمران۔ جوزف اور جو انا پانی کی بجائے اس چٹان پر گرتے اور اس کے بعد کا تصور ہی لرزہ خیز ہوتا۔ لیکن اب یہ چٹان ایک قدرتی

بھاری ہے۔ اس لئے اس نے جوانا کو اوپر پہنچانے کے لئے اور ترکیب سوچنی شروع کر دی۔ اور چند لمحوں بعد ہی ترکیب اس کے ذہن میں آگئی۔ ترکیب ذہن میں آتے ہی اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھرتی۔ اس کے ذہن میں خیال ابھرا تھا کہ ابھی اس کی ریڈی میڈ کھوپڑی کام کر رہی ہے۔ درندہ ایسی صورت حال میں تو اچھے اچھے ذہن ٹھس ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اس نے کمر سے بندھی ہوئی ٹانگوں کی رسی کھولی اُس کا ایک سر اس نے جوانا کے بازو کے اندر ڈال کر سینے کے گرد پیٹا۔ اور پھر اُسے گانٹھ لگا کر وہ اس کا دو سر اسرا پکڑے دوبارہ چٹان پر پہنچ گیا۔ اور پھر اس نے رسی کا دو سر اسرا چٹان کے گرد بل دے کر باندھ دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے جسم کو ایک جگہ ایڈجسٹ کر کے اس کو دونوں ہاتھوں سے کھینچنا شروع کر دیا وہ جس قدر رسی کو کھینچ لیتا۔ اتنا ہی چٹان کے ساتھ بل دے دیتا۔ اور پھر نیا سانس لے کر اُسے دوبارہ کھینچنا شروع کر دیتا۔ اس طرح دو تھوڑی سی جہد و جہد کے بعد جوانا کے جسم کو رسی کی مدد سے چٹان تک لے آنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور اس کے بعد اُسے کھینچ کر چٹان کے اوپر لے آنا اس کے لئے مشکل نہ تھا۔ چنانچہ جوزف کی طرح جوانا بھی چٹان پر پہنچ گیا۔ اب عمران کو اطمینان ہو گیا۔ لیکن اب مسئلہ تھا دلوں سے باہر نکلنے کا۔ اور وہ اس کے متعلق سوچنے لگا۔ بظاہر کوئی راستہ نہ تھا۔ لیکن اُسے یقین تھا کہ اس کی ریڈی میڈ کھوپڑی کوئی نہ کوئی راستہ نکال لے گی۔ لیکن جب

پناہ گاہ ثابت ہو سکتی تھی۔ عمران نے جوزف کا ہاتھ پکڑا اور اُسے کھینچتا ہوا اس چٹان کی طرف بڑھ گیا۔ اور پھر جب اس نے بے ہوش جوزف کو اٹھا کر اس چٹان پر لٹانے کی کوشش کی تو اُسے احساس ہوا کہ گہرا پانی ہونے کی وجہ سے یہ کام ناممکن تھا۔ چنانچہ اس نے دوسری ترکیب سوچی اور جوزف کو اس چٹان کے نیچے تیرتا ہوا چھوڑ کر وہ خود اچھل کر بازوؤں کے بل اس چٹان پر چڑھ گیا۔ طاہرچ اس نے منہ میں دبائی اور پھر چٹان پر لیٹ کر اس نے اپنا بازو نیچے پانی کی طرف لٹکادیا۔ تھوڑی سی کوشش کے بعد اس کا ہاتھ پانی میں تیرتے ہوئے جوزف کے ہاتھ تک پہنچ گیا۔ اور دوسرے لمحے اس نے جوزف کا بازو پکڑ کر اپنے جسم کو مخالف سمت میں سمیٹنا شروع کر دیا۔ اور پھر اس کا بوٹ چٹان کی دوسری سمت میں اٹک گیا۔ اور اب اس کے لئے پورا زور لگانا ممکن ہو گیا۔ چنانچہ تھوڑی سی جہد و جہد کے بعد وہ جوزف کو کھینچ کر اس چٹان تک لے آنے میں کامیاب ہو گیا۔ جوزف کو ایک طرف دیوار کے ساتھ لٹا کر وہ دوبارہ پانی میں اتر گیا۔ کیونکہ جوانا کا جسم اس چٹان سے خاصے فاصلے پر موجود تھا۔ اور وہ چٹان پر لیٹ کر اُسے پکڑ نہ سکتا تھا۔ پانی میں اتر کر وہ تیزی سے جوانا کی طرف بڑھا اور پھر اُسے پانی میں گھسیٹتا ہوا اس چٹان تک لے آیا۔ لیکن جوزف کو چٹان تک پہنچانے میں اُسے جو سخت اور جہد و جہد کرنی پڑی تھی۔ اُسے اس کا صحیح اندازہ اب ہو گیا تھا۔ اور اسے یہ بھی معلوم تھا کہ جوانا جوزف سے کئی گنا زیادہ

”ارے ارے۔ یہ آواز۔۔۔ ارے۔۔۔ میری بات سنو۔ مجھے دوزخ جنت کا کچھ علم نہیں۔ بس تم مجھے وہاں بھیج دو جہاں میرا ماسٹر عمران گیا ہے۔ بس میں وہیں جانا چاہتا ہوں؟۔ جوزف کی آواز سنائی دی۔ اور عمران کھل کھلا کر ہنس پڑا۔ جوزف کے جواب نے اس کی رگ رگ میں بے پایاں مسرت بھر دی تھی۔ اس سے پہلے خودیر نے اپنی اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیا تھا۔ اور اب جوزف اس کی خاطر جنت دوزخ کی پرواہ نہ کر رہا تھا۔ اُسے ایک عجیب سا احساس ہوا کہ اس کے ساتھی اس کی خاطر ہر قسم کی قربانیاں دینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ اور ظاہر ہے اس قدر مخلص ساتھی خوش نصیبوں کو ہی میسر آ سکتے ہیں۔

”ارے ارے۔۔۔ یہ تو ماسٹر کی ہنسی ہے۔۔۔ ارے کیا ماسٹر۔۔۔ جوزف نے یک لخت اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”خاموش رہو جوزف۔۔۔ یہ تاریک قبر ہے۔ ہم دونوں کی اور ہمارے علاقے کے چرچ کا یاد دہی کہتا تھا کہ قبر میں ایسی آوازیں سنائی دیتی رہتی ہیں۔“ جو ان کی آواز سنائی دی۔

”اوہ جو ان۔۔۔ تم بھی یہاں ہو۔ مگر ماسٹر کی ہنسی کی آواز میں نے خود سنی ہے۔ تم نے نہیں سنی۔ اور وہ فرشتہ جو جنت دوزخ کی بات کر رہا تھا۔۔۔ جوزف نے تیز لہجے میں کہا۔

”ارے چھوڑو۔۔۔ اب یہی ہماری جنت ہے اور یہی ہماری دوزخ ہے۔ میرے خیال میں ہم اس غاریں موجود ہیں جن میں ماسٹر عمران گر اٹھا۔ اوہ۔۔۔ مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اتنی بلندی

کافی دیر تک سوچنے اور ٹاپرچ کی مدد سے ارد گرد کا جائزہ لینے کے باوجود کوئی راستہ سمجھ میں نہ آیا۔ تو اس نے ایک لمبیل سانس لے کر اس پر غور کرنا ترک کر دیا۔ کیوں کہ اس کا تجربہ تھا کہ جب باوجود غور کرنے کے مسئلے کا کوئی حل سامنے نہ آئے تو پھر ذہن کو آزاد کر دینا چاہیے۔ اور اپنی توجہ کسی اور طرف لگا دینی چاہیے۔ اس طرح اکثر بجلی کے کوندے کی طرح اچانک حل سامنے آجایا کرتا ہے۔ چنانچہ اس نے بھی ذہن کو دوسری طرف متوجہ کیا۔ اور وہ جوزف اور جو ان کو ہوش میں لانے کی کوششوں میں مصروف ہو گیا۔ اُسے کسی بے ہوش شخص کو فوراً طور پر ہوش میں لے آنے کا ایک ہی تیر بہدت طریقہ آتا تھا۔ کہ اس کی ناک اور منہ کو اچھی طرح بند کر دیا جائے۔ اس طرح سانس رک جانے کی وجہ سے شعور کو جھٹکا لگتا ہے اور پھر وہ خود بخود ہوش میں آجاتا ہے۔ اور پہلے کی طرح یہ طریقہ یہاں بھی کامیاب رہا۔ اور چند لمحوں کی جدوجہد کے بعد دونوں ہوش میں آ گئے۔ ان کے حلق سے نکلنے والی کراہوں نے ان کے ہوش میں آنے کا اعلام بجا دیا تھا۔ اور عمران ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔

”گڈ گاڈ۔۔۔ اتنی تاریک قبر۔۔۔ جوزف کی بڑ بڑاہٹ سنائی دی۔ ظاہر ہے عمران نے ٹاپرچ بکھا دی تھی۔ اس لئے گہری تاریکی نے پورے ماحول کو ڈھانپ لیا تھا۔

”مردے۔۔۔ بتا تو جنت میں جائے گایا دوزخ میں۔“ عمران نے آواز بدل کر سخت لہجے میں کہا۔



نے جو اناتہ تھیں ان کو کراتے ہوئے کہا۔

”ہاں ماسٹر سجانے کون سی ایسی طاقت تھی جس نے مجھے ڈھلان میں دوڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ حالانکہ صغیر نے مجھے روکنے کی کوشش کی تھی۔“ جو انانے جواب دیا۔

”میں اکیلا ہوتا تو شاید یہاں سے نکل بھی جاتا۔ لیکن اب تم دونوں منکر نکیہ دوں کو کہاں لے جاؤں۔ اب تو یہ ہیں رہنا پڑے گا۔“

عمران نے کہا۔  
”یہاں رہنا پڑے گا۔ یہ کیا کہہ رہے ہو ماسٹر۔ وہ بوتلیں تو اوپر قیلے میں رہ گئیں۔“ ارے یہاں بوتلیں کیسے آئیں گی۔ پلو باس یہاں رہنا ہے تو بے شک رہ لو۔ مگر میری بوتلیں اوپر سے منگوا لو۔ ورنہ میری کھوپڑی پر برف جم جائے گی۔“ جوزف کو اچانک اپنی شراب کی بوتلوں کا خیال آ گیا۔

ظاہر ہے جب اُسے عمران صبح سلامت مل گیا تو اس کا ذہن باقی سب طرف سے تھمتن ہو گیا۔ کیوں کہ اُسے عمران پر اندھا اعتماد تھا۔ اور جب اطمینان ہو گیا تو پھر شراب تو یاد آئی ہی تھی۔

”بوتلیں۔“ ارے ہاں۔ تمہاری بوتلیں تو اوپر سے منگوانی پڑیں گی۔“ عمران نے یک لخت چونکتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ یوں سر پہ ہاتھ پھیرنے لگا جیسے اُسے اپنی کھوپڑی پر رحم آ رہا ہو۔

”کیا ہوا باس۔“ کیا بوتلیں تمہارے سر میں بھی موجود ہیں۔“ جوزف نے اُسے سر پر اس انداز میں ہاتھ پھیرتے

سے اس چٹان پر گریں اور اس طرح صبح سلامت پڑنے رہیں۔ پھر میرے کپڑے بھی گیلے ہیں۔ یہ کیا چکر ہے۔“ جو انانے بھی اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس کا ذہن جوزف سے بہت کم سوچ رہا تھا۔  
”ارے۔“ ماسٹر یقیناً یہاں موجود ہے۔ اور جہاں ماسٹر موجود ہو وہاں سب کچھ ممکن ہے۔ ماسٹر۔“ ماسٹر پلیز۔ دوبارہ ہنسوا۔“ جوزف نے ادنیٰ آواز میں کہا۔

”تو تم دونوں کو ہوش آگیا۔“ اچانک عمران نے طاریج جلاتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے وہ چٹان سے نیچے گرتے گرتے بچا۔ کیوں کہ جوزف اُسے دیکھتے ہی بے اختیار اٹھ کر اس سے پٹ گیا۔

”ارے ارے۔“ شب تار کے بچے۔ ارے میری پسلیاں ارے چھوڑو۔“ عمران نے جان بوجہ کر رد دینے والا ہجو بناتے ہوئے کہا۔

”تم زندہ ہو۔“ ٹھیک ہو۔ بس ماسٹر اب میں بھی زندہ ہوں۔ اب مجھے کوئی پرواہ نہیں۔“ جوزف نے عمران کو چھوڑ کر مسرت سے بھرپور ہجے میں کہا۔  
”لیکن تم دونوں یہاں کیسے پہنچے۔ کیا کوئی ہیلی کاپٹر کما یہ پر لے لیا تھا۔“ عمران نے منہ بنتے ہوئے پوچھا۔

”بس ماسٹر۔“ کچھ نہ پوچھو۔“ جب تم نیچے گرے ہو۔ تو بس ہم تمہیں بچانے کے لئے دوڑ پڑے۔ پھر ہمارے پیر بھیلے اس کے بعد ہمیں نہیں معلوم کہ کیا ہوا۔ کیوں جو انانہ۔“ جوزف

اس لئے رابطہ قائم ہو گیا لیکن بات نہ ہو سکتی تھی۔ آخر اویس ہو کر عمران نے دنڈ بٹن دبا کر رابطہ جھمک کر دیا۔

”سورہی جوزف۔۔۔ تمہاری بوتلیں نہ آسکیں۔۔۔ عمران نے بڑا سامنہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

لیکن اس سے پہلے کہ جوزف کوئی جواب دیتا اچانک ان کی نظریں اوپر کو اٹھ گئیں۔ نیکو دل کہ دور انہیں روشنی کا احساس ہونا شروع ہو گیا تھا۔ یہ روشنی انہیں دور سے سیاہ آسمان پر چمکتی سورہی جوری تھی۔

”ادہ۔۔۔ میرے خیال میں اوپر غار میں روشنی کی گئی ہے۔ یقیناً گھبرائی غار ہو گئی۔۔۔ عمران نے تیز لہجے میں کہا اور جوزف اور جوانا کو غار کی اس قدر گہرائی کا احساس ہوتے ہی جھجھری سی آگئی۔ واقعی اس غار کی گہرائی بے پناہ تھی۔ ان کے تصور سے بھی زیادہ۔

”یہ تو معجزہ ہی ہوا ہے کہ اس قدر بلند می سے گرنے کے باوجود ہم نہ صرف زندہ ہیں بلکہ صحیح سلامت بھی ہیں۔۔۔ عمران نے روشنی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”مگر ماسٹر۔۔۔ ہم اس چٹان پر کیسے آ گئے، اور یہ کیلے کپڑے اور ٹھنڈ۔۔۔ جوانا نے پوچھا۔

شاید یہ سوالات ابھی تک اس کے دماغ میں کھلبلا رہے تھے۔ اور جواب میں عمران نے مختصر طور پر چٹان کے نیچے موجود پانی کے ذخیرے اور پھر انہیں چٹان پر کھینچ لانے کے متعلق بتا دیا۔

دیکھ کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ماسٹر سر یہ اس لئے ہاتھ پھیر رہے ہیں تاکہ بتا سکیں کہ تمہارے دماغ میں عقل نام کی کوئی چیز نہیں۔۔۔ یہاں جان پر مبنی ہوئی ہے اور تمہیں اپنی بوتلوں کی پڑ گئی ہے۔۔۔ جوانا نے طنز پر لہجے میں جواب دیا۔

”تم چپ رہو۔ جہاں ماسٹر موجود ہو وہاں مجھے دماغ پر زور دینے کی کیا ضرورت ہے۔۔۔ جوزف نے بڑا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

”ابھی منگوانا یوں بوتلیں۔۔۔ حیرت ہے کہ مجھے اس کا پہلا خیال کیوں نہیں آیا۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا وہ اس وقت اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کو ٹٹول رہا تھا۔ اور پھر اس نے اس کا دنڈ بٹن مخصوص انداز میں کھینچا۔ اور پھر اُسے دبا دیا۔ دوبارہ ایسا کرتے ہی ڈاکل پر چھ کا بندسہ جلنے بجھنے لگا۔ اور اس اندھیرے میں بھی عمران کے چہرے پر ابھرنے والی چمک جوزف اور جوانا کو صاف نظر آ گئی۔

”ہیلو ہیلو۔۔۔ صفدر۔۔۔ میں عمران بول رہا ہوں اندھی غار سے۔۔۔ ہیلو ہیلو۔۔۔ عمران نے گھڑی کے ساتھ منہ

لگا کر تیز لہجے میں کہنا شروع کیا۔ لیکن بندسہ مسلسل جل بجھ رہا تھا۔ اس کا صاف مطلب تھا کہ رابطہ تو قائم ہو گیا ہے لیکن آواز ٹرانسمیٹ نہیں ہو رہی۔ عمران مسلسل کوشش کرتا رہا۔ لیکن آواز ٹرانسمیٹ نہ ہو سکی۔ شاید اس محدود محیطہ عمل کے ٹرانسمیٹر کی حدود سے صفدر وغیرہ غاصے دور چلے گئے تھے۔

انتہائی دائیں کونے میں تھی۔ جب کہ کہیں کا تختہ غار کے عین درمیان میں اتر رہا تھا۔ تختہ نیچے آتا چلا گیا۔ اب ہر چیز واضح ہو چکی تھی۔ تختہ کے ساتھ ایک سرسبز لائٹ ہاؤس اسبابِ روشن تھا۔ جس کی روشنی چاروں طرف پڑ رہی تھی۔

”دیوار کے ساتھ لگ جاؤ۔ ہم نے اس تختے پر بصورت میں چھٹا ہے۔ اگر انہیں معلوم ہو گیا کہ ہم زندہ ہیں تو پھر یہ تختہ واپس کھینچ لیں گے۔ اور اس کے بعد ہمارے اوپر جانے کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہے گا۔“ عمران نے سرگوشیاں انداز میں جوزف اور جوانان سے مخاطب ہو کر کہا۔

تختہ نیچے آتا چلا گیا۔ تختہ ناکوں کی موٹی موٹی رسیدوں سے چاروں طرف سے بندھا ہوا تھا اور اس کے درمیان میں ایک آدمی کھڑا تھا۔

”اور نیچے جناب۔ ابھی پانی دور ہے۔“ تختہ پر کھڑے آدمی کی آواز سنائی دی۔ وہ شاید کسی مائیک میں بول رہا تھا۔

پھر تختہ ان کے برابر آکر ذرا سانیچے ہوا ہی تھا کہ عمران نے مخصوص انداز میں اشارہ کیا۔ چٹان سے اس تختے کا فاصلہ اتنا زیادہ بھی نہ تھا کہ وہ چھلانگ لگا کر اس پر نہ چڑھ سکتے پھر تختہ رک گیا۔ اب وہ آدمی جھک کر نیچے دیکھ رہا تھا۔ اس کو شاید لاشوں کی تلاش تھی اس لئے اس نے ادھر ادھر دیکھنے کی رحمت ہی گوارا نہ کی تھی۔ در نہ تیز لائٹ میں وہ دیوار کے ساتھ چپے

”باس۔۔۔ مجھے دور سے کسی مشین کی گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دے رہی ہے ہلکی سی۔۔۔ اچانک جوزف نے چونکے ہوئے کہا۔

اردو کے لمحے عمران بھی چونک پڑا۔ کیوں کہ اب اسے واقف مشین کی گڑگڑاہٹ سنائی دینے لگی تھی۔ اور پھر وہ جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ کیوں کہ اس نے روشنی کو اپنے آتے محسوس کیا تھا۔ مشین کی گڑگڑاہٹ بھی اب تیز ہونے لگ گئی تھی۔ عمران چٹان پر کھڑا دیکھتا رہا۔ اور پھر صورت حال اس پر واضح ہو گئی۔

”ہوشیار۔۔۔ کچھ لوگ نیچے آ رہے ہیں۔ یہ شاید تختہ کسی کہیں سے نیچے لے آیا جا رہا ہے۔ وہ شاید ہمیں چیک کرنے آ رہے ہیں۔“ عمران نے جوزف اور جوانان سے مخاطب ہو کر کہا اور جوزف اور جوانان بھی اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

”اب کیا کرنا ہے ماسٹر۔“ جوانان نے کہا۔

”کرنا کیا ہے۔ قدرت نے خود بخود اوپر جانے کا راستہ بنا دیا ہے۔ بس ہم نے اوپر جانا ہے۔ اس کے بعد کیا ہوگا یہ دیاں جاکر سوچیں گے۔“ عمران نے کہا اور جوزف اور جوانان دونوں نے سر ہلا دیئے۔

کہیں کا تختہ تیزی سے نیچے آ رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی مشین کی گڑگڑاہٹ بھی تیز ہوتی جا رہی تھی اور روشنی بھی عمران ناموش کھڑا تھا۔۔۔ یہ چٹان جس پر وہ تینوں موجود تھے۔

سوئے صاف نظر آجاتے۔

عمران اشارہ کرتے ہی بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھا اور دوسرے لمحے ایک ہی چھلانگ میں تختہ پر جا چڑھا۔ تختہ پر موجود آدمی جو نیچے جھانک رہا تھا۔ چونک کر مڑا۔ مگر عمران نے اس کی گردن کے گرد ہاتھ ڈال کر اُسے اپنے سینے سے بکڑ لیا۔ اور اس کا دوسرا ہاتھ اس کے منہ پر تھا۔ جوزف اور جونا بھی چھلانگیں لگا کر تختہ پر پہنچ گئے۔

”بیلو بیلو مارٹن۔ یہ کہیں کو جھٹکے کیوں لگ رہے ہیں؟“ اچانک سمریح لائٹ بلب کی بیک سے آواز ابھری۔ اس بلب کی بیک میں شاید مائیک ڈھٹ تھا۔ جس سے آواز نکل رہی تھی۔ ”میں نے جھک کر نیچے دیکھنے کی کوشش کی تھی اور میرا توانک جکڑ گیا تھا۔“ اچانک عمران کے حلق سے آواز نکلی۔ وہ بالکل مارٹن کی آواز اور لہجے میں بول رہا تھا۔ جب کہ مارٹن اپنے آپ کو چھڑانے کی جدوجہد میں مصروف تھا۔ لیکن ظاہر ہے عمران کی گرفت میں آنے کے بعد اس کا اپنے آپ کو یوں چھڑالینا آسان نہ تھا۔ جوزف اور جونا اب اتنے سمجھ دار تو بہر حال تھے کہ وہ سچویشن سمجھ کر خاموش رہتے۔

”لاشوں کی کیا پوزیشن ہے؟“ مائیک سے آواز ابھری۔

”لاشیں پانی میں تیر رہی ہیں۔ ان کے جسم ٹوٹ پھوٹ چکے ہیں۔“ عمران نے جواب دیا۔

پہران لاشوں کو کھینچ کر تختے پر ڈالو تاکہ تختے کو واپس کھینچا جا سکے۔ مائیک سے آواز ابھری۔

”ٹھیک ہے۔“ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اس آدمی کی گردن میں موجود ہاتھ کو مخصوص انداز میں جھٹکا دیا۔ اور وہ آدمی پانی سے نکلی ہوئی پمپھلی کی طرح ترپنے لگا۔ لیکن عمران کا ہاتھ اس کے منہ پر مضبوطی سے جما ہوا تھا۔ اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی۔ اور پھر چند لمحوں بعد ہی اس کی پٹیاں چڑھ گئیں اور جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ وہ ختم ہو چکا تھا۔ عمران نے اُسے پانی میں اچٹال دیا۔ اس کے پانی میں گرنے سے تختے کو ایک زوردار جھکول آئی۔

”یہ جھک گیا تھا۔“ کیا تم پانی میں تو نہیں گر گئے۔ مارٹن جواب دو۔“ مائیک سے آواز ابھری۔

”نہیں جناب۔“ ایک لاش بہت بھاری تھی۔ میں اُسے کھینچ رہا تھا کہ وہ میرے ہاتھ سے پھسل کر نیچے جا گری ہے۔“ عمران نے مارٹن کے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اور۔“ کے۔۔۔ جلد ہی گرو۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران نے جوزف اور جونا کو اشارہ کیا اور ساتھ ہی تختے کی رسیاں پکڑ کر اُسے ہلکے ہلکے جھکولے دینے لگا۔ جیسے وہ لاشوں کو اوپر اٹھانے کی کوشش کر رہا ہو۔ پانچ منٹ تک یوں ہی ہوتا رہا۔

”یس۔۔۔ تینوں لاشیں تختے پر آگئی ہیں۔“ عمران

"اور کے۔۔۔ ان کا خیال رکھنا یہ واپس نہ گرجائیں ہم بہار

سے تختہ واپس ادبچاٹنے لگا۔ عمران جو زف اور جوانا خاموش

انہیں معلوم تھا کہ اوپر پہنچنے کے بعد انہیں ایک بار پھر موت کا

کتنے آدمی موجود ہیں۔ اور ان کے پاس کس قسم کا اسلحہ ہے۔

تفتی -

بچنے والے بندہ سے کو دیکھ رہا تھا۔ اُسے یقین نہ آ رہا تھا

مبنیہ جو عمران کے ساتھ مخصوص ہے واقعی جل بچ رہا ہے۔

سے گھڑی کو منہ سے لکایا اور زور زور سے پھینکے گا۔

۱۰۔ اس کی آواز جذبات کی شدت سے پھٹی پڑ رہی تھی۔

نہ ہی رابطہ قائم ہونے کا سگنل دکھائی دیا۔ کیونکہ آواز

رف جل سجہ رہا تھا صفہ بہ بار بار گھڑی کو منہ سے لگا کر پتہ رہا

ناخند لمحوں بعد اس کا چہرہ ٹٹک گیا۔ — اور آنکھوں میں جلنے

والی امید کی تو کچھ گئی جب ایک جھماکہ ہوا۔ صدف نے جلدی نہ  
کا مطلب تھا کہ رابطہ بھی ختم ہو گیا ہے۔ صدف نے جلدی نہ  
ونڈیشن بچھایا اور پھر وہ دوڑتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے  
دروازہ کھولا اور جلدی سے راہ داری میں نکل کر اس نے ساتھ دار  
کمرے کا دروازہ زور زور سے بجانا شروع کر دیا۔  
"کون ہے؟" اندر سے کیپٹن شکیل کی آواز سن

دی۔  
"دروازہ کھولو۔ میں صدف ہوں۔" صدف نے  
اپنی آواز میں کہا اور دوسرے لمحے دروازہ ایک جھٹکے سے کھل گیا۔  
"کیا بات ہے۔" خیریت۔ "کیپٹن شکیل نے صدف  
کی طرف حیرت بھرے انداز میں دیکھتے ہوئے کہا۔  
"ادہ۔ انتہائی عجیب بات ہے۔ انتہائی عجیب۔  
عمران زندہ ہے۔" صدف نے اندر آ کر بڑے بے چین تے  
لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا تمہارے دماغ پر اب اثر ہونا شروع ہو  
ہے۔ ہمارے سامنے وہ اس اندھی غار میں گرا ہے اور پھر وہ باہر  
نہیں نکل سکا۔ نکلنے یہ غار کتنی گہری ہے۔ وہاں سے زندہ  
بچ نکلنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" کیپٹن شکیل نے  
دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔  
اور پھر صدف نے جب نیز تیز اور جذبات سے پریچ میں اُسی  
پاچ ٹرانسمیٹر پر بارہ کے ہندسے کے جلنے بجھنے کے متعلق بتایا۔

والی امید کی تو کچھ گئی جب ایک جھماکہ ہوا۔ صدف نے جلدی نہ  
کا مطلب تھا کہ رابطہ بھی ختم ہو گیا ہے۔ صدف نے جلدی نہ  
ونڈیشن بچھایا اور پھر وہ دوڑتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے  
دروازہ کھولا اور جلدی سے راہ داری میں نکل کر اس نے ساتھ دار  
کمرے کا دروازہ زور زور سے بجانا شروع کر دیا۔  
"کون ہے؟" اندر سے کیپٹن شکیل کی آواز سن  
دی۔  
"دروازہ کھولو۔ میں صدف ہوں۔" صدف نے  
اپنی آواز میں کہا اور دوسرے لمحے دروازہ ایک جھٹکے سے کھل گیا۔  
"کیا بات ہے۔" خیریت۔ "کیپٹن شکیل نے صدف  
کی طرف حیرت بھرے انداز میں دیکھتے ہوئے کہا۔  
"ادہ۔ انتہائی عجیب بات ہے۔ انتہائی عجیب۔  
عمران زندہ ہے۔" صدف نے اندر آ کر بڑے بے چین تے  
لہجے میں کہا۔  
"کیا مطلب۔ کیا تمہارے دماغ پر اب اثر ہونا شروع ہو  
ہے۔ ہمارے سامنے وہ اس اندھی غار میں گرا ہے اور پھر وہ باہر  
نہیں نکل سکا۔ نکلنے یہ غار کتنی گہری ہے۔ وہاں سے زندہ  
بچ نکلنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" کیپٹن شکیل نے  
دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔  
اور پھر صدف نے جب نیز تیز اور جذبات سے پریچ میں اُسی  
پاچ ٹرانسمیٹر پر بارہ کے ہندسے کے جلنے بجھنے کے متعلق بتایا۔  
کیا یہ سب کچھ لگا رہے ہیں اور بے یقینی  
کی کیفیات سے بیک وقت دوچار ہو۔ غلام ہے وہ صدف جیسے  
فحش کو جھٹلا بھی نہ سکتا تھا اور اُسے یقین بھی نہ آتا تھا۔  
"ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ بہر حال اگر ایسا ہے تو پھر یہ ایک ظلم خوشخبری  
ہے۔" کیپٹن شکیل نے چند لمحوں بعد ایک طویل سانس  
لیتے ہوئے کہا۔  
"اب مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے پاس ایون ٹائپ ٹرانسمیٹر ہیں۔ جن  
سے عمران تو رابطہ قائم کر سکتا ہے۔ لیکن ہم اس سے نہیں کر سکتے  
۔ نہ ہم دوبارہ اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرتے؟  
"اں۔ یہ مسئلہ تو ہے۔ آج تک اس کی ضرورت ہی پیش نہیں  
آئی کہ پاچ ٹرانسمیٹر پر ہمیں عمران سے رابطے کی ضرورت پڑے وہی  
اس سے احکامات دیتا ہے۔ بہر حال اس کا مقصد یہ ہے کہ  
عمران اس غار کی گہرائی میں موجود ہے اور زندہ ہے۔ اور جہاں تک  
میں سمجھا ہوں ایون ٹائپ پاچ ٹرانسمیٹر کی پہنچ خاصی محدود ہوتی  
ہے۔ اس لئے آواز ٹرانسمیٹر نہیں ہو سکی۔ ہمیں فوراً واپس  
جانا چاہیے۔ اور پھر عمران کو باہر نکلنے کی سبیل کرنی چاہیے؟  
کیپٹن شکیل نے رائے دیتے ہوئے کہا اور صدف نے سر ہلاتے  
ہوئے فون کا رسیور اٹھا لیا۔ آپریٹر سے پوچھنے پر اس نے جویا  
کا کمرہ ملانے کے لئے کہا۔ جویا کا کمرہ سب سے آخر میں تھا۔ اور اب  
فوری جذبات کا اثر صدف پر ختم ہو چکا تھا۔

”اے خدا کا شکر ہے۔“ خدا کا شکر ہے۔

جولیا نے طویل سانس لینے دئے کہا۔

”اب مس جولیا ہم نے عمران کو اس غارت سے باہر نکالنا ہے اور خدا کو عمران کی قرب جو زلف اور جوانا بھی زندہ ہوں۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔

”ہاں۔ خدا اگر سب تو اب کیا ہونا چاہتے تھے ہی رائے میرا تو دماغ کام نہیں کر رہا۔“ جولیا نے اس بار کسی پر بیٹھے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے۔ ہم سب کو فوری طور پر اس غار میں واپس جانا چاہئے۔ اور پھر کوئی کمند ڈال کر اور بڑھی رسی لے کر کوئی آدمی اس میں اترے۔ اس کے بعد سچو نش کے مطابق دیکھ لیا جائے۔“ صفدر نے کہا۔

”مرا تھی بڑھی رسی۔“ سجانے وہ غار کتنی گہری ہو۔“ جولیا نے کہا۔

”ہم سب کے پاس رسیوں کے گچھے موجود ہیں۔ میرا خیال ہے اگر ان سب کو جوڑ لیا جائے تو کام بن جائے گا۔“ اور اس رسی کو کسی چٹان سے باندھا جاسکتا ہے اور ڈارچ لے کر میں نیچے اتر جاؤں گا۔ اس کے بعد رسی کو ہلا کر ہی اشارہ دوں گا۔ پھر سارے ممبر مل کر رسی کو اگر واپس کھینچ لیں تو عمران کو باہر نکالا جاسکتا ہے۔“ صفدر نے کہا اور جولیا اور کیپٹن شکیل دونوں نے سر ہلا دیئے۔ ظاہر ہے موجودہ صورت حال میں اس

”یس۔“ چند لمحوں بعد جولیا کی آواز فون پر سنائی دی۔

”مس جولیا۔ فوراً کیپٹن شکیل کے کمرے میں آجائیے میں وہیں ہوں۔ عمران زندہ ہے۔“ صفدر نے تیز لہجے میں کہا۔

”کیا کہہ رہے ہو۔“ کیا تم ہوش میں ہو۔“ جولیا کی حیرت سے پٹی ہوئی آواز سنائی دی۔

”میں ہوش میں ہوں اور درست کہہ رہا ہوں۔“ آپ فون آئیے۔“ صفدر نے کہا اور رسیوں کو رکھ دیا۔

اور پھر چند لمحوں بعد اُسے بیرونی راہ داری میں کسی کے بے تحاشا دوڑنے کی آواز سنائی دی۔ اور صفدر اور کیپٹن شکیل ایک دوسرے کو دیکھ کر بے اختیار مسکرا دیئے۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ اس طرح بے تحاشا دوڑ کر آنے والی جولیا ہی ہو سکتی ہے۔ اور پھر چند لمحوں بعد دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور سرخ چہرہ اور پھیلی ہوئی آنکھوں سمیت جولیا اندر آ گئی۔

”کیا کہہ رہے ہو۔“ عمران زندہ ہے۔“ کیسے۔ کہاں تمہیں کیسے معلوم ہوا۔“ جولیا نے اندر آ کر تیزی سے صفدر کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

”تمہارے کام کو جولیا۔“ میری بھی پہلے ہی حالت ہوئی تھی۔ میں بتاتا ہوں۔“ صفدر نے اپنے آپ کو فہم آتے ہوئے کہا۔

”کیسے۔“ کیسے۔“ جلدی بناؤ۔ گولی مارو تمہارے۔“ جولیا نے بے چین لہجے اور اضطرابی کیفیت میں پوچھا۔ اور پھر صفدر نے اُسے ساری تفصیل بتا دی۔

اور انہی شکستہ چہرہوں کے ساتھ وہ دوبارہ جیمپوں میں بیٹھے اور پھر جیمپیں واپس پھسلوانا کی غاروں کی طرف بڑھنے لگیں۔



ایک زرد دار گڑ گڑا بٹ کی آواز کے ساتھ ہی اندھی غار کی پھٹی دیوار درمیان سے کٹ کر دونوں اطراف میں شعلہ کی طرح پھیل گئی۔ اور پھر ایک چوڑا سا فولادی تختہ تیزی سے کھسکا ہوا غار کے دبانے تک پہنچ گیا۔ جس طرف اسے تختہ نمودار ہوا تھا۔ اوپر سے چار افراد ایک چھوٹی سی کمرین کو دھکیلتے ہوئے اس تختے پر لے آئے۔ کمرین کے ساتھ ایک چوڑا سا تختہ زنجیروں سے بندھا ہوا تھا۔ کمرین کو تختے کے عین درمیان میں روک کر ایک آدمی نے اس کی سائیڈ میں لگے ہوئے ایک بک کو دبایا تو کمرین کی سائیڈوں سے فولادی کنڈے نمودار ہوئے اور انہوں نے فولادی تختے کو دونوں اطراف سے جکڑ لیا۔ اب کمرین انتہائی مضبوطی سے

سے بہتہ اور کوئی تجویز نہ ہو سکتی تھی۔  
"جیمپیں باہر موجود ہیں۔ ہمیں وقت ضائع کئے بغیر روانہ ہو جانا چاہیے۔" کیپٹن شکیل نے کہا۔  
"تم دونوں تیار ہی کرو۔ پہلے کی طرح ہر قسم کا سامان ہم ساتھ لے جائیں گے۔ بجلانے والوں کس چیز کی ضرورت پڑ جائے۔ میں باقی ساتھیوں کو کال کرتی ہوں۔" جولیانا نے رسیوں راٹھاتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس نے چوہان سے رابطہ قائم کر کے اسے لہا کہ وہ سب ساتھیوں کو اطلاع دے دے کہ وہ سارا سامان اٹھا کر کیپٹن شکیل کے کمرے میں آجائیں۔ ہم نے واپس غاروں میں جانا ہے۔ اور تھوڑی دیر بعد وہ سب کیپٹن شکیل کے کمرے میں پہنچ گئے اور جب ان سب کو عمران کے متعلق بتایا گیا تو وہ بے حد خوش ہوئے۔  
"مہیں بھی عمران کی زندگی کی خبر سن کر خوشی ہوئی۔" صفدر نے تنویر کو چھیڑتے ہوئے پوچھا۔

"صفدر صاحب۔ میں عمران کی دل سے عزت کرتا ہوں۔ لیکن جب وہ بکواس شروع کر دیتا ہے تو پھر مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتا۔" تنویر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔  
"ہاں واقعی اس کی بکواس کو برداشت کرنے کے لئے فولاد کا جگر چاہیے۔" کیپٹن شکیل نے جنتے ہوئے کہا۔  
عمران کی زندگی کی خبر نے ان کے چہرے شکستہ کر دیئے تھے۔



”ہوسکتا ہے۔“ یہ بچہ کہانی میں تمہاری سانس گھٹنے لگے۔ یا دیاں  
آکھن کی ٹھہر۔ ایسی ہی کوئی گڑبڑ ہو سکتی ہے۔“ گڈلی نے  
سخت بے میں کہا۔

اد۔ نو۔ میں کئی دفعہ اس سے جی گھبری  
خاروں میں اتر اٹھاؤں۔ یہ میری باپنی رہی ہے۔ یہ خار تو صرف  
ایک سو پچاس فٹ گہری ہے۔“ مارٹن نے مطمئن لہجے میں  
جواب دیا۔ درگڈلی خاموش ہو گیا۔ ویسے مارٹن کی یہ بات سن کر  
اے اطمینان ہو گیا تھا کہ اس نے خار میں اترنے کے لئے درست  
آدمی کا انتخاب لیا ہے۔

تنبیہ نیچے خار میں اترتا جا رہا تھا اور سامنے مشین پر تیزی سے نمبر  
نمودار جو رہے تھے۔ یہ اس گھبراہٹ کو ناسر کر رہے تھے۔ جہاں  
میں تختہ پڑھا ہوا تھا اس وقت تختہ پچھتہ فٹ کی گھرائی تھاپ پھنچ چکا تھا  
خار کی گہرائی چوں کہ کمپیوٹر نے ایک سو پچاس فٹ بتائی تھی۔ اس  
لئے ابھی بہت سا فاصلہ طے ہونا تھا۔ گڈلی کی نظرس نمبروں  
پر نہیں ہوئی تھیں۔ مشین کی گرہ گڑا ہٹ مسلسل جاری تھی۔ اس کے دو  
ساتھی باہر مشینری کے پاس موجود تھے۔ وہ اس دسی کی نگرانی کر رہے  
تھے جس کی مدد سے وہ تختہ بندھا ہوا تھا اور جو ایک بہت بڑے رد لہر  
کے چلنے سے تیزی سے کھلتی چلی جا رہی تھی۔

جب ایک سو چالیس کا ہندسہ نمودار ہوا تو گڈلی نے زبان کھولی۔  
”کیا پانی آگیا ہے۔“ گڈلی نے پوچھا۔  
”اور نیچے جناب۔“ ابھی پانی دور ہے۔“۔ مارٹن کی

اس تختہ پر جم چکی تھی۔  
”مارٹن۔“ تم نیچے جاؤ۔ کریں کے قریب کھڑے ہوئے گڈلی  
نے ایک آدمی سے مخاطب ہو کر کہا اور خود اچھل کر وہ کریں پر چڑھ  
گیا۔ اس پر بنے ہوئے ایک شیشے کے کیبن کا دروازہ کھول کر وہ اندر  
گھس گیا۔ اس کے اندر جانے ہی۔ مارٹن بھی اچھل کر کریں پر  
سوار ہو گیا۔ جب کہ باقی دونوں بھی کریں پر چڑھ کر اس کی شیشری کو  
سیٹ کرنے لگے۔ شیشے کے کیبن میں کریں چلانے کا سسٹم  
موجود تھا اور ایک فولادی کرسی پر بیٹھ کر گڈلی نے اس کا ایک مینٹل  
کھینچا تو سامنے ٹکی چھوٹی سی مشین میں زندگی کی لہر دوڑ پڑی۔ گڈلی  
نے ایک اور مینٹل دبایا تو کریں کے باب کے ساتھ ساتھ ہوا تختہ تیزتی سے  
نیچے ہونے لگ گیا۔ جب وہ کریں کے برابر پہنچا تو کریں پر موجود  
مارٹن اچھل کر اس پر چڑھ گیا اور گڈلی نے اس تختہ کو نیچے لے جانے  
دلائش دے دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے مشین کی سائیڈ میں  
ہوئے ایک مائیک کو ہلکے سے دبایا مائیک کا منہ ایک جھلکے سے  
دایچ کے قریب باہر آگیا۔ اور تختہ کے ایک رستے کے ساتھ  
لگی ہوئی بڑی سرچ لائٹ روشن ہو گئی۔

”مارٹن۔“ انتہائی احتیاط سے کام کرنا ہے۔ اگر وہاں کوئی  
میکیف محسوس ہو تو مائیک میں بتا دینا۔ اس کا بندوبست ہو جائے  
گا۔ گڈلی نے کہا۔

”کیستی تکلیف جناب۔“ مارٹن نے حیرت بھرے لہجے  
میں کہا۔

کرین کو بیک کرنے سے جو جھٹکا لگے گا۔ اس سے لاشیں دوبارہ پانی میں نہ جا گریں۔

اور اس کے ساتھ ہی اس نے پہلے بٹن کے ساتھ لگا ہوا ایک مہر خ رنگ کا بٹن دبا دیا۔ کرین کو بھٹکا سا جھٹکا لگا اور نمبر تیزی سے واپس ہونے شروع ہو گئے۔ اب گنتی الٹی شروع ہو چکی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ تختہ اب واپس آ رہا تھا۔

گڈلی نے دروازہ کھولا اور باہر کھڑے ہوئے آدمیوں کو آواز دی۔

”ہاں بربر۔۔۔ گڈلی نے حکمانہ لہجے میں کہا۔  
”میں سر۔۔۔ ایک آدمی نے تیزی سے دروازے کے قریب آتے ہوئے کہا۔

”ہوشیار رہنا۔۔۔ تختہ اوپر آ رہا ہے۔ اس پر مارٹن تین لاشیں لاد کر لے آ رہا ہے۔ جیسے ہی تختہ کرین کے برابر آئے مجھے اشارہ کر دینا میں اُسے روک دوں گا۔ اور تم لاشیں کرین میں منتقل کر دینا۔ گڈلی نے کہا اور آنے والا سر بلاتا ہوا واپس چلا گیا۔

نمبر تیزی سے گھٹتے چلے جا رہے تھے۔ مشین کی گڑگڑانہٹ جاری تھی۔ ظاہر ہے تختہ اوپر آ رہا تھا۔ گڈلی کی نظریں نمبر کے ساتھ ساتھ باہر کھڑے ماربر اور اس کے ساتھی کی طرف تھیں۔ جو خاموش کھڑے رسیوں کو واپس پٹتے دیکھ رہے تھے۔ جب مہندسہ پانچ پر پہنچا تو گڈلی محتاط ہو گیا۔ کیوں کہ اب کسی بھی

آواز یا نیک سے ابھری۔ اور گڈلی جو ایک بٹن دبا چکا تھا نے ہاتھ بڑھا کر بٹن کو دوبارہ پریس کیا۔ اور نمبر پھر نمودار ہونے لگے۔ ایک سو پچاس کا مہندسہ نمودار ہوتے ہی گڈلی نے بٹن کو پریس کر دیا اور نمبر ایک جگہ ساکت ہو گئے۔ دوسرے لمحے کرین کو بھٹکا سا جھٹکا لگا جیسے زلزلے کا جھٹکا لگتا ہے۔

”ہیلو ہیلو مارٹن۔۔۔ یہ کرین کو جھٹکے کون لگ رہے ہیں؟  
گڈلی نے چونک کر پوچھا۔

”میں نے جھاک کر نیچے دیکھنے کی کوشش کی تھی۔ میرا توازن بگڑ گیا تھا۔۔۔ مارٹن کی آواز سنائی دی اور گڈلی نے اطمینان کا سانس لیا۔

اُسے دراصل یہ خدشہ ہوا تھا کہ کہیں مارٹن نیچے نہ گر گیا ہو۔ پھر مارٹن نے اُسے بتایا کہ پانی میں لاشیں تیر رہی ہیں جن کے جسم ٹوٹ پھوٹ چکے ہیں۔ اور گڈلی نے اُسے لاشوں کو کھینچ کر نیچے پر ڈالنے کا حکم دیا۔ چند لمحوں بعد کرین کو ایک اور جھٹکا لگا۔

”یہ جھٹکا کیا تھا۔ کیا تم پانی میں تو نہیں گر گئے مارٹن جواب دو۔ گڈلی نے تیز لہجے میں پوچھا۔ لیکن دوسری طرف سے مارٹن نے بتایا کہ وہ ایک بھاری لاش کو کھینچ کر سختے پر ڈال رہا تھا کہ وہ اس کے ہاتھ سے پھسل کر نیچے جا گرتی۔ اس لئے جھٹکا لگا ہے۔ اور گڈلی نے اُسے احتیاط اور جلدی سے کام نہٹانے کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر بعد مارٹن نے بتایا کہ تین لاشیں سختے پر موجود ہیں۔ تو گڈلی نے اُسے محتاط رہنے کے لئے کہا۔ اُسے خطرہ تھا کہ

”کیا نام ہے تمہارا“ ————— ”مہمان نے اس کے قریب آ کر اطمینان  
بھرے لہجے میں پوچھا۔

”تت ————— تت ————— تم زندہ ہو؟“ ————— گڈلی نے  
گھٹے گھٹے لہجے میں پوچھا۔

”صرف زندہ ہوں بلکہ تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔ اور سنو  
میں نے تمہیں اس لئے زندہ رہنے دیا ہے۔ کیوں کہ اس طرح  
ہم تمہارا شک و دور کرنا چاہتے تھے کہ تم نے ہمیں باہر نکلنے میں مدد  
دی ہے۔“ ————— جو انا ڈر اگر گرفت ڈھیلی کروں تاکہ ہمارا محسن ذرا  
اطمینان سے بات کرے؟ ————— ”مہمان نے جواب دیتے ہوئے  
اس آدمی سے مخاطب ہو کر کہا جس نے گڈلی کو اپنے چٹانوں جیسے  
بازوؤں میں بکڑا ہوا تھا۔

اور وہ اس کے لئے گڈلی کے حلق سے طویل سانس نکالا۔ اس کی  
گردن پر بازو کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی تھی۔ اور اب اس کا سانس بحال  
ہونے لگا تھا۔

”لیکن تم زندہ کیسے رہے؟“ ————— گڈلی نے حیرت بھرے لہجے  
میں کہا۔

”تم چھوڑو اس بات کو۔ اپنا نام بتاؤ تاکہ مذاکرات کو آگے  
بڑھایا جاسکے۔“ ————— ”مہمان نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

”میرا نام گڈلی ہے۔“ ————— گڈلی نے اپنے آپ کو سنبھالتے  
ہوئے کہا۔

”گڈلی۔۔۔۔۔ اچھا نام ہے۔ دیکھو گڈلی۔۔۔۔۔ میرے پاس

لحے تختہ کریں کے برابر پہنچنے والا تھا اور اُسی لمحے اس نے مار بڑکا بازو  
بند بوتے دیکھا تو اس نے بشن آف کر دیا۔۔۔۔۔ اور پھر وہ اٹھ کر  
دروازہ کھول کر باہر کی طرف مڑا جی ٹھاکہ اچانک اسے چھینچوں کی  
آوازیں سنائی دیں اور اس کے ساتھ ہی حیرت سے اس کی آنکھیں  
پھٹتی چلی گئیں۔۔۔۔۔ اس نے کریں کے ساتھ رکے ہوئے تختے پر  
تین افراد کو نہ صرف اچھل کر کریں پر چڑھتے دیکھا بلکہ اس نے دیکھا کہ  
ایک جھپکنے میں انہوں نے مار بڑا اور اس کے سامنے کو غار کی گھراڑ  
میں اچھال دیا تھا۔۔۔۔۔ یہ ان دونوں کی ہی چھینچیں تھیں جو غار کی گھراڑ  
میں جا کر معدوم ہو گئی تھیں۔ وہ حیرت سے بت بنا کر رہا تھا۔ اور پھر  
اس کے جسم کو جھٹکا لگا اور وہ تیزی سے واپس مڑا۔۔۔۔۔ مگر وہ سرے  
لمحے اس کی پشت پر ایک زوردار ٹھوک لگی اور وہ اچھل کر کریں کی  
سائے والی دیوار سے کسی گیند کی طرح ٹکرایا اور پھر اس کا جسم  
جیسے ہی مڑا وہ ایک دیوہنا آدمی کی گرفت میں بڑی طرح پھٹ پڑا  
رہا تھا۔۔۔۔۔ یہ دیوانہ تینوں میں شامل تھا جو تختے سے کود کر  
کریں پر آئے تھے۔ باقی ساتھی بھی ساتھی کی پٹیاں آگے تھتے۔

”اگر یہ زیادہ حرکت کرے تو پٹیاں توڑ ڈالنا ہوتا۔“ ————— ایک  
نوجوان نے مطمئن لہجے میں کہا اور گڈلی آنکھیں کھولے رہ گیا۔ کیوں کہ  
اب وہ اُسے پہچان گیا تھا یہ علی عمران تھا۔۔۔۔۔ وہ شخص جو آنکھوں  
باہر آ جانے کی وجہ سے غار میں گر ا تھا اور یہ دو دیوہیکل جیشی اس  
کے دو ساتھی تھے جو اُسے بچانے کے لئے ڈھلان پر دوڑے تھے  
اور پھر غار میں گر گئے تھے۔

نار عمران سب سے پہلے اس کے پیچھے بھاگا، لیکن اس کے تنہا پرہیز  
سے قبل گڈلی تختے پر چڑھ چکا تھا۔ اور دوسرے لمحے اس نے تھبات  
کہ ایک سائیڈ میں گئے ہونے کریں کے جینڈل کو زور سے اسنیٹ  
کھینچا۔ عمران کے پیچھے جوزف اور جوانا بھی اب باہر آئے تھے۔ لیکن  
وہ نیچے کھڑے تھے۔ جب کہ عمران تختے کے قریب پہنچ چکا تھا۔  
گڈلی کے جینڈل کھینچتے ہی کریں کے وہ کڑکٹ جنہوں نے  
تختے کو دونوں اطراف سے جکڑا ہوا تھا کھل گئے۔ اور تختے کے  
ساتھ الٹی لٹکی ہوئی کریں ایک زوردار جھٹکے سے نیچے کو گرتی۔ اس  
کے ساتھ ہی بیک وقت مختلف اثرات رونما ہوئے۔ گڈلی کی چیخ  
سے نارگوج اٹھی۔ کیوں کہ جلد ہی میں اس نے پورے زور  
سے جینڈل کھینچ کر چھوڑا تھا اور مشین کے گرنے سے تختے کو لگنے  
والے جھٹکے سے وہ اپنا توازن تختے پر برقرار نہ رکھ سکا اور الٹ کر سر  
کے بل غار میں گرتا چلا گیا۔ اور جھٹکا لگتے ہی عمران صورت  
حال سمجھ گیا تھا اس نے اس نے انتہائی پیرتی سے اچھل کر تختے کے  
کنارے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا تھا اور اس کا پورا جسم تختے کے  
ساتھ فضا میں لٹک گیا تھا۔ اب رہ گئے جوزف اور  
جوانا تو انہوں نے گڈلی کو جب جینڈل کھینچ کر کریں کے ساتھ نیچے گرتے  
دیکھا تو انہوں نے پورے قوت سے سائیڈ میں چھلانگیں لگائیں۔ اور ان  
دونوں نے وقت کے لحاظ سے انتہائی عقل مندری کا ثبوت دیا تھا  
کیوں کہ اگر وہ دونوں ادھر تختے کی طرف چھلانگیں لگانے کی کوشش  
کرتے تو وہ اپنے بھاری جسموں کی وجہ سے وہ تختے تک پہنچنے میں

وقت بہت تھوڑا ہے۔ اس لئے اگر تم میرے سوالوں کا درست جواب  
دینا چاہتے ہو تو صرف اثبات میں سرسلا دور دورہ انگاریں۔ البتہ  
یہ بتا دوں کہ تمہاری زندگی کا انحصار تمہارے جواب پر ہے۔ اثبات  
میں سرسلائے کی صورت میں تم زندہ رہو گے ورنہ دوسری صورت  
میں ہلکا سا کڑا کا ہوگا۔ اور تمہاری روح تمہارے جسم کی قید  
سے آزاد ہو جائے گی۔ اب جواب دو۔ تم میرے سوالوں کے صحیح  
جواب دینے پر آمادہ ہو یا نہیں؟ عمران نے بڑے سنجیدہ  
اور سرد لہجے میں کہا۔ اور دوسرے لمحے گڈلی کا سر اثبات میں ہٹنے  
لگا۔  
”جگڑ۔۔۔ تم واقعی سمجھ دار ہو۔ خواہ مخواہ اپنی جان گنولنے کا  
کوئی فائدہ نہیں۔ اچھا۔ بتاؤ کہ کیا اسٹار ٹریک کی لیبارٹری اس  
غار کے پیچھے۔ جہاں سے یہ کریں نکلی ہے؟۔۔۔ ہم ان کے سوال  
کیا۔ اور اس بار گڈلی نے زبان سے جواب دینے کی بجائے اثبات  
میں سرسلا دیا۔

لیکن اس سے پہلے کہ عمران دوسرے سوال کرتا اپنا تک کریں کے  
نیچے والا تختہ تیزی سے پٹا اور وہ سب ایک دوسرے سے ٹکرا کر  
اُسی کمرے میں گر گئے۔ تختہ اب اٹا ہو گیا تھا۔ اس طرح کریں  
اب الٹی غار میں لٹکی ہوئی تھی۔ گڈلی جھٹکا لگنے کی وجہ سے جوانا کے  
ہاتھوں سے نکل گیا تھا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ تینوں سنبھلے  
اس نے تیزی سے قلابازی کھائی اور الٹی کریں کے دروازے سے  
دوڑا۔ آجوابا۔ نکلا اور مشینوں کو پکڑ کر تیزی سے اوپر تختے پر چڑھنے

خوف ناک حالات میں بھی اپنے اوسان کو بحال رکھے ہوئے تھے۔ درنہ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو سب نے کب نا غار کی گھرائی میں پہنچ چکا ہوتا۔ لیکن جوزف اور جوانا جانتے تھے کہ یہ صورت حال زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتی۔۔۔ اور کسی بھی لمحے ان کے ہاتھ سست پڑ سکتے تھے۔

"تختہ کو ملنے"۔ مضبوطی سے پکڑو۔۔۔ جوزف نے چیختے ہوئے کہا اور شاید اس کی بات جوانا کی سمجھ میں بھی آگئی۔ وہ دونوں قیامت تختہ کے اس کنارے کی طرف بڑھتے جو دیانے پر رکھا جوا تھا۔۔۔ اور دوسرے لمحے جیسے ہی عمران کے ہاتھوں نے تختہ کو پکڑا جوزف اور جوانا دونوں تختہ پر جھپٹ پڑے اور اس بار تختہ صرف ہلکا سا گھبراہٹ نہ سکا۔۔۔ کیوں کہ وہ دونوں بیک وقت پورے کوشش سے اُسے پکڑے ہوئے تھے۔ گوبڑی فوج زور لگاتے اور تختہ کو ایک جگہ ہلانے لگے۔ چند ہی لمحوں میں اپنے گئے۔۔۔ ان کے بازوؤں کی مچھلیاں ابھرائیں۔ بس انہوں نے تختہ کو مضبوطی سے ایک جگہ پکڑے رکھا اور اُسے پلٹے نہ دیا۔ اور عمداً ان بازوؤں کے بل زور لگا کر تختہ کے اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا۔۔۔ لیکن اُسی لمحے ایک اور چکر شروع ہو گیا۔ تختہ یک لخت پیچھے کی طرف سمٹنا شروع ہو گیا۔ جوزف اور جوانا دونوں نے اُسے روکنے کی کوشش کی۔۔۔ لیکن وہ اس طرح ان کے ہاتھوں سے پھسل گیا جیسے زندہ مچھلی گرفت سے نکل جاتی ہے۔ اور اُسی لمحے عمران نے جو تختہ پر موجود تھا۔ انتہائی تیزی سے سمٹتے

ہرگز کامیاب نہ ہو سکتے۔ اور نتیجہ یہ کہ وہ دونوں ایک بار پھر اس گہری غار کی تہ میں جا پہنچتے۔۔۔ ان دونوں نے بیک وقت اس سائید پر چھلانگیں لگائی تھیں جس طرف ڈھلان تھی۔ اور بچوں کہ وہ غار کے تقریباً درمیان میں تھے۔ اس لئے وہ دونوں آسانی سے ڈھلان پر جا گرے۔۔۔ لیکن ڈھلان پر اچانک گرنے کی وجہ سے ان کے قدم نہ جم سکے۔ اور پھر بھاری جسم ہونے کی وجہ سے وہ کسی رد و بدل کی طرح اچھلے اور کر دھیں بدلتے ہوئے نیچے ڈھلان پر گھسٹتے چلے گئے۔ لیکن جلد ہی ان دونوں نے سنبھالا لے لیا۔۔۔ ڈھلان کے ساتھ دلی دیوار میں چند چٹانیں باہر کو ابھری ہوئی تھیں۔ اس لئے قلاباز بکارتے ہوئے پہلے جوزف کے ہاتھ ایک چٹان سے ٹکر لئے تو اس نے پھر قیامت سے اُسے پکڑ کر اپنے جسم کو نیچے گرنے سے روک لیا۔۔۔ جب کہ جوانا دس بارہ فٹ اور نیچے جا کر ایک چٹان کو پکڑنے میں کامیاب ہو۔ چند لمحے سانس لینے کے بعد انہوں نے اپنے قدموں کو سنبھالا اور انہیں ڈھلان پر اچھی طرح جما کر وہ چٹانوں کو پکڑ پکڑ کر اوپر کی طرف چڑھنا شروع ہو گئے۔ اور پھر تھوڑی سی جہد و جہد کے بعد وہ اوپر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن اوپر پہنچتے ہی انہوں نے عجیب تماشا دیکھا۔ غار کے درمیان موجود فولادی تختہ تیزی سے بار بار پلٹ رہا تھا۔۔۔ جب کہ عمران تختہ پلٹتے ہی ہاتھ چھوڑ کر اپنے جسم کو اوپر کی طرف اٹھاتا اور پھر تختہ پکڑ لیتا۔ یہ عمل مسلسل جاری تھا۔ اور یوں لگتا تھا جیسے کوئی نامور شعبہ باز انہیں زندگی کا سب سے بڑا شعبہ دکھا رہا ہو۔۔۔ یہ عمران کا ہی دم تھا کہ وہ اس قدر

97

۹۴

ہوئے تختے پر دوڑ لگائی اور پھر وہ ہوا میں کسی عقاب کی طرح اڑتا ہوا  
غار کے دہانے پر آگرا جہاں جوزف اور جوانا موجود تھے۔ ان  
دونوں نے اُسے یوں سنبھال لیا جیسے بڑے گرتے ہوئے بچے کو سنبھالتے  
ہیں۔ اور اُسی لمحے تختہ غار کی مقابل دیوار میں جا کر غائب ہو گیا اور دیوار  
برابر ہو گئی۔ اور عمران غار کے دہانے پر کھڑا خالی غار کو دیکھتے  
رہ گیا۔  
”بڑے خوش قسمت ہو باس۔ در نہ اس قسم کے حالات  
سے بچ نکلنا ناممکن تھا۔“ جوان نے کہا۔  
”ہاں ماسٹر۔ جس انداز میں تم نے چلتے ہوئے تختے کو برابر،  
پکڑا ہے۔ میں تو اس کے متعلق سوچ بھی نہ سکتا تھا۔“  
جوزف نے داد بھرے لہجے میں کہا۔  
”کام تو تم نے کیا سے کہ مشین کے ذریعے اس چلتے ہوئے  
تختے کو جکڑ لیا۔ در نہ میں کب تک یہ ماریوں والا کام کر سکتا تھا۔  
بہر حال اب واپس چلید۔ میرے خیال میں اسٹارٹر ایک  
ہمارے بس سے باہر ہے۔ وہی ملک اس سے نمٹ سکتے  
ہیں جنہیں اس سے شکایت ہے۔ ہم خواہ مخواہ پرانی شادی  
میں عبد اللہ بنے پھر رہے ہیں، خواہ مخواہ کے چودھری۔“  
عمران نے بڑا سامنے بولتے ہوئے کہا۔  
اور پھر وہ تیزی سے واپس مڑ گیا۔ جوانا اور جوزف بھی کندھے  
جھٹکتے ہوئے واپس ہوئے اور عمران نے ساتھ والی پہلی غار میں  
پتھر کو دبا کر راستہ چوڑا کیا اور اس راستے سے گزر کر وہ بیرونی

خود بخود پوری کر دی تھی۔  
اس لئے عمران وہیں غار کے دہانے پر ہی ٹانگیں لٹکا کر بڑے اطمینان سے بیٹھ گیا۔ جب کہ جوانا اور جوزف اس کے پیچھے پیوں کھڑے تھے، جیسے باڈی گارڈ ہوں۔  
”باس۔ کیا اب واقعی آپ واپس چلے جائیں گے؟“  
جوزف نے پوچھا۔

”تو اور کیا کروں۔ یہاں تو ہر قدم پر موت ہے۔ اور مجھے موت سے ڈر لگتا ہے؟“ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا اور جوزف عمران کی بات سن کر چونک کر پاس کھڑے جوانا کو معنی خیز انداز میں دیکھنے لگا۔ کیوں کہ جوزف اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ فقرہ ہر حالت میں عمران کی افتاد طبع کے خلاف تھا۔ عمران اور موت سے خوف زدہ۔ کم از کم یہ بات جوزف کے حلق سے کبھی بھی نہ اتر سکتی تھی اور عمران کے ساتھ رہ کر اب جوزف کو اتنی سمجھ بھر حال آگئی تھی کہ وہ سچوٹن کے مطابق عمران کی بات کو سمجھ سکے۔ اس لئے وہ سمجھ گیا تھا کہ عمران یہ فقرہ کسی کو خاص طور پر سنانا چاہتا ہے۔ اب کسے سنانا چاہتا ہے اور کیوں۔ اس سے جوزف کو کوئی تعلق نہ تھا۔

”باس۔ اب کم از کم یہ تو معلوم ہو گیا کہ اسٹارٹریک کی لیبارٹری ان غاروں کے پیچھے ہے۔ آپ اس بارے میں ان حکومتوں کو اطلاع کر دیں وہ خود نمٹ لیں گے۔“ جوانا نے کہا۔

”جوانا۔ یہ حکومتیں ہمیں کیا دیتی ہیں جو ہم انہیں معلومات فراہم کرتے پھرے۔ وہ تو اپنی ٹیکنالوجی ہمیں منتقل کرنے پر تیار نہیں کہ کہیں ہم اقتصادیں طور پر ترقی کر جائیں اور ہم احمقوں کی طرح انہیں بتاتے پھرے۔“ یہ بھی ایک طوخواہ خواہ جذبات میں آگیا اور اس نے ہمیں یہاں بھیج دیا۔ میں تو جا کر ہی رپورٹ دوں گا کہ میرا خیال غلط ثابت ہوا ہے۔ پسلاؤ ان کی غاروں میں ایسی کوئی بات نہیں۔ اس کے بعد بڑی حکومتیں جانیں اور ان کا کام۔ اپنی بات۔ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میلن سیکرٹ سروس کے باقی ارکان کم از کم پہلی غار والا آؤٹسٹاک راستہ تو معلوم کر چکے ہیں۔ یہی بات ہر ایک کو مشکوک کر سکتی ہے۔“ جوانا نے باقاعدہ بحث کرتے ہوئے کہا۔

”تو کیا ہوا۔ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ اسٹارٹریک ان باتوں سے بالآخر ہے۔ اور ظاہر ہے ایک سٹوٹن معمولی سی بات دوسروں کو بتا کر اپنی بے عزتی تو گوارا نہیں کر سکتا۔ وہ تو ظاہر ہے صاف مکرو جائے گا۔ آخر جب دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کی سیکرٹ سروسز ناکام ہو چکی ہیں تو ایک سٹوٹن کے ناکام ہو جانے سے کون سا کنگرہ گر پڑے گا۔“ عمران نے قدرے ناخوش گوار لہجے میں کہا اور جوانا خاموش ہو گیا۔

اب سیکرٹ سروس کے ارکان خلصے قریب آپکے تھے۔ اور

اب وہ سب ہاتھ بٹا کر عمران کو خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ عمران دیکر رہا تھا کہ ان سب کے چہرے محبت و سرور کے عمران جو زون اور جوانا کو یوں زندہ سلامت دیکھ کر مسرت سے چمک رہے تھے۔



”کیا ہو رہا ہے؟“ چیف باس نے آپریشن روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ اور کمرے میں موجود کاننگر احقر انا انٹھ کھڑا ہوا۔ وہ بیٹھا سامنے سرکین کو دیکھ رہا تھا۔

”گڈلی لاشیں نکال رہا ہے۔ ایف۔ فائیو کرین کے ذریعے۔ اُسے چپک کر رہا تھا۔ کاننگر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”اچھا۔۔۔ وہ اب ایسا کر رہا ہے۔ حالانکہ اُسے یہ کام جلد اظہار کر لینا چاہیے تھا۔“ چیف باس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے قدرے ناخوش گوار سے لہجے میں کہا۔ کاننگر نے جواب نہ دیا اور وہ خاموش رہا۔

یہ بین آپریشن روم تھا۔ یہاں سہرلطف مشینیں ہی مشینیں تھیں۔ جنہیں مختلف افراد آپریٹ کر رہے تھے۔ البتہ کاننگر آپریٹ شعبے میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایسی مشین کے سامنے جولیبا ڈرمی کے بیرونی حصوں کو کٹر کرتی تھی۔ چونکہ یہاں سے کسی بھی خطرے کو آسانی سے بینڈل کیا جاسکتا تھا۔ اس لئے کاننگر جان بوجھ کر یہاں آگیا تھا۔ تاکہ اگر گڈلی کو کسی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے تو اُسے آپریشن روم سے کور کیا جاسکے۔ اور چیف باس بھی شاید حسب معمول راؤنڈ کرتا ہو یا یہاں پہنچا تھا۔ درنہ موجودہ حالات میں اس کی خصوصی آمد کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

سکرین پر اندھی غار کا منظر واضح طور پر نظر آ رہا تھا۔ فولادی تختے پر نصب ایف۔ فائیو کرین کام کر رہی تھی۔ گڈلی کرین کے آپریٹنگ روم میں موجود تھا جب کہ اس کے دو ساتھی باہر کھڑے تھے۔ اور رسیوں سے بندھا ہوا آئینہ غار میں غائب ہو چکا تھا۔ البتہ رسیاں کھلتی صاف دکھائی دے رہی تھیں۔

”مائیک آن کرو۔“ چیف باس نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا اور کاننگر نے ہاتھ بڑھا کر سامنے رکھی ہوئی مستطیل سی مشین کا ایک بٹن دبا دیا۔

دوسرے لمحے گڈلی کی آواز شیشے کے بنے ہوئے اس اپارٹمنٹ میں گونج اٹھی وہ مارٹن کو ہدایات دے رہا تھا۔ اور پھر انہوں نے مارٹن کی آواز بھی سنی وہ کہہ رہا تھا کہ یہاں پانی میں تین لاشیں موجود ہیں۔ اس کی آواز سن کر چیف باس کی آنکھوں میں گہرے اطمینان کے



مڑاتے ہوئے کہا۔

”باس۔۔۔ یہ سب کچھ بتا دے گا۔۔۔“ کاننگر نے ایک بار پھر مدخلت کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔۔۔ تم اس کمرین کو اٹا دو۔ اب اس احمق کو بھی ان کے ساتھ ہی غار میں جانا چاہیے۔“ چیف باس نے کہا اور کاننگر نے ہاتھ بڑھا کر ایک مٹن دبایا۔ مٹن دبتے ہی ایک چھوٹا سا پیہر سا باہر نکل آیا۔ کاننگر نے جلدی سے وہ پیہر اٹا لے لیا۔ اس پیہر کے گھومنے سے ہی غار کے اوپر موجود فولادی تختہ یک لخت گھوم گیا۔ اور کمرین جو اس تختے کے اوپر موجود تھے یک لخت الٹی ہو گئی۔ لیکن جو اس کہ وہ بکوں کی مدد سے اس تختے سے بڑھی ہوئی تھی۔ اس لئے وہ نیچے نہ گر سکی۔

”اوہ۔۔۔ یہ کمرین تو تختے کے ساتھ نصب ہے۔ اب یہ کیسے گمراہ گئے۔“ چیف باس نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

اُسی لمحے انہوں نے گڈلی کو بھاگ کر آپرٹنگ روم سے نکل کر مشین کے اوپر چڑھتے دیکھا۔ عمران اس کے نیچے تھا۔ اور پھر گڈلی بندر کی سی پھرتی سے مشین کے اوپر چڑھتا ہوا تختے پر پہنچ گیا۔ عمران اس کے پیچھے اوپر چڑھ رہا تھا جب کہ اس کے دو حبشی ساتھی باہر آ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ گڈلی نے اوپر چڑھتے ہی کمرین کے ایک ہینڈل کو زور سے اپنی طرف کھینچا اور اس کے ساتھ ہی وہ توازن برقرار نہ رکھ سکے کی وجہ سے الٹ کر چنٹا ہوا غار میں جا گرا۔ اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایک اور نماشا بھی

اثر نمودار ہوئے اور وہ اطمینان سے کرسی سے پشت لگا کر بیٹھ گیا۔ وہ لاشوں کے نکلنے کی ساری کارروائی دیکھتا رہا۔ لیکن اس وقت جب کہ کمرین کا غار میں اترا ہوا تختہ کمرین کے برابر آیا۔ چیف باس سمیت کاننگر بھی یوں اچھل پڑا۔ جیسے ان کے پیروں میں ایٹم بم پھٹ پڑا ہو۔ وہ بھیٹی بھیٹی آنکھوں سے عمران اور اس کے حبشی ساتھیوں کو تختے سے گود کو کمرین میں چڑھتے دیکھ رہے تھے۔ اور پھر انہوں نے کمرین میں موجود گڈلی کے دو ساتھیوں کو کھلونوں کی طرح اٹھا کر غار میں گرتے دیکھا۔

”اوہ۔۔۔ یہ کیا ہو گیا۔۔۔ یہ لوگ زندہ کیسے ہیں۔۔۔ یہ ناممکن ہے۔“ چیف باس نے انتہائی خفیلے لہجے میں کہا۔

”۔۔۔ ان سب کو لیزر شعاعوں سے اڑا دیں۔“

کاننگر نے تیز لہجے میں کہا۔

”یوشٹ اپ۔“ چیف باس نے اُسے بڑی طرح جھانٹتے ہوئے کہا اور کاننگر سہم کر خاموش ہو گیا۔

اب وہ گڈلی کو ایک حبشی کے بازوؤں میں جکڑا ہوا دیکھ رہے تھے اور عمران اس سے سوال جواب کر رہا تھا۔ چیف باس دانت بھینچ خاموش بیٹھا تھا۔ البتہ اس کی تیز نظریں سکریں پر جمی ہوئی تھیں پھر جب گڈلی نے سوالات کا جواب دینے کا اقرار کیا۔ تو چیف باس یوں سیدھا ہو گیا جیسے کرسی کی پشت میں کمرنٹ اچکا ہو۔

”اوہ۔۔۔ احمق۔۔۔ غدار۔“ چیف باس نے

مشین تیزی سے تختے کو گھما رہی تھی۔ اور یہ انہوں نے دونوں حبشیوں کو دوڑ کر تختے کے دوسرے سرے کو پکڑتے دیکھا اور اس کے ساتھ ہی کانگر کا ہاتھ رک گیا۔ تختہ ایک جگہ جم گیا تھا۔

”پہیہ گھاؤ۔۔۔ احمق پہیہ گھاؤ۔۔۔“ چیف باس نے راتے ہوئے کہا۔

اور کانگر جواب تک بیٹھا ہوا تھا۔ اٹھ کر پہیہ سے زور لگانے لگا۔

لیکن پہیہ تو جام جو چکا تھا۔۔۔ دوسرے لمحے چیف باس بھی کھڑا ہو کر کانگر کے ساتھ زور لگانے میں شامل ہو گیا۔ لیکن دونوں حبشی ان دونوں سے کہیں زیادہ طاقتور تھے۔ اور اس دوران ان بازوؤں کے بل اٹھاتے ہوئے پرچہ کھڑا ہونے میں کامیاب ہو گیا۔

تختہ کو سمیٹ لو۔ اب اس کے سوا اور کوئی حل نہیں۔“

چیف باس نے علیحدہ ہوتے ہوئے کہا۔ اور کانگر نے پہیہ چھوڑ کر تیزی سے ہاتھ بڑھا کر ایک سرخ بشن دبا دیا۔ اس بشن کے دبے ہی نرادی تختہ تیزی سے اندرونی دیوار کی طرف سمٹنے لگا۔ اور اس طرح اچانک سمٹنے کی وجہ سے وہ دونوں حبشیوں کے ہاتھوں سے نکل گیا۔ لیکن اسی لمحے عمران اُس دیوار کی طرف کھینچے ہوئے تختے پر دوڑتا ہوا غار کے دبانے کی طرف بڑھا۔

”اب پہیہ گھاؤ۔۔۔“ چیف باس نے کہا اور کانگر نے جلدی سے پہیہ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ پہیہ گھماتا عمران نے چھلانگ لگائی۔۔۔ اور کسی عقاب کی طرح اڑتا ہوا غار کے دبانے

دیکھا کہ ہینڈل کے کھینچے ہی کرین کے کنڈے تختے سے ہٹ گئے۔ اور وہ ایک جھکے سے تختے کو چھوڑ کر غاریں گرنے لگی۔ لیکن عمران نے اُسی لمحے چھلانگ لگائی اور اس نے اس تختے کو پکڑ لیا۔ جن سے ایک لمحہ پہلے کرین ٹکس تھی۔ اس کے دونوں حبشی ساتھیوں نے ڈھلان کی طرف چھلانگیں لگائیں۔ لیکن وہ ڈھلان پر جم نہ سکے اور نیچے گرتے چلے گئے۔

”تختے کو پلٹو جلدی۔۔۔“ چیف باس نے چیتے ہوئے کہا۔ اور کانگر نے جلدی سے پہیہ کو گھمانا شروع کر دیا۔ پہیہ گھومتے ہی تختہ ایک بار پھر پلٹا۔ لیکن عمران نے جو اس تختے سے لٹکا ہوا تھا۔ ایک نیا چکر چلا دیا۔ اس نے انتہائی پھرتی سے ہاتھ چھوڑ کر اپنے جسم کو ادیر کی طرف اٹھایا اور پھر دوبارہ تختے کو پکڑ لیا۔

”گھماتے جاؤ گھماتے جاؤ۔۔۔ میں دیکھتا ہوں یہ ساری کب تک تختے کو پکڑنے میں کامیاب رہتا ہے۔“ چیف باس نے چیتے ہوئے کہا۔ اور کانگر نے مسلسل پہیہ کو گردش دینا شروع کر دی۔ لیکن عمران اتنی مہارت سے اچھل اچھل کر تختے کو دوبارہ پکڑ لیتا تھا۔ کہ چیف باس اور کانگر دونوں کو اس کی اس قدر پھرتی اور مہارت پر یقین نہ آ رہا تھا۔ اُسی لمحے انہوں نے دونوں حبشیوں کو ڈھلان پر چڑھ کر غار کے دبانے پر آتے دیکھا۔ لیکن ان کی نظریں عمران پر جمی ہوئی تھیں۔ جس کے ہاتھ ذرا برابر بھی سست نہ پڑ رہے تھے۔

کانگر مسلسل پہیہ گھما رہا تھا۔ اور پہیہ کے ساتھ منسلک کمپیوٹر

بید نہیں کہ یہ پروردگار کی طرح اُٹتے ہوئے نیچے جا کھڑے ہوں۔  
چیف باس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

وہ شاید عمران کی صلاحیتوں سے بڑی طرح مرعوب ہو چکا تھا۔  
لیکن اس نے عمران کو غار کے دہانے پر جب اطمینان سے بیٹھتے ہوئے  
دیکھا۔۔۔ اور اس کے ساتھ ہی عمران اور اس کے ساتھیوں میں  
گفتگو شروع ہو گئی تو چیف باس غور سے اس گفتگو کو سننے لگا۔

اُسی لمحے سکر بن کے ایک کونے میں جھکا سا ہوا۔۔۔ اور پھر ایک  
سائید پر غار کا بیرونی منظر اس پر علیحدہ نظر آنے لگا۔ چیف باس اور  
کانگر دونوں یہ دیکھ کر چونک پڑے کہ غار کی بیرونی طرف چند افراد  
تیزی سے غار والے پہاڑ کی طرف بٹھے چلے آ رہے تھے۔

”اوہ۔۔۔ یہ تو عمران کے وہ ساتھی ہیں جو عمران کے غار میں  
گرنے کے بعد چلے گئے تھے۔ یہ واپس کیوں آ رہے ہیں کیا عمران  
نے انہیں کوئی کاشن دیا ہے۔“ چیف باس نے انہیں دیکھتے  
ہی کہا۔

”ہو سکتا ہے باس۔ اس نے غار سے ٹرانسمیٹر پر بات  
کی ہو۔“ کانگر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”کیا تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا۔ تمہیں معلوم ہے کہ  
مخصوص ایریے میں اگر ٹرانسمیٹر پر بات ہو تو اُسے ہمارے کمپیوٹر  
چیک کر لیتے ہیں۔ اگر کوئی بات ہوتی تو ہمیں اب تک معلوم نہ ہو  
چکا ہوتا۔“ چیف باس نے کرخٹ لہجے میں کہا اور کانگر خاموش  
ہو گیا۔ واقعی اس سے مسلسل حقائق ہو رہی تھیں۔

پھر جا کھڑا جواہر جہاں اس کے ساتھی بستی موجود تھے۔ اور پھر کتہ دیوار میں  
غائب ہوا۔۔۔ اور ساتھ ہی پٹی ہوئی دیوار پلاک جھپکنے میں برابر  
ہو گئی۔

”باس۔۔۔ اب ان کا ہلاک ہونا ضروری ہو گیا ہے۔ یہ  
لیبارٹری کے راز سے واقف ہو چکے ہیں۔“ کانگر نے ہانپتے  
ہوئے کہا۔

”ہاں۔۔۔ میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ لیکن ان کے ہلاک ہونے  
سے ہم ایسی مصیبت میں پھنس جائیں گے جس سے پھر فرار نہیں ہو  
سکیں گے؟“ چیف باس نے بھنجے بھنجے لہجے میں کہا۔ اب  
عمران اور ان جیشیوں کی باتوں کی آدائیں ان کے کانوں تک پہنچ رہی  
تھیں۔ اور دوسرے لمحے چیف باس چونک پڑا۔ کیوں کہ اس  
نے عمران کو یہ کہتے سنا تھا کہ وہ مشن چھوڑ کر جا رہے۔ یہ بات سننے ہی  
اس نے کانگر کو ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔ جو لیزر مشین کی طرف  
بڑھ رہا تھا۔ اور کانگر دانستہ پتا ہوا واپس کر سی پر آ بیٹھا۔

وہ چیف باس کی وجہ سے مجبور تھا۔ ورنہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ ایک  
لمحہ بھی نہ گزرے اور وہ ان تینوں کو جلا کر راکھ کر دے۔ اب  
عمران اپنے ساتھیوں سمیت پہلی غار سے گزر کر غار کے دہانے پر پہنچ گیا  
تھا۔ اس نے غار کے دہانے سے باہر جھانک کر دیکھا۔

”اب یہ نیچے کیسے جائیں گے۔“ کانگر نے کہا۔

”یہ شیطان میں انسان نہیں۔ اگر یہ اس اندھی غار سے  
نکل سکتے ہیں اور تختہ پکڑنے کا شعبہ دکھا سکتے ہیں تو ان سے کچھ

”ٹھیک ہے فیصلہ ہو گیا۔“ کرام کو کال کر دے۔ میں اسے ہدایات

دے دیتا ہوں وہ ان کاموں میں مامور ہے۔“ چیف باس نے  
فیصلہ کن لہجے میں کہا اور کالنگر نے منہ ہلاتے ہوئے مشین کے پچلے  
حصے میں لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔

”یس پلیز“۔ دوسرے لمحے ایک آواز مشین سے نکلی۔  
کرام کو آڈٹ شعبے میں آپریشن روم میں بھیجو۔ چیف باس یاد  
کر رہے ہیں۔“ کالنگر نے تھکمانہ لہجے میں کہا۔

”یس۔“ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے  
ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد ایک لمبا ترنگا نوجوان آپریشن روم میں داخل  
ہوا اور تیز رفتاری سے قدم اٹھاتا اس طرف بڑھنے لگا جبکہ چیف باس اور  
انجمن موجود تھے۔ اس نے اندر آکر بڑے مؤدبانہ انداز میں  
چیف باس اور کالنگر کو سلام کیا۔

کرام: چیف باس نے تھکمانہ لہجے میں کہا۔  
”یس باس۔ حکم باس۔“ کرام کا لہجہ انتہائی  
مؤدبانہ ہو گیا۔

”کرام۔“ سکرین پر ان لوگوں کو اچھی طرح دیکھ لو۔ یہ لوگ  
یہاں سے واپس کا چین کے کسی ہوٹل میں جائیں گے۔ تم نے اس  
سالم ہوٹل کو بھی اڑا دینا ہے۔ تاکہ ہوٹل کے ساتھ ساتھ ان کا  
نام نشان بھی مٹ جائے۔“ چیف باس نے کہا۔  
”یس باس۔“ کرام نے کہا اور پھر غور سے سکرین کو

نظران کی باتوں سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس شخص سے ملو  
اٹھا رہا ہے۔ لیکن مجھے اب اس شیطان صفت آدمی پر یقین نہیں رہا۔  
چیف باس نے کہا۔

”باس۔“ میں تو پھر یہی کہوں گا کہ اب موقع ہے ان سب  
کا خاتمہ کر دیجیے یہ لوگ انتہائی خطرناک ہیں۔ اور اب انہیں واضح طور  
پر معلوم ہو گیا ہے کہ ہماری لیبارٹری یہاں ہے۔ اگر یہ خود اندر  
نہ آئے تو انہوں نے یقیناً ایک کریمیا اور روسیہ والوں کو اس کی اطلاع  
کر دینی ہے۔ اور اس کے بعد یہ لوگ بھوکے کتوں کی طرح ہم پر چڑھ  
دوڑیں گے۔“ کالنگر نے کہا۔

”مجھے ان کیمپوں کی پروا نہیں ہے۔ وہ اگر بائیوٹک جن ہم بھی  
ان غاروں پر مار دیں تب بھی ہماری لیبارٹری کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔  
طاقت کے ذریعے کوئی بھی کسی بھی حالت میں لیبارٹری میں داخل نہیں  
ہو سکتا۔ لیکن میں کم از کم ان لوگوں کا یہاں خاتمہ نہیں کرنا چاہتا  
کیوں کہ اس طرح اور کوئی نہیں پوچھو ان کی پولیس اور فوج ان لوگوں  
کے کھوج میں چل پڑے گی۔ اور ہمارا سارا وقت صرف ان  
لوگوں کو چیک کرنے میں صرف ہوتا رہے گا۔ البتہ اگر یہ لوگ ان پھاڑ  
سے نکل کر جب کسی ہوٹل میں ٹھہریں تو اس ہوٹل کو اڑایا جاسکتا ہے۔  
اس کے بعد ہم محفوظ ہو سکتے ہیں۔“ چیف باس نے کہا۔

”ایڈ آئیڈیا باس۔“ واقعی یہ بہت اچھا آئیڈیل ہے۔ اس  
طرح کسی کا خیال بھی ان غاروں کی طرف نہ جائے گا۔ اور معاملہ بھی  
ختم ہو جائے گا۔“ کالنگر نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

جب سے یہ لوگ یہاں آئے ہیں تم مسلسل اعتماد نگاہوں سے چلے جا رہے ہو۔ کیا خیال ہے تمہیں بلیک روم میں نہ بھیجا دیا جائے؟  
چیف باس نے کرخت لہجے میں کاننگر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور کاننگر کا رنگ بلیک روم کا سننے ہی زرد پڑ گیا تھا۔

”سوری باس۔۔۔ میرا مقصد۔۔۔ کاننگر نے سہے ہوئے لہجے میں کچھ کہنا چاہا۔

تمہارا مقصد ہی ہے کہ انہیں ان غاروں کے پاس ختم کر دیا جائے تاکہ پورے دنیا کو پتہ لگ جائے کہ اسٹار ٹریک کی لیڈ ٹری انہی غاروں کے قریب ہے۔۔۔ چیف باس نے انتہائی کرخت لہجے میں اس کی بات کو کاٹتے ہوئے کہا اور کاننگر نے سر جھٹکا لیا۔

”سنو کرام۔۔۔ یہ جہاں بھی جا کر رہیں نہ صرف ان کا خاتمہ ہو بلکہ وہ پورے جگہ ہی اڑا دی جائے۔ اس کے لئے تمہیں جتنا بھی اسلحہ اور آدمی چاہیں تم لے جا سکتے ہو۔۔۔ تمہیں پیش پاس ایشو ہو جائے گا۔“

”لیکن باس۔۔۔ اس کے لئے تو ہمیں ایمر غنسی دے کو کھولنا پڑے گا۔۔۔ کرام نے آہستہ سے کہا۔

”اوہ۔۔۔ لیکن یہ تو خطرناک ہو گا۔“ چیف باس نے ہلکا سا بھرتے ہوئے کہا۔

”باس۔۔۔ اگر ہمیں کمپیوٹر کوڈ ایشو کر دیئے جائیں تو پھر ایمر غنسی دے کو ہماری آمد پر دوبارہ کھولا جا سکتا ہے۔“ کرام نے کہا۔

دیکھئے لگا۔ تین افراد غار کے دہانے پر موجود تھے جب کہ ایک عورت اور اس کے کئی ساتھی نیچے دادی میں موجود تھے۔ اور نیچے کوا ہوا ایک آدمی کوہ پیمائی کے انداز میں دیوار پر چڑھ رہا تھا۔ اس کے گھر سے ایک مضبوط سی رسی بندھی ہوئی تھی وہ جگہ جگہ کیلیں گاڑ کر دیوار کی طرح سچاٹ پہاڑ پر چڑھا چلا آ رہا تھا۔

”میں باس۔۔۔ میں نے دیکھ لیا ہے۔ لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ یہ داپسی میں کسی بوٹل میں ٹھہریں گے۔ جو سکتا ہے کسی پرائیوٹ جگہ پر جا ٹھہریں۔۔۔ کرام نے تودبانہ لہجے میں کہا۔

”ہاں۔۔۔ جو سکتا ہے۔ ایسی صورت میں مارٹن وہ پرائیوٹ جگہ ہو گی۔“ چیف باس نے کہا۔

”یہ بھی تو ہو سکتا ہے باس۔۔۔ جب یہ ان پہاڑوں سے بہ

نکیں یہ یقیناً کسی سواری پر یہاں پہنچے ہوں گے۔ انہیں راستے میں با

ختم کر دیا جائے۔“ کاننگر سے زربا گیا تو وہ بول بڑا۔ اس کا

موجودہ اصل اس وقت سے آف ہو گیا تھا جب چیف باس نے ان کے خاتمے کے لئے کرام کو طلب کر لیا تھا۔

ورنہ کاننگر چاہتا تھا کہ چیف باس اُسے حکم دیتا اور وہ اپنے ہاتھوں سے ان کی بوٹیاں

اڑا دیتا۔ کیوں کہ ان کی وجہ سے اس کا انتہائی بہترین دوست گم

موت کی گھرائیوں میں جا پہنچا تھا۔ اور وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے

بہترین دوست کا انتقام ان سے لینا چاہتا تھا۔ لیکن وہ چیف باس

کے سامنے مجبور تھا۔ چیف باس کسی قسم کا مشورہ یا تنقید نہ

کا عادی ہی نہ تھا۔

”ادہ۔۔۔ ہاں۔۔۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ میں آرڈر کر دیتا ہوں۔ تم تیاری کرو۔“ چیف باس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور کرام کے سر بلا نے پمدہ تیزی سے آؤٹ شیٹ کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

عمران صاحب۔۔۔ جو انانے مجھے بتایا ہے کہ آپ مشن اور چھوڑ کر واپس جا رہے ہیں۔۔۔ صفدر نے عمران سے غما طلب ہو کر کہا۔ اس وقت وہ جیلوں میں بیٹھے پہاڑیوں سے خاصی دور پہنچ چکے تھے۔

”ہاں۔۔۔ جو انانے میں نے یہی بتایا تھا۔ دراصل جس انداز میں ہمیں مجرموں نے مارنے کی کوشش کی تھی۔ اس سے میں سمجھ گیا تھا کہ وہ نہ صرف ہمیں مسلسل چیک کر رہے ہیں بلکہ ہماری آوازیں بھی سن رہے ہیں۔۔۔ اور فوری طور پر اپنی ناکامی پر مشتعل ہو کر وہ ہمارے خلاف کوئی خوف ناک سائنسی حربہ بھی استعمال کر سکتے تھے۔ جب کہ ہمارے پاس دفاع کے لئے کچھ نہ تھا۔ اس لئے میں نے جان بوجھ کر یہ باتیں کی تھیں۔“ عمران نے اُسے وضاحت سے سمجھاتے ہوئے کہا۔ اور صفدر نے سر ہلا دیا۔

میں گرنے کے بعد عمران صاحب اتنے سنجیدہ کیوں ہو گئے ہیں؟  
صفر نے اس کی بات کو کاٹتے ہوئے کہا۔ وہ نفس رہا تھا۔  
در اصل غار میں مجھے اطمینان سے مراقبہ کرنے کا وقت مل گیا۔  
اور مراقبہ میں مجھے معلوم ہوا کہ دنیا فانی ہے آنی جانی ہے۔ بلکہ  
جاتی زیادہ ہے آتی کم ہے۔ عمران نے بڑے فلسفیانہ انداز  
میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”لیکن عمران۔۔۔ اب تمہارا پروگرام کیا ہے۔ کیا ہمیں دوبارہ  
غاروں میں جانا ہو گا۔۔۔ جو لیانے موضوع پر آتے ہوئے کہا۔  
نہیں۔۔۔ بلکہ اب غایت چل کر ہمارے پاس پہنچیں گی۔  
بعد وہ چل بھی پڑتی ہیں۔ عمران نے کہا۔ اور عمران کی بات  
سن کر وہ دونوں چونک پڑے۔

”وہ کیسے۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔ کیا ہمارا تعاقب ہو رہا ہے؟  
صفر نے چونک کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے۔ وہ  
بیک۔۔۔ میں تو تعاقب کو چیک نہ کر سکتا تھا۔۔۔ کیوں کہ پیچھے  
انے والی جہیں تو ان کی اپنی تھیں۔  
”تعاقب نہیں۔۔۔ بلکہ فضا تعاقب ہو رہا ہے۔ عمران  
نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”فضا تعاقب۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔ یہ کون سا لفظ ہے؟“  
صفر نے حیرت سے کہا۔  
”بھئی۔۔۔ جب فضا میں رہ کر تعاقب کیا جائے تو اُسے  
فضا تعاقب ہی کہا جائے گا۔ آخر ہماری زبان کو بھی تو پھلنا پھوٹنا چاہیے۔“

”لیکن عمران صاحب۔۔۔ ایک بات میری بھی سمجھ میں نہیں آئی  
کہ جب ہم ان غاروں تک پہنچ گئے ہیں اور اسٹار ٹریک کی لیبارٹری  
بھی وہیں ہے۔ تو پھر انہوں نے ہمیں ختم کرنے کی۔۔۔ خود کو شش  
کیوں نہیں کی؟“۔۔۔ صفر نے کہا۔

”تمہاری بات اپنی جگہ درست ہے۔ جہاں تک میرا آئیڈیا ہے  
وہ ہمیں ان غاروں میں یا اس کے قریب ختم نہیں کرنا چاہتے تاکہ دنیا  
کو یہ معلوم نہ ہو سکے کہ اسٹار ٹریک کی لیبارٹری واقعی یہیں ہے۔  
عمران نے جواب دیا۔

”لیکن اب ہمیں تو معلوم ہو گیا ہے اور ظاہر ہے ہم بھی کسی کو بتا سکتے  
ہیں۔۔۔ جو لیانے جو کچھ سیٹ پر بیٹھی تھی۔ بول پڑی۔  
”ہاں۔۔۔ یہ بات ان کے ذہن میں ہو گی۔ اور اس بات کی وجہ  
سے مجھے یقین ہے کہ وہ ہمیں ان غاروں سے مٹ کر کہیں ختم کرنے  
کو شش کریں گے۔ تاکہ غاروں کی طرف بھی دنیا متوجہ نہ ہو۔ اور  
ہمارا اختتامہ بالآخر بھی ہو سکے۔ عمران نے مسکراتے ہوئے  
جواب دیا۔

”ادہ۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمیں ہوشیار رہنا چاہیے؟“  
صفر نے کہا۔

”ہوشیار ہی نہیں بلکہ خبردار بھی۔ اور صرف خبر ہی نہیں بلکہ پورا  
اخبار دار بلکہ۔۔۔۔۔“۔۔۔ عمران کی زبان ایک بار پھر چل  
پڑی تھی۔

”بس بس۔۔۔ اتنا ہی کافی ہے۔ میں بھی سوچ رہا تھا کہ غار

"ہونے کو تو لڑکا لڑکی دونوں ہو سکتے ہیں۔ اور تیسری نصف کے بھی ہونے کے احکامات بہر حال رہتے ہیں۔۔۔ لیکن تم ایسا کرنا کہ ہوٹل سے ذرا پہلے مجھے جو زف اور جوانا کو اتار دینا۔ اگر وہ ادھر ت ہیں چیک کر رہے ہیں تو یقیناً وہ ہماری عدم موجودگی کی وجہ سے ہوٹل پر ہم مارنے سے گریز کریں گے اور انہیں نیچے آنا پڑے گا۔۔۔ اور ایک بار وہ نیچے آگئے تو پھر یقیناً کہ وہ یہ نیچے ہی رہیں گے اور ہم اوپر عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

اور صفدر اور بولیا فوراً ہی عمران کی تمام پلاننگ سمجھ گئے کہ ان ان لوگوں کو کیڑا کر خود ان کی جگہ لینا چاہتا ہے۔

"اگر آپ سلاپر ڈیگرام ایسا ہے تو پھر میں ہوٹل کی بجائے پرائیوٹ رہائش تلاش کرنی چاہتی۔۔۔ اس طرح ہم آسانی سے ان کا ٹیکہ اپ بھی کر سکتے ہیں۔ اور ان سے معلومات بھی حاصل کر سکتے ہیں۔" صفدر نے کہا۔

"تم نے بتایا تھا کہ کر لٹے جلتے ہوئے نیچر سے ہر قسم کی امداد حاصل کرنے کے متعلق کہہ گیا تھا۔۔۔ عمران نے کہا۔

"ہاں۔۔۔ ٹھیک ہے نیچر سے بات کر کے کوئی پرائیوٹ رہائش گاہ تلاش کی جاسکتی ہے۔" صفدر نے کہا۔

"تو پھر ہمیں باہر روک کر تم صرف اندر جانا اور یہ بندوبست کر کے وہیں چلے جانا۔" عمران نے کہا۔

"اور آپ۔۔۔" صفدر نے کہا۔

"میری فکر نہ کرو۔ اگر ہم غارت سے باہر آ سکتے ہیں تو جیپ سے بھی

نئے نئے الفاظ نئے نئے شگوفوں کی طرح ہوتے ہیں۔ یہ کیا کرنا؟ گھسے پٹے پرانے الفاظ ہی ہوتے ہوتے ہم قبروں میں جا گھسیں اور زبان بے چاری بوڑھی ہو کر ہماری ہی قبروں پر بیٹھی سر دھنتی رہ جائے۔۔۔ عمران کا چرخہ ایک بار پھر چل پڑا۔

لیکن صفدر اس کی بات سننے کی بجائے حبیب کی سائیڈ سے سر باہر نکال کر اوپر دیکھنے لگا۔۔۔ اور پھر وہ چونک بڑا کہیوں کہ اس نے کافی بلندی پر ایک ہیلی کاپٹر کو اڑتے دیکھ لیا تھا۔ ہیلی کاپٹر کافی بلندی پر تھا اس لئے اس کی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔

"ایک ہیلی کاپٹر کافی بلندی پر موجود ہے۔ لیکن آپ نے اس کیسے چیک کر لیا؟" صفدر نے حیرت سے سیٹیجنگ پر بیٹھے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"بتایا ہے کہ غار میں مجھے مراقبہ کرنے کا موقع مل گیا تھا اور اس مراقبہ کی وجہ سے میرے اندر راسخی روحانیت پیدا ہو چکی ہے کہ اب میں فضا کی لامحدود بلندیوں میں آنکھیں بند کر کے جھانک سکتا ہوں۔۔۔ ویسے جب حبیب نے پہلا موڑ کاٹا تھا تو میں نے ایک ہیلی کاپٹر کو اس پہاڑی کے عقب سے بلند ہوتے دیکھ لیا تھا جس پہاڑ میں یہ غاریں موجود ہیں۔" عمران نے ساتھ ہی وضاحت بھی کر دی۔

"تو اس کا مطلب ہے ہمیں براہ راست ہوٹل میں نہ جانا چاہیے۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے یہ اوپر سے ہی ہم مار کر ہوٹل کو ہی اڑا دیں۔" جولیانے پریشان سے لہجے میں تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔



باسر نکل سکتے ہیں۔۔۔ عمران نے گول مول سے لہجے میں کہا۔  
اب چوں کہ شہری علاقہ شروع ہو گیا تھا۔ اس لئے عمران نے  
ایک ایسی جگہ جیب روک دی جہاں سے اُسے آسانی سے کوئی  
ٹیکسی وغیرہ مل سکتی تھی۔۔۔ اور پھر وہ اچھل کر جیب سے بابہ آگیا  
ان کے پیچھے آنے والی جیبیں بھی رگ گئی تھیں۔  
"واچ ٹرانسمیٹر پر میں رابطہ قائم کروں گا۔ بے فکر رہنا۔  
عمران نے صفر سے کہا اور پھر وہ پچھلی جیبوں کی طرف بڑھ گیا۔  
میں جوزف اور جوانا سوار ہوتے۔۔۔ اس نے جوزف اور جوانا کے  
ساتھ لینے کا پروگرام اس لئے بنایا تھا تا کہ ان کے لمبے قعد اور ٹیل  
کی وجہ سے اوپر سے ان کو آسانی سے چیک کیا جاسکے  
جوزف اور جوانا کو اس نے جیبوں سے نیچے اتارا اور جیبوں کو آگے بڑے  
کا اشارہ کیا۔ جیبیں آگے بڑھتی چلی گئیں۔  
"آؤ جی۔۔۔ ہم کچھ کپانی لیں۔ ان لوگوں نے تو کھانے کو بھی  
نہیں پوچھا۔"۔۔۔ عمران نے جیبوں کے آگے بڑھنے کے بعد اپنے  
ساتھ کھڑے جوزف اور جوانا سے مخا طلب ہو کر کہا۔ اور تیز تر قدم  
اٹھاتا ٹرک کے دوسرے کنارے کی طرف بڑھنے لگا۔۔۔ البتہ  
اس کی تیز نظریں آسمان کی بلندی پر اڑتے ہوئے سیلی کا پیٹر کو بھی چیک  
کر رہی تھیں۔ مگر ٹرک کے دوسرے کنارے پر ایک جینگنگ ریسٹورنٹ  
کا بورڈ نظر آ رہا تھا۔ جینگنگ ریسٹورنٹ ایسے ریسٹورنٹ کو  
کہا جاتا تھا۔ جس کی عمارت دس بارہ منزلوں پر مشتمل ہوتی تھی۔ اور  
ریسٹورنٹ اس کی سب سے اوپر والی منزل کی فراخ چھت پر بنایا

۱۱۷  
جاتا تھا تاکہ علی اور باسری فضا میں بچھ کر پُر لطف انداز میں کھا پی سکیں  
سکے۔۔۔ اور اس جینگنگ ریسٹورنٹ کی عمارت دس بارہ منزل  
ہی بلند نظر آ رہی تھی۔ اور یہ عمارت ہی ارد گرد کی سب عمارتوں سے  
اوپر تھی۔  
تیز رفتاری سے لپکتی دیر بعد ہی ان تینوں کو چھت پر موجود  
ریسٹورنٹ تک پہنچا دیا۔۔۔ اور عمران نے جان بوجھ کر ایسا کونہ  
بیٹھنے کے لئے منتخب کیا۔ جہاں سے وہ اس چھوتے سے شہر کو اچھی طرح  
چیک کر سکتا تھا۔ ویٹر کو اس نے جوزف کے لئے شراب اور اپنے  
اور جوانا کے لئے جوس مانے کا کہا۔۔۔ اور پھر اس کی نظریں دور  
ہوتے ہوئے جھلی کا پیٹر پر جم گئیں۔ اور پھر جیسے ہی انہوں نے اپنے  
اپنے مشروب بات ختم کئے۔ عمران نے دور ایک پہاڑی کی سائیڈ میں  
سیلی کا پیٹر کو اترتے دیکھ لیا۔  
"آؤ چلیں۔۔۔"۔۔۔ عمران نے ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے کہا۔  
اور پھر ایک بڑا سائوٹ اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے نکال  
کر ایش ٹرے کے نیچے دبایا اور پھر تیز سی سے لفٹ کی طرف بڑھتا  
چلا گیا۔  
چند لمحوں بعد وہ ریسٹورنٹ کی عمارت سے نکل کر ساتھ ہی موجود  
ٹیکسی سٹینڈ تک پہنچ گئے۔  
"گریں ویلج۔"۔۔۔ عمران نے ٹیکسی کا دروازہ کھول کر فرنٹ  
سیٹ پر بیٹھتے ہوئے ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور نے سر ہلادیا۔  
جوزف اور جوانا نے پچھلی نشست سنبھال لی تھی۔۔۔ دوسرے



ملکی ہوئی مشین گن امارے کی کوشش کی۔ لیکن اسی لمحے جو انا نے قدم بہ قدم آگے بڑھنے کی بجائے وہیں سے اس پر چلا ننگ نکادی اور پھر وہ اُسے لیتا ہوا نیچے کہانی میں اڑھکتا چلا گیا۔  
 ”آؤ“ — عمران نے ان دونوں کے گرتے ہی جوزف سے کہا اور وہ دونوں بھاگتے ہوئے نیچے کی طرف اترنے لگے۔

جوانا اور وہ آدمی ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے جب سیاٹ زمین پر پہنچے تو اس آدمی نے انتہائی تیزی سے جوانا کو ایک طرف اچھال دیا۔ — جوانا کو بظاہر اس سے کئی گنا زیادہ طاقت ور دکھائی دے۔ لیکن جس انداز میں اس نے جوانا کو اپنے جسم سے اچھالا تھا۔ اس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کسی بھی صورت میں جوانا سے کم طاقت ور نہیں ہے۔ — جوانا ایک طرف گرتے ہی بجلی کی سی تیزی سے اچھلا۔ پھر اس نے تیزی سے اٹھتے ہوئے اس آدمی کے سینے میں ٹکرا مارا۔ اسی اور وہ آدمی پشت کے بل زمین پر گر گیا۔ — جب کہ جوانا اس کے اوپر تھرا۔ اس آدمی نے ایک بار پھر جوانا کو دونوں ٹانگیں سکیڑ کر دور اچھالنا چاہا لیکن اب جوانا سنبھل چکا تھا۔ — اس نے دونوں گھٹن پوری قوت سے اس کے سینے پر اچھل کر مارے۔ تو دور اس آدمی کے حلق سے پہلی بار گٹھی گٹھی چیخ نکل گئی۔  
 ”بھٹ جاؤ جوانا“ — اسی لمحے عمران نے ان کے سر پر پھینچتے ہوئے کہا۔

اس کے ہاتھ میں وہی مشین گن تھی۔ جو چند لمحے پہلے اس آدمی کے اٹھ میں تھی اور جو جوانا کے اچانک ٹکرا جانے کی وجہ سے اس طرف

نے کہا۔  
 ”ہیلی کاپٹر کو ہم نے فارم کے قریب ہی ایک پہاڑی کی اترائی میں اترنا چیک کر لیا ہے۔ — صفدر ریکیپٹن تشکیل۔ اور تنویر پوزیشن سنبھال چکے ہیں اور صدیقی فارم کی چھت پر ہیں۔ ہیلی کاپٹر سے چھ افراد اتر کر مختلف سمتوں سے فارم کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ہم ان کے انتظار میں ہیں اور۔۔۔ — خویا نے جواب دیا۔  
 ”اور کے۔۔۔ سب کو کہہ دو کہ ان لوگوں کو زندہ پکڑا جائے۔ میں اس ہیلی کاپٹر کے پیچھے موجود ہوں اور اینڈ آؤ۔ — عمران نے کہا اور دنڈیشن دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔ فارم کی مہارت چوں کہ گھنے درختوں میں چھپی ہوئی تھی۔ اس لئے یہاں سے انہیں انگریز آدمی مٹی۔ — کیا خیال ہے ماسٹر۔ — اس ہیلی کاپٹر والے کو کور نہ کر رہے تھے۔ — جوانا نے سرگوشی میں عمران سے پوچھا۔  
 ”ہاں۔۔۔ لیکن اسے زندہ پکڑنا ہے۔ مرنے نہ پائے۔ — عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور جوانا سر ہلاتا ہوا۔ — جھکے جھکے انداز میں آگے بڑھنے لگا۔

عمران اور جوزف وہیں موجود رہے۔ کیوں کہ زیادہ آدمیوں کے پلنے سے مشین گن بردار چوگنا ہو سکتا تھا۔ — جوانا جیسے انداز میں دیے پاؤں آگے بڑھتا ہوا اس ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچ گیا۔ ہیلی کاپٹر اور وہ آدمی گہرائی میں تھے۔ جب کہ جوانا ان کی نسبت بلندی پر تھا۔ — ابھی جوانا اور آگے بڑھ رہا تھا کہ وہ آدمی بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور اس نے بڑی پھرتی سے کندھے سے

گر گئی بھتی۔

اس آدمی کو جو نالے کنہوں پر اٹھایا جاؤ انتظارِ نارم کی طرف سے گرد اور دھوئیں کا بادل سا اٹھنے لگا تھا۔ ابھی وہ بھٹو سی

یہ سب ایک نے اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن دوسرے لمحے وہ ایک

میں نے جو چکا تھا۔ ————— عمر ان رجوزف اور جونا بھاگتے ہوئے  
بیب درختوں کے تجنڈ میں داخل ہوئے تو اس نے سامنے ایک

”اوہ باس — یہ تو کھل تباہی ہے۔“ — جو انانے

لہذا لیکن عمران نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور بھاگتا ہوا زمین بوس  
گارت کی حد و دیں داخل ہو گیا۔ اُسی لمحے سائیڈ سے

عمران کو آواز سنتے ہی جو انا جیل کر ایک طرف ہٹ گیا۔

ایک جھپکے میں اس کے ہاتھ میں گن کی نال تھی۔ اور پھر عمران نے

ہو چکا تھا۔ اور وہ بے حس و حرکت ہو کر نیچے گر گیا۔ دمبے ہوش

اسے اٹھا کر لے چلو؟ — عمران نے گھن کو دوبارہ دستانے پکڑتے ہوئے کہا۔

اور پھر جو انا اس آدمی کو اٹھانے کے لئے جبکامی تھا کہ اچانک فارم کی طرف سے خوف ناک دھماکے سنائی دیتے۔ یہ دھماکے اتنے خوف ناک تھے کہ زمین بڑی طرح لرزنے لگی اور وہ سب لوگ کھڑا لرزہ گئے۔

وہما کے مسلسل بہورہے تھے یوں لگ رہا تھا جیسے فارم پر خوف ناک مہلوں کی مسلسل بارش کی جارہی ہو۔

”اوه — بھاگو — ان لوگوں نے شاید فارم پر ہم پر سارے

کافی بلند می رہ جا کر عمران نے مہلی کا پٹر کو کسی خالی علاقے کی

ہاں۔۔۔ وہ اور صدیقی تھتے پرستے۔ اور ہم باب نے عمارت سے جھٹ کر پوزیشن سنبھال لی تھیں۔ لیکن جب یہ لوگ قریب آئے تو میں نے ان کے ہاتھوں میں ہم فائرنگیں دیکھ لی تھیں۔ چنانچہ میں نے فوراً ان دونوں کو باہر آنے کے لئے کہا اور یہ شکریہ کہ وہ کچھ دیر آپس میں مشورے کرتے رہے۔ اور جب وہ باہر کے لئے طیارہ علیحدہ علیحدہ ہوئے۔ اس وقت تک جو لیا اور صدیقی باہر آپکے تھے۔ اس وقت تک میرا صرف آئیڈیا تھا کہ شاید وہ عمارت پر ہم برسائیں۔ لیکن مجھے یقین نہیں تھا۔ کیوں کہ ظاہر ہے پہلے انہیں ہم سے آپ لوگوں کے متعلق پوچھ گچھ کرنی چاہیے تھی۔

دوسوچ سکتے تھے لیکن نہ ہی اول سکتے تھے۔ اور نہ حرکت کر سکتے تھے۔  
باقی مہران کی آنکھوں میں ایسا ہوتے ہی شدید الجھن کے تاثرات  
نمودار ہو گئے۔ البتہ عمران کی آنکھوں میں مختلف رد عمل نظر  
آ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں مسرت اور اطمینان کی جگہ گناہٹ ابھر  
آئی تھی۔ اُسے دراصل صرف ایک خطرہ تھا کہ کہیں ریڈیو کنٹرول  
میل کا پٹر کو فضا میں ہی دھماکے سے نہ اڑا دیا جائے۔ ایسی  
صورت میں ان سب کی موت یقینی ہو جاتی۔ لیکن کسی مخصوص وجہ  
سے انہیں بے حس و حرکت کر دینے کا مقصد صاف تھا کہ اسٹار  
ٹریک میل کا پٹر کو فضا میں تباہ کر دینے کی بجائے انہیں بے حس و  
حرکت کر کے لیبارٹری میں لے جانا چاہتا ہے۔ اس لئے عمران  
کی آنکھوں میں مسرت اور اطمینان کی جھلکیاں نمایاں ہو گئی تھیں۔

طرف موڑنا چاہا۔ مگر دوسرے لمحے وہ چونک پڑا۔ کیوں کہ پہلی کا پٹر  
کی مشینری جام ہو چکی تھی۔ وہ ایک ہی رخ پر تیزی سے پرواز  
کے چلا جا رہا تھا۔ عمران نے ادھر ادھر ہاتھ مارنے کی کوشش کی۔  
لیکن بے سود۔ پہلی کا پٹر مکمل طور پر آؤٹ آف کنٹرول ہو چکا تھا  
اس کا کنٹرولنگ رابٹل کسی اور جگہ منسلک ہو گیا تھا۔ اور عمران  
نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے اپنی پشت نشست کے ساتھ  
لگا لی۔

”کیا ہوا؟“ ساتھ بیٹھی جو لیا نے چونک کر پوچھا۔ اور  
جب عمران نے اُسے تفصیل بتائی تو جو لیا کے ساتھ ساتھ باقی مہران  
کے چہروں پر بھی گہری تشویش کے آثار نمایاں ہو گئے۔ لیکن  
وہ سب بے بس تھے۔ کیوں کہ پہلی کا پٹر بہت زیادہ بلند۔ سی پرت  
اور ان کے پاس پیراشوٹ بھی نہ تھے کہ وہ اتنی بلندی سے کودنے  
پہلی کا پٹر انتہائی تیز رفتاری سے ایک ہی سمت میں اڑا جا  
رہا تھا۔ اور عمران نے اندازہ لگایا تھا کہ اس کی سمت اُسی  
پہاڑی کی طرف ہے۔ جس کے نیچے اسٹارٹریک کی لیبارٹری  
موجود ہے۔ لیکن ابھی چند ہی لمحے گزرے تھے کہ اچانک پہلی کا پٹر  
سے تیز سیٹی کی آواز بلند ہوئی۔ اور وہ سب چونک کر مشینری کی  
طرف دیکھنے لگے۔ لیکن دوسرے لمحے انہیں ایک اور احساس  
ہوا کہ ان کے جسم سیٹوں کے ساتھ بے حس و حرکت ہو کر رہ گئے تھے۔  
وہ سیٹوں کے ساتھ چمپے نہ تھے صرف حرکت کرنے سے معذور ہو  
گئے تھے۔ البتہ ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور دماغ آزاد تھا۔

کی اجازت نہ تھی۔ ان کمزروں کے علاوہ بے شمار چھوٹے بڑے اور کمرے موجود تھے جہاں دیگر کاموں کے لئے مختلف افراد موجود رہتے تھے۔ کانگریس لیبارٹری سے سب سے زیادہ کامیاب افراد کا انچارج تھا۔ کرام بھی براہ راست لیبارٹری کے ان کمزروں سے متعلق نہ تھا۔ اس کا کام نزدیکی آلات کی مشین سے لیبارٹری کو خفیہ طور پر سچائی مگرنا تھا۔ اور چوں کہ وہ اپنے وقت کا ایک بہت بڑا سنگمرمر رہا تھا۔ اس لئے وہ ایسے کام انتہائی مہارت سے کر لیتا تھا۔ چوں کہ کرام کا تعلق زیر زمین دنیا سے رہا تھا اس لئے چھین باس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کے خاتمے کے لئے کرام کو ہی مقرر کیا تھا۔ اس پوری لیبارٹری کو پہاڑ کے اندر انتہائی مہارت سے تیار کیا گیا تھا اور اس کی حفاظت کے لئے ایسا نظام قائم کیا گیا تھا۔ کہ واقعی اگر پہاڑ پر بائیں درجن بم بھی مار دیا جاتا تو پہاڑ تو شاید روئی کے گالوں کی طرح اڑ جاتا لیکن لیبارٹری کو معمولی سا نقصان بھی نہ پہنچ سکتا تھا۔ لیبارٹری سے آمد و رفت کا راستہ پسٹو انائی انہی خوف ناک غاروں کی سمت سے رکھا گیا تھا۔ البتہ ایک اور ایمر جیسی دے بھی تھا جو اس پہاڑی کی دوسری طرف تھا۔ لیکن اُسے کھولنے اور بند کرنے کا تمام نظام آٹو میٹک کمپیوٹر کنٹرول تھا۔ اور سوائے خاص حالات کے ایمر جنسی دے کھولا نہ جاسکتا تھا۔ اور اس کا نظام ایسا بنایا گیا تھا۔ کہ اسے کسی صورت سے باہر سے نہ کھولا جاسکتا تھا۔ البتہ اگر کمپیوٹر مخصوص کوڈ باہر جانے والوں کو ایشو کر دیئے جاتے۔ تو پھر وہ ایک مخصوص جگہ پہنچ کر جب

چھین باس اپنے کمرے میں بیٹھا ایک سو فی سی فائی کے مطالعے میں مصروف تھا۔ یہ کمرہ اس پوری لیبارٹری کا بیٹن کھلاتا تھا۔ کیوں کہ یہاں ایسی مشینری نصب کی گئی تھی کہ چھین باس یہاں بیٹھے بیٹھے سینکڑوں فٹ میں پھیلی ہوئی جدید ترین خلائی لیبارٹری کو نہ صرف چیک کر سکتا تھا بلکہ جب وہ چاہتا اُسے جہاں بیٹھے بیٹھے کنٹرول بھی کر سکتا تھا۔ اس مارٹریک کی لیبارٹری چار بڑے بڑے ہال نما کمزروں پر مشتمل تھی۔ جس میں انتہائی جدید قسم کی مشینری نصب تھی۔ اور دنیا کے زمین ترین سائنس دان اس لیبارٹری میں کام کرتے تھے۔ وہ یہ کام کرنے کے لئے مجبور تھے۔ کیوں کہ چھین باس نے ان کے ذہنوں کو دواشن کر کے باقاعدہ اپنا غلام بنا لیا تھا۔ لیبارٹری کے ان مخصوص کمزروں میں سوائے ان سائنس دانوں اور چھین باس کے اور کسی کو جانے

وہ کوڑو دہراتے تو یہ امیر عیسیٰ راستہ باہر سے بھی گھلوا لیا جاسکتا تھا۔ لیکن اس کے لئے بھی ضروری تھا کہ جسے کمپیوٹر کوڈ الیٹو کیا جاتا۔ وہی یہ کوڑو دہراتا تو راستہ کھل سکتا تھا ورنہ نہیں۔ اور ایسا انتظام کیا گیا تھا کہ بولنے والا جب تک صحیح ہوش و حواس میں نہ ہوتا۔ اس کی آواز ادب لہجے کی ڈائریکٹرز بالکل درست نہ ہوتی۔ دروازہ نہ کھل سکتا تھا۔ لیبارٹری سے ہٹ کر چیف باس نے فاراک میں بھی ایک چھوٹی سی لیبارٹری بنائی ہوئی تھی۔ جہاں وہ ایسا تحقیقاتی کام سرانجام دیتا تھا۔ جس کی مشینری وہ یہاں شفٹ نہ کر سکتا تھا۔ اس سیکنڈ لیبارٹری کا انچارج پہلے مارقم تھا۔ اور مارقم کی موت کے بعد اب بنزری کو انچارج بنایا گیا تھا۔ چیف باس زیادہ تر اصل لیبارٹری میں ہی رہتا تھا۔ لیکن جب ضرورت محسوس کرتا وہ فاراک والی سیکنڈ لیبارٹری میں بھی چلا جاتا۔ خلائی ریسرچ میں وہ اس قدر ایڈوانس ہو چکا تھا کہ اس نے دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ تمام سپر پاورز اس کے پیچھے لگ گئی تھیں۔ لیکن آج تک کسی کو یہ بھی معلوم نہ ہو سکتا تھا کہ اسٹار ٹریک کی لیبارٹری کہاں ہے۔ اس کی مین لیبارٹری کا انچارج دنیا کا مشہور سائنس دان کلاک ماننا شاٹا تھا جس کا تعلق ویسٹرن کالمن سے تھا۔ اور جس نے خلائی ریسرچ میں ایک نیا پروسس ایجاد کیا تھا۔ اور چیف باس نے اُسے اغوا کر کے اپنا غلام بنالیا تھا اور یہ سب اُس کی کاوش تھی کہ آج اسٹار ٹریک دنیا کی تمام سپر پاورز کے لئے ہوا بن چکا تھا۔ لیکن جب سے

چیف باس نے فاراک میں بولنے والی میٹنگ کی رپورٹ حاصل کر لی تھی۔ اُسے پہلی بار پاکیزت یا کے علی عمران سے خطرہ محسوس ہونے لگا تھا۔ اس میٹنگ میں علی عمران نے جس ذہانت سے کلاک ماننا شاٹا کے لئے پروسس اور چوٹے کی دلہل اور پسلوانا کی غاروں کا آئیڈیا لگایا تھا اس نے چیف باس کو پاگل کر دیا تھا۔ اُسے احساس ہو گیا تھا کہ یہ نو جوان کلاک ماننا شاٹا سے بھی ذہانت میں دو قدم آگے ہے۔ اور یہ جب عمران اپنے ساتھیوں سمیت غاروں میں پہنچ گیا اور اس نے جس ذہانت سے پہلی غار کا راستہ ڈھونڈ لیا تھا چیف باس حیران رہ گیا تھا۔ اور پھر انہی غار میں گرنے کے بعد جس طرح وہ اور اس کے ساتھی باہر نکلے اور وہاں جس پھرتی ذہانت اور مہارت کا مظاہرہ عمران نے کیا تھا۔ اس نے چیف باس کو ششدر کر دیا تھا۔ وہ اسے اپنے لئے دنیا کا سب سے بڑا خطرہ محسوس کرنے لگا تھا۔ وہ اگر چاہتا تو وہیں غاروں میں ہی عمران اور اس کے ساتھیوں کا بڑی آسانی سے خاتمہ کر سکتا تھا۔ لیکن اُسے ایسا کرنے سے اپنے آپ کو ہشکل باز رکھا۔ کیوں کہ اس کے خیال کے مطابق ایسا کرنے سے وہ اپنی لیبارٹری کا محل وقوع دنیا پر آشکارا کر دیتا۔ یہی وجہ تھی کہ جیسے ہی عمران اور اس کے ساتھی ان پہاڑیوں سے ٹٹے تھے۔ اس نے کرام کو احکامات دے دیتے تھے کہ وہ ان کی رہائش گاہ کو ہسی مہوں سے اڑا دے۔ کیوں کہ ایسی صورت میں کسی کا خیال ان غاروں تک نہ جاسکتا تھا۔



ہندیاں سی جل رہی تھیں۔ یہ عمران اور اس کے ساتھی ضرورت سے زیادہ سی ذہین اور تیز ثابت ہو رہے تھے۔

”انہیں اب ختم ہو جانا چاہیے۔“ چیف باس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

اور اس نے میز پر پڑے ہوئے ایک انٹرکام کا بٹن دبا دیا۔ پہلے والی سکرین کے ساتھ ایک اور چھوٹی سی سکرین روشن ہو گئی۔ اس پر ایک ادھیڑ عمر آدمی کی شکل نظر آئی۔

”یس باس۔“ ادھیڑ عمر کے لب ہلے اور آواز کمرے میں گونجی۔

”لارک۔“ کوبرا اینج آپریٹنگ مشین آن کرو۔ میں نے کوبرا ہیلی کاپٹر کو فضا میں تباہ کرنا ہے۔“ چیف باس نے سخت اور حکیمانہ لہجے میں کہا۔

”اپنا ہیلی کاپٹر باس۔“ کیوں کہ یہاں اور تو کوئی کوبرا ہیلی کاپٹر نہ ہے۔“ لارک نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”ہاں۔“ اُسے کرام لے گیا تھا چند خطرناک افراد کو ہلاک کرنے۔“ لیکن اب وہ خطرناک افراد اس پر قابض ہیں۔“

چیف باس نے کہا۔

”اوہ باس۔“ لیکن ہمارے پاس ایک ہی کوبرا ہیلی کاپٹر ہے۔ اور اگر یہ تباہ ہو گیا تو ہماری سپیشل سیلائی متاثر ہو جی۔ آپ کو علم ہے کہ تین روز بعد سپیشل سیلائی کی ضرورت ہے۔“

”کرام اور اس کے پانچ ساتھی ہیلی کاپٹر پر لیبارٹری سے باہر چکے تھے۔ وہ اپنے ساتھ جدید قسم کی بم فائر ریج گنیں لے گئے تھے اور اب چیف باس کو کرام کی طرف سے رپورٹ کا انتظار تھا۔

وہ اسی انتظار میں بیٹھا ایک فائل کا مطالعہ کر رہا تھا کہ کمرے میں تیز سیٹی کی آواز سنتے ہی چونک پڑا۔ اس نے پھرتی سے میز پر رکھے ایک ٹکونی آلے کے ایک کونے کو دبایا تو سیٹی کی آواز بند ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی سامنے دیوار پر ایک سکرین روشن ہو گئی۔

سکرین پر ایک ہیلی کاپٹر فضا میں بندہ ہوتا دکھائی دے رہا تھا چیف باس نے ٹکونی آلے کو کھینچ کر اٹھایا اور اس کے اوپر گئے ہوئے ایک چھوٹے سے گوٹ کو گھمنا شروع کر دیا اس گوٹ سے گھومتے ہی ہیلی کاپٹر سکرین پر پھیلتا چلا گیا۔

اب اس کا اندرونی منظر واضح نظر آ رہا تھا اور چیف باس یہ منظر دیکھتے ہی یوں اچھل کر کرسی سے کھڑا ہو گیا جیسے اچانک کرسی میں گرنٹ دوڑ گیا ہو۔

اس کی آنکھیں جو سکرین پر جمی ہوئی تھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔ کیوں کہ ہیلی کاپٹر میں اس نے کرام اور اس کے ساتھیوں کی بجائے عمران اور اس کے ساتھیوں کو سوار دیکھا تھا۔

البتہ کچلی نشستوں پر بیٹھے ہوئے عمران کے ایک حبشی ساتھی کے قدموں میں اس نے کرام کے ایک ساتھی کو بے حس و حرکت پڑے ہوئے دیکھا تھا۔

”اوہ۔۔۔“ ان لوگوں نے ہیلی کاپٹر پر ہی قبضہ کر لیا۔“ چیف باس نے واپس کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس کے ذہن میں

پروفیسر — جبکہ کوارٹر میں آؤں تو تم سے ایک خاص مشورہ کرنا ہے۔ — چیف باس نے حکمانہ ایجے میں کہا۔

داخل ہوا۔  
 "بیٹھو پروفیسر۔" چیف باس نے میز کے قریب رکھی  
 ہوئی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور پروفیسر خاموشی  
 سے بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھیں ہر قسم کے جذبات سے عاری  
 خالی خالی دکھائی دے رہی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ چیف باس  
 کو دیکھنے کی بجائے خلا میں گھور رہا ہے۔ اُسی لمحے کمرے میں

”اودہ۔۔۔ واقعی۔۔۔ مجھے اس بات کا تو خیال ہی نہ آیا تھا۔ لیکن اب ان خطرناک افراد سے میلی کا پیٹر کیسے خالی کرایا جائے۔ ان افراد کا خاتمہ بھی ضروری ہے۔۔۔ چیف باس نے کہا۔۔۔  
”باس۔۔۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ ہم اے اپنے کنسٹرول میں کر لیں اور پھر شاک ریز سے ان لوگوں کو بے حس و حرکت کر کے میلی کا پیٹر کو انیمروجنیٹ کے باہر اتار کر ان لوگوں کو میلی کا پیٹر اتاراجا سکتا ہے۔۔۔ لارک نے جواب دیا۔

ہاں۔۔۔ اور میلی کا پٹر کو واپس ایمر جنسی دے کے گیت پر لے آکر اتارا جائے، اس کے بعد میں مزید احکامات دوں گا۔ چیف باس نے کہا۔ اور بٹن پریس کر دیا۔ سکرین دوبارہ تاریک ہو گئی۔ پھر اس بٹن کے ساتھ ایک اور بٹن کو اس نے پریس کیا تو ایک اور چھوٹی ٹیسی سکرین روشن ہو گئی۔ اس پر ایک خاصے بوڑھے

سیٹی کی آواز گونجی اور پھر پہلے والی سکریں روشن ہو گئی۔ سکریں پر لارک کی تصویر ابھر آئی۔

”باس۔۔۔ ہم نے ہیلی کا پیٹر کو ریجن میں لے کر شاک ریجن فار کر دیں ہیں۔ ہیلی کا پیٹر میں موجود تمام اشخاص بے حس و حرکت ہیں۔ اور ہیلی کا پیٹر کو میں ایمر جنسی گیٹ دے کی طرف لے آ رہا ہوں۔۔۔ مزید احکامات دیں۔۔۔“ لارک کی آواز گونجی۔

”ہیلی کا پیٹر کو گیٹ دے کے قریب آتا رہو۔ اور صرف پھر دینا رہو۔ میں پروفیسر سے ایک ضروری مشورے کے بعد احکامات دوں گا۔ اور سنو۔۔۔ جی۔ ایم۔ کمپیوٹر سے چیک کر لو۔ کہ شاک ریجن نے ہر ایک پر اثر بھی کیا ہے۔ ان میں ایک شخص ہے۔ ہوشیار رہنے۔ تسلی ضروری ہے۔۔۔ چیف باس نے کہا۔

”نیس باس۔۔۔ حکم کی تعمیل ہو گئی۔۔۔“ لارک نے کہا اور اس کے ساتھ ہی سکریں دوبارہ تاریک ہو گئی۔

”پروفیسر۔۔۔ یاکیش یا کا ایک نوجوان ہے علی عمران۔ سائنس میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری رکھتا ہے۔ اُسے ایکریمیا نے ہماری لیبارٹری میں ٹریس کرنے پر مامور کیا ہے۔۔۔ اور اس نے ایک میسنگ میں پروفیسر کو میٹ کے ساتھ تختہ کو کرتے ہوئے ہمارے ایجا کردہ خلائی ریسرچ نظام کا حوالہ دیا اور اندازہ لگا لیا کہ اس نظام پر عمل درآمد کرنے کے لئے ایسی دلیل کے ساتھ

لیبارٹری جوئی ضروری ہے۔ جن میں چوٹے کی آمیزش ہو۔ چنانچہ وہ اپنی ٹیم لے کر یہاں پہنچ گیا۔۔۔ اس نے راستہ بھی ٹریس کر لیا۔ یلین لیبارٹری میں داخل نہ ہو سکا۔ اور شاید کوئی نیا پروگرام بنانے کے لئے سائنس دانوں کے ساتھ واپس گیا تو میں نے کراہ اور اس کے سائنس دانوں کو براہیلی کا پیٹر میں ان کے تعاقب میں بھیجا۔۔۔ کہ جہاں جا کر یہ رہیں وہاں وہ ہم فائر کر کے پوری مارت اسی اڑائیں۔ لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے کو براہیلی کا پیٹر پر ہی قبضہ کر لیا۔۔۔ لیکن ہمیں معلوم ہے کہ کو براہیلی کا پیٹر میں ایسا سسٹم ہے کہ کمپیوٹر کو ڈکے بغیر اگر کوئی اُسے اڑانے کی کوشش کرے گا تو ہمیں فوراً اطلاع مل جائے گی۔ چنانچہ جیسے ہی انہوں نے ہیلی کا پیٹر کو اڑایا مجھے اطلاع مل گئی۔ چنانچہ میں نے لارک کو کہا کہ وہ ہیلی کا پیٹر کو اپنی ریجن میں لے کر ان پر شاک ریجن فائر کرے۔ اس کے بعد ایمر جنسی دے گیٹ دے کے باہر ہیلی کا پیٹر کو اتار کر ان بے حس و حرکت افراد کو نیچے اتار کر گولی مار دی جاتی۔۔۔ چنانچہ لارک نے ایسا کیا۔ لیکن اسی دوران مجھے ایک خیال آیا کہ ایسا ذہین سائنس دان ضائع کیوں کیا جائے۔ اگر ہم اس کے ذہن کو واش کر کے اپنے کنٹرول میں کر لیں تو وہ ہماری لیبارٹری میں کام کر سکتا ہے۔ اس لئے میں نے تمہیں بلایا ہے کہ تمہارا اس بارے میں کیا مشورہ ہے۔ چیف باس نے کہا۔

”میں کیا کہہ سکتا ہوں باس۔۔۔ اگر تم اُسے اس قابل سمجھتے

جب کہ اسے رپورٹ دے دوں گا۔ پھر آپ جیسا حکم کریں گے  
اس کی تعمیل ہوگی۔ پروفیسر نا اندازہ لیا تھا جیسے وہ سب کچھ  
کسی مجبوری کے تحت کر رہا ہو۔ اس کی ذاتی دل چسپی اس میں  
شامل نہ ہو۔

ٹھیک ہے۔ میں بھیچا دیتا ہوں۔ اب جب کہ مجھے خیال  
چلے گا تو یہ چیکنگ میں کوئی عرج بھی نہیں ہے۔  
چیف باس نے کہا اور پروفیسر کسی سے اللہ کھڑا ہوا۔  
نئے اجازت ہے۔ پروفیسر نے سپاٹ اپنے میں  
پرتھا۔

ہاں۔ تم مشین تیار کرو میں انہیں بھیچا دیتا ہوں۔ اور میں  
دوسری دوہیں آ رہا ہوں۔ چیف باس نے کہا اور پروفیسر  
رہا تاہم دادا پس منظر گیا۔ اس کے کمرے سے باہر جانے کے بعد  
چیف باس نے ٹکونی آلے کا بشن دبا دیا۔ سامنے والی سکرین  
روشن ہو گئی۔ سکرین پر پہلی کاپی نظر آ رہا تھا۔ جو پہاڑی کی ایک چٹان  
پر چھوڑا تھا۔ اور اس میں موجود تمام افراد بے حس و حرکت بیٹھے  
ہوئے تھے۔

چیف باس نے دوسرا بشن پیش کیا تو چھوٹی سکرین روشن  
ہو گئی اور اس پر لارک کی تصویر ابھر آئی۔  
"میں باس۔ لارک حاضر ہے۔" لارک کی

آواز سنائی دی۔  
"جی۔ ایم کمپیوٹر سے شاگ رینز کی کارکردگی چیک کر لی تم نے

ہو کہ وہ یہاں کام کر سکتا ہے تو اسے یہاں رکھ لو درمیان کوئی مارکر  
بجھٹ ہی ختم کر دو۔ پروفیسر نے بے جان اور جذبات  
سے عاری بلجے میں کہا۔

"دیکھو پروفیسر۔ کیا تم آر۔ آئی۔ مشین سے اس کا ذہنی لیول  
چیک نہیں کر سکتے۔ اس طرح اس بارے میں حتمی رپورٹ مل جائے  
گی کہ کیا واقعی وہ ہمارے لئے کارآمد ثابت ہو سکتا ہے یا نہیں۔  
گولی ہی ماری ہے تو اس کے بعد بھی ماری جاسکتی ہے۔"  
چیف باس نے کہا۔

"ہاں۔ چیک کیا جاسکتا ہے۔ صرف اسے ہی چیک کرنا ہے  
یا اس کے کوئی اور ساتھی بھی ہیں۔ کیوں کہ میرے پاس چیکنگ  
لوشن کی مقدار اتنی موجود ہے۔ کہ زیادہ سے زیادہ دس افراد کو  
چیک کیا جاسکتا ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ پروفیسر نے  
سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"کافی ہے۔ دیے تو میرا خیال یہی تھا کہ صرف اسے ہی  
چیک کیا جائے باقی افراد کو بلا کر دیا جائے۔ لیکن اب مہربانی  
بات سے مجھے خیال آ گیا ہے۔ کہ کیوں نہ سب کو ہی چیک کر لیا  
جائے۔ لوشن ہی خرچ ہونا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ ہمارے  
مطلوبہ لیول پر ایک سے زیادہ افراد پہنچ جائیں۔ آخر ایک ذہین  
آدمی اپنے ساتھ جو لوگ رکھتا ہے وہ احمق تو نہیں ہو سکتے۔"  
چیف باس نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ انہیں آر۔ آئی۔ دوم میں پہنچا دیں۔ میں

لارک: — چیف باس نے پوچھا۔  
 "یس باس۔۔۔ سب شاگ ریز کے پوری طرح اثر میں  
 ہیں۔۔۔ لارک نے جواب دیا۔  
 "او۔۔۔ کے۔۔۔ اب ایسا کر دے کہ کوڈ کمپیوٹر کو آن کر کے ہلکا کر  
 کو اندر لے آؤ۔ اور ان آدمیوں کو آر۔ آئی روم میں بھجواؤ۔"  
 چیف باس نے کہا۔  
 "مگر باس۔۔۔ یہ غیر متعلق آدمی لیبارٹری کے اندر کیسے آ  
 سکتے ہیں۔ ایسا تو پہلے کبھی نہیں ہوا۔" لارک نے شدید حیرت  
 بھرے لہجے میں کہا۔

"جب میں حکم دے رہا ہوں تو پھر کیسے نہیں آ سکتے۔ اور جب یہ  
 کہہ رہے ہو کہ وہ شاگ ریز ٹارگٹ میں ہیں تو پھر ہمیں ان سے کیا  
 ضرر پہنچ سکتا ہے۔" چیف باس نے گزشتہ لہجے میں کہا۔  
 "یہ تو ٹھیک ہے باس۔۔۔ لیکن آئی۔ جی۔ ایم روم میں یقیناً  
 آپ ان کا ذہنی یول چیک کریں گے۔ ایسی صورت میں جیسے ہی  
 آئی۔ جی۔ ایم مشین آپریٹ ہوگی۔ شاگ ریز کے اثرات ختم ہو  
 جائیں گے۔" لارک نے قدرے ڈرے ڈرے لہجے میں  
 وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"میں جانتا ہوں۔ مجھے سائنس پڑھانے کی کوشش نہ کر دو۔  
 پھر کیا ہو جائے گا۔ وہ آئی۔ جی۔ ایم مشین میں جکڑے ہوئے ہوں گے  
 ایسی صورت میں تو وہ حرکت بھی نہیں کر سکتے۔۔۔ پھر وہ ہمارا  
 کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ اور سنو۔۔۔ جو میں حکم کیا کہوں اس کی

فوری تعمیل ہونی چاہیے۔ میرے ساتھ آئندہ کسی بھی موقع پر بحث کرنے  
 کی جرأت نہ کیا کرنا۔ یہ میں پہلے چائنس کی وجہ سے تمہیں کہہ رہا  
 ہوں سمجھو۔" چیف باس نے انتہائی گزشتہ لہجے میں کہا۔  
 "یس باس۔۔۔ سووری باس۔۔۔ آئندہ ایسی غلطی نہ ہو  
 گی باس۔" لارک نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔ اور  
 چیف باس نے ہنکارا بھرتے ہوئے لارک والی چھوٹی ٹسکرین  
 آف کر دی۔

ہیلی کا پٹر کو اس چٹان پر اترے ہوئے آدھا گھنٹہ گزر گیا لیکن نہ  
ہی کوئی آدمی وہاں آیا اور نہ ہی کوئی بل چل ہوئی۔ سروں لگتا تھا  
جیسے وقت بھی ان کے جسموں کی طرح ساکت ہو گیا ہو۔

پھر اچانک سامنے والی ایک بڑی سی چٹان میں حرکت پیدا  
ہوئی۔ اور وہ کسی صند وق کے ڈھکن کی طرح اٹھ کر کھلی طرف کی  
چٹان سے لگ جھکی۔ اب ایک بڑا سا خلا صاف دکھائی دے  
رہا تھا۔ جیسے کسی بہت بڑی غار کا دیا نہ ہو۔ اُسی لمحے ہیلی کا پٹر کا  
انجن خود بخود جاگ اٹھا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک جھپٹے سے ہیلی کا پٹر  
خلا میں بند ہوا۔ اور ساتھ ہی اس کا سرخ اُسی خلا کی طرف ہو گیا  
خود کے نیچے اوپر پہنچ کر وہ نشانیں ہی رک گیا۔ چند لمحوں بعد اس پر  
یہ روشنی کی دھار نیچے خلا سے نکل کر پڑی۔ یہ روشنی اتنی  
تیز تھی کہ پورا ہیلی کا پٹر روشنی سے جھمک اٹھا۔ یہ روشنی چند لمحے رہی۔  
اس کے بعد جلی کا پٹر آہستہ آہستہ اس خلا میں اترنا چلا گیا۔

تفانی گہرائی میں جانے کے بعد ہیلی کا پٹر ایک سپاٹ سطح پر  
جا کر رک گیا۔ وہاں ایک کیسپول ہنا گاڑی موجود تھی۔ جس کے  
پیسے بھی نہ تھے۔ اور نہ ہی کوئی کھڑکی یا دروازہ تھا۔ جیسے ہی  
ہیلی کا پٹر جا کر سپاٹ زمین پر ٹکرا گاڑی کی ایک سائیڈ خود بخود  
کھل گئی۔ اُسی لمحے کسی طرف سے دو قومی مہیکل افراد ہیلی کا پٹر کے  
پاس پہنچ گئے۔ ان کے چہروں پر سفید رنگ کے نقاب  
چڑھے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک ایک کر کے عمران اور اس  
کے ساتھیوں کو ہیلی کا پٹر سے نکال کر اس کیسپول ہنا گاڑی میں لٹا

عمران اور اس کے ساتھی ہیلی کا پٹر میں بے حس و حرکت  
بیٹھے ہوئے تھے۔ ہیلی کا پٹر خاصی تیز رفتار می سے اڑتا ہو  
انہی پہاڑیوں پر پہنچا اور پھر اس کی بند کی ایک لخت کم ہوئی شہر  
ہو گئی۔ ساتھ ہی رفتار بھی بگنی پڑ گئی تھی۔ اور عمران سمجھ گیا کہ اب  
ہیلی کا پٹر کو اتارا جا رہا ہے۔ اور اس کا خیال درست ثابت ہوا۔ چند  
لمحوں بعد ہیلی کا پٹر غار والی پہاڑی کی دوسری سائیڈ پر ایک چوڑی  
سی چٹان پر اتر کر رک گیا۔ اس کا انجن بھی بند ہو گیا تھا۔ اور ہر  
طرف سکوت سا طاری ہو گیا۔ عمران اور اس کے ساتھی بھی بتوں کی  
طرح اپنی اپنی سیٹوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ صرف دیکھ سکتے  
تھے۔ اور وہ بھی سامنے کی سمت میں۔ کیوں کہ ان کی گردنا  
نہ مڑ سکتی تھی صرف سوچ سکتے تھے۔ اس کے علاوہ ان کے  
لبس میں اور کچھ نہ تھا۔

بڑھے پر بڑھی وہ دل ہی دل میں چونک پڑا کیوں کہ وہ اس بوڑھے کو دیکھتے ہی پہچان گیا تھا۔ یہ وائسٹرن کارمن کا پروفیسر کلاک ماسٹا تھا۔ غلامی ریسرچ میں ایک نئے نظام کا بانی۔ جو اپنا تک غائب ہو گیا تھا۔ اور پھر باوجود کوشش کے اس کا سراغ نہ لگ سکا تھا۔ عمران نے بین الاقوامی سائنسی میگزین میں اس کا فوٹو۔ حالات زندگی اور اس کے کارناموں کو پڑھا ہوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ فاداک میں پروفیسر کمرٹ کے ساتھ میڈنگ میں اس نے اس کا ذکر کیا تھا۔ اور اب اُسے یہاں دیکھ کر اس کے خیال کی پوری تصدیق ہو گئی تھی۔ پروفیسر کی آنکھیں ہر قسم کے جذبات سے غامض تھیں اور عمران ان آنکھوں کو دیکھتے ہی تمام صورت حال سمجھ گیا کہ پروفیسر کے ذہن کو کنٹرول کیا جا چکا ہے۔

”انہیں کرسیوں پر لٹا کر کس دور میں چیف باس کو اطلاع کراتا ہوں؟“ بوڑھے پروفیسر نے سپاٹ لہجے میں اپنے نوجوان ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا اور خود کمرے کے ایک کونے میں رکھی ہوئی میز کرسی کی طرف بڑھ گیا۔

پروفیسر کے ساتھیوں نے عمران اور اس کے سب ساتھیوں کو گھسیٹ کر ان کرسیوں پر لٹایا۔ اور پھر ان کے پورے جسم کے ساتھ مختلف قسم کے کپ فٹ کئے جانے لگے۔ اس کے بعد ان کے سرول اور چہروں پر شفاف قسم کے ماسک چڑھا دیئے گئے۔ ان ماسک کے عین درمیان میں لمبی لمبی

دیوار یہ گاڑی اندر سے بالکل خالی تھی اور یوں لگتا تھا جیسے کسی تاریک سرنگ کا حصہ ہو۔ انہیں اس گاڑی کے فرش پر یوں پیونک دیا گیا تھا۔ جیسے وہ جلتے جلتے انسانوں کی بجائے واقعی مجھے ہوں۔ جب سب افراد اس گاڑی میں پہنچ گئے تو گاڑی کا دروازہ بند ہو گیا۔ اب اندر مکمل اور گہری تاریکی تھی۔ یہ گاڑی حرکت میں آئی۔ اور انہیں یوں محسوس ہوا جیسے گاڑی آگے کی بجائے پیچھے کی طرف جا رہی ہو۔ لیکن ایسا شاید گاڑی کی انتہائی تیز رفتار کی وجہ سے محسوس ہو رہا تھا۔ اور گاڑی کی حرکت بھی صرف اس کے فرش میں پیدا ہونے والی مسلسل لرزش کی وجہ سے محسوس ہو رہی تھی۔ چند ہی لمحوں بعد حرکت بند ہو گئی۔ کچھ دیر تک ہر چیز ساکت رہی۔ اور پھر گاڑی کا دروازہ ایک بار پھر کھلا اور تیز روشنی اندر داخل ہوئی۔ اور دوسرے لمحے جس طرح انہیں پہلی کا پٹر سے نکال کر اس کیپسول نما گاڑی میں لٹایا گیا تھا۔ اُسی طرح انہیں گاڑی سے نکال کر ایک کمرے کے فرش پر لٹا دیا گیا۔ اور گاڑی ایک بار پھر تیزی سے چسپتی ہوئی سائے کی دیوار میں غائب ہو گئی۔

اسی کمرے کی ایک دیوار کے ساتھ ایک بہت بڑھی اور پوری دیوار کی چوڑائی تک ایک عجیب و غریب قسم کی مشین نصب تھی۔ جس کے سامنے دس کے قریب لوہے کی آرام کرسیاں نصب تھیں۔ کمرے میں چار افراد موجود تھے۔ جن میں سے ایک بوڑھا تھا جب کہ باقی تین افراد نوجوان تھے۔ عمران کی نظر جیسے ہی

ہو کر کہا۔

"مجھے معلوم ہے۔" پروڈیوسر نے تلخ لہجے میں کہا۔  
اور وہ آدمی خاموش ہو گیا۔

"گڈ پروڈیوسر۔۔۔ اب چیکنگ شروع کر دو۔۔۔ ایک  
کریکٹ آواز اچانک ایک سائیڈ سے ابھری۔ اور عمران سمجھ گیا۔  
کہ یہ لاشعوری طور پر ان سے سب کچھ اگلوانا چاہتے ہیں۔ وہ  
ہزار بار ایسی مشینوں کو بھگت چکا تھا۔ گو یہ مشین ان میں سے  
نرالی تھی۔ لیکن اس سے اُسے کوئی فرق نہ پڑتا تھا۔ اس نے بڑے  
اطمینان سے اپنے شعور اور لاشعور کو ایک پوائنٹ پر مرکوز کیا  
اور پھر اُسے زیرِ ذکر دیا۔۔۔ دوسرے لمحے مشین آن ہوئی۔

اور عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے سوئیاں اس کی کھوپڑی میں اور  
نیچے گھس گئی ہوں۔ اس کے ساتھ ہی پورے جسم میں درد کی ایک  
تیز لہر سی دوڑ گئی۔۔۔ عمران نے اپنے جسم کو حرکت  
دینے کی کوشش کی اور پھر یہ دیکھ کر اُسے اطمینان ہو گیا۔ کہ  
اس کا جسم درد کی اس تیز لہر کے گزرنے کے بعد حرکت میں  
آ گیا تھا۔۔۔ گو وہ کلیوں میں بندھا ہونے کی وجہ سے آزادانہ  
حرکت نہ کر سکتا تھا۔ لیکن بہر حال اب اس کا جسم بے حس نہ  
تھا۔ مشین کی گونج اُسے مسلسل سنائی دے رہی تھی۔ اور  
پھر تین چار منٹ بعد یہ گونج ختم ہو گئی۔۔۔ اور جیسے ٹائپ  
رائٹر چلتا ہے۔ اس طرح کی آواز آنی شروع ہو گئی۔ تھوڑی  
دیر بعد ہی یہ آواز بھی بند ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی کسی نے

باریک سوئیاں نصب تھیں۔ جو ان کے سردوں کی مختلف جگہوں میں  
چھپے لگیں۔ انہیں تکلیف ضرور محسوس ہوئی لیکن وہ حرکت کرنے  
سے مجبور تھے۔۔۔ انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ان کی  
کھوپڑیوں میں بے شمار کلٹے گھس گئے ہوں۔ وہ اس شفاف  
ماسک کے اندر سے سب کچھ دیکھ سکتے تھے۔۔۔ لیکن حرکت  
نہ کر سکتے تھے۔

ان کے جسموں کو اس انداز میں کلیوں کے ساتھ باندھ دیا گیا تھا  
کہ اگر ان کے جسم کی بے حس دور بھی ہو جائے تب بھی وہ حرکت  
نہ کر سکیں گے۔

"ہیلو باس۔۔۔ پروڈیوسر چیکنگ۔۔۔ تشریف لے  
تا کہ کام شروع کیا جائے۔" ایک طرف سے پروڈیوسر کی  
آواز سنائی دی۔ چوں کہ پروڈیوسر سائیڈ میں تھا۔ اور عمران کو کلٹے  
نہ آ رہا تھا۔ اور وہ گردن موڑ کر بھی اُسے نہ دیکھ سکتا تھا۔ وہ صرف  
اس کی آواز سن سکتا تھا۔

"یس باس۔۔۔ وہ سب ٹارگٹ میں پہنچ چکے ہیں۔"  
پروڈیوسر نے۔۔۔ یہ طرف سے بات سن کر جواب دیا اور اس  
پھر پروڈیوسر کے چلنے کی آواز سنائی دی۔ اور پھر وہ عمران  
دور اس کے ساتھیوں کے قریب آ کر رک گیا۔

"پروڈیوسر۔۔۔ یہ سب شاک ریز کے تحت ہیں۔ ہم جیسے  
ہی مشین آن کریں گے شاک ریز کے اثرات ختم ہو جائیں گے۔"  
ایک دوسرے آدمی نے مودبانہ لہجے میں پروڈیوسر سے مخاطب



ہے کہ عمران کا ذہن زبردست ہو۔ یہ شخص انتہائی ذہین ہے۔ اور رقم اسے زبردست تیار ہے ہو۔ — باس کی تلخ آواز سنائی دی۔

”اوہ باس — میں سمجھ گیا۔ یہ پکڑا اور چل گیا ہے۔ یہ لوگ واقعی انتہائی ذہین ہیں اور ساتھ ساتھ خصوصی طور پر تربیت یافتہ بھی۔ انہوں نے اپنی ذہانت اور تربیت سے آر۔ آئی مشین کو بھی شکست دے دی ہے۔ یہ لوگ اس قابل ہیں کہ اپنے

شعور اور لاشعور کو بلیک کر سکیں۔ لظاہر یہ ناممکن محسوس ہوتا ہے۔ لیکن اعلیٰ ذہانت کے حامل افراد خصوصاً تربیت سے اس قابل ہو جاتے ہیں کہ اپنے لاشعور پر بھی کنٹرول حاصل کر سکیں۔“

پروفیسر کی حیرت میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔

”لیکن یہ منہ جو تم بتا رہے ہو۔ دو۔ چار۔ آٹھ۔ سولہ۔ بیس۔ یہ کیا ہیں۔ اگر یہ بلیک کر کے نو سب بلیک ہوتے؟“

جیت باس نے کہا۔

”باس — یہ شخص عمران ان میں سب سے زیادہ ذہین اور تربیت یافتہ ہے۔ اس کا اپنے ذہن پر مکمل کنٹرول ہے اس لئے اس کی رپورٹ بلیک آئی ہے۔ باقی جس حد تک کنٹرول کر سکتے تھے۔ اُنسی لحاظ سے ان کی رپورٹ آئی ہیں۔ تھوڑی سی گنجائش والوں کے دو۔ اس سے زیادہ والے چھ۔ اور شاید

ان حبشیوں کے اصل نمبر ہی ہیں۔ یہ کرائے ٹامپ کے لوگ ہیں جو ذہانت کا استعمال کم کرتے ہیں۔“

پروفیسر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

جیسے کاغذ بھاڑا ہو ایسی آواز سنائی دی۔

”اس عمران کی رپورٹ دو مجھے۔“ — بھاری آواز سنائی دی۔ وہی آواز جس نے پروفیسر کو چیک مشین آن کرنے کا حکم دیا تھا۔

”یہ نمبر فورٹارگٹ ہے۔ اور یہ ہے اس کی رپورٹ۔ ارے باس — یہ کیا مطلب — رپورٹ کے مطابق تو یہ شخص ذہنی طور پر بالکل بلیک ہے۔ صفر۔ جسے صاف سلیٹ ہو۔“

پروفیسر کی حیرت سے بڑبڑاتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”کیا مطلب — میں سمجھا نہیں — اس کا ذہنی لیول بتاؤ۔“

باس نے حیرت بھرتے لہجے میں پوچھا۔

”ذہنی لیول کیا بتاؤں باس — اس رپورٹ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کھوپڑی میں سرے سے ذہن ہی موجود نہیں ہے۔ رپورٹ بلیک ہے۔ اور باس — یہ دیکھو —

باقی رپورٹیں۔ یہ سب تقریباً بلیک ہیں۔ صرف ان حبشیوں کی رپورٹیں موجود ہیں۔ ان میں سے یہ زیادہ چوڑے جسم والے حبشی کا ذہنی لیول صرف سولہ ہے۔ جب کہ دوسرے کا بیس ہے اس عورت کا چار۔ دو آدمیوں کا دو۔ اور یہ کسی کا سات ہے کسی کا بارہ۔ یہ کیسے لوگ ہیں۔“

پروفیسر کی آواز میں شاید ترین حیرت تھی۔

”تمہاری مشین تو غراب نہیں پروفیسر — یہ کیسے ہو سکتا

"کیا کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے کہ ان کے کنٹرول کے باوجود ان کا صحیح ذہنی لیول چیک ہو سکے۔ کیوں کہ میں صرف اندازوں پر رسک نہیں لینا چاہتا۔" — باس کی آواز سنائی دی۔  
 "ہاں۔ ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے اسپیس ٹرانزٹ مارسیانا استعمال کرنا ہو گا۔ اس کے استعمال کے بعد باوجود لا شعور کے کنٹرول کے سب رپورٹ مکمل طور پر مل جائے گی۔" — پروفیسر کا جواب سنائی دیا۔

"تو پھر کمرہ؟" — باس نے کہا۔

"لیکن باس۔ یہ ہمارے پاس تو موجود نہیں ہے۔ اور نہ ہی بازار سے ملتا ہے۔ اسے تو خصوصی طور پر تیار کرنا ہو گا۔ اور اس کی تیاری کا طریقہ تو مجھے آتا ہے۔ لیکن تسلسل بھی کام کیا جائے تو بارہ گھنٹے لگ جائیں گے۔" — پروفیسر نے کہا۔  
 "بارہ گھنٹے۔ بارہ گھنٹے تو بہت زیادہ ہیں۔ یہ بارہ گھنٹے اسی حالت میں تو نہیں رہ سکتے۔ اور اب شاک ریز کے اثرات بھی ختم ہو چکے ہیں۔ جیسے ہی تم نے کلب بٹائے یہ حرکت میں آجائیں گے اور تم جانتے ہو کہ اس قدر خطرناک افراد تو میں لیبارٹری میں ایک لمحے بھی زندہ نہیں رکھ سکتا۔" — چیف باس نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

"تو ہلاک کر دیجئے۔ کیا ضرورت ہے اس قدر چکیچک کی؟" — پروفیسر نے سپاٹ لہجے میں کہا۔  
 "نہیں پروفیسر۔ انہوں نے جس طرح آر آئی مشین کو

بات دی ہے۔ اس کے بعد تو ان کی ہلاکت حاققت ہی ہوگی۔ یہ لوگ آدمیری لیبارٹری کے لئے انتہائی قیمتی سرمایہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ میں صرف صحیح ذہنی لیول اس لئے چیک کرانا چاہتا ہوں۔ تاکہ اس ذہنی لیول کے مطابق انہیں مختلف شعبوں میں رکھا جائے۔ اور ان کے ذہنی لیول کے مطابق انہیں ڈیوٹیاں دی جائیں۔" — چیف باس نے کہا۔  
 "تو پھر جیسے آپ حکم کریں باس۔" — پروفیسر کی آواز سنائی دی۔

"ٹھیک ہے۔ تم اسپیس مارسیلانا کی تیاری شروع کرو۔ میں اس دوران انہیں بلیک روم میں بھیجا دیتا ہوں۔ وہی ایسی جگہ ہے جہاں یہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔" — چیف باس نے کہا۔

"بلیک روم میں۔ نہیں باس۔ وہاں اگر تم نے انہیں فریئر کر دیا تو پھر اسپیس مارسیلانا کام نہ کر سکے گا اسپیس مارسیلانا کے کام کے لئے ان کو نارمل حالت میں ہونا چاہیئے۔ ذہنی اور جسمانی دونوں صورتوں میں نارمل حالت میں۔" — پروفیسر نے کہا۔  
 "اگر ایسی بات ہے تو چلو میں انہیں فریئر نہیں کرتا۔ ویسے ہی بلیک روم میں ڈال دوں گا۔ وہاں سے یہ ویسے ہی نہیں نکل سکتے۔ البتہ مجھے وہاں کا درجہ حرارت نارمل کرنا ہو گا۔" — باس نے کہا۔  
 "باس۔ بلیک روم کی بجائے اگر آپ انہیں ایچ۔ ٹو

کانوں تک پہنچ رہی تھی۔ شاید ان کے چہروں پر پھڑپھڑے ہوئے ماسک ایسے تھے جن میں سے ہوا کے اندر آنے کے راستے موجود تھے۔ کیوں کہ ماسک کے باوجود انہیں سانس لینے میں تنگی محسوس نہ ہوتی تھی۔ اور ظاہر ہے اس راستے سے آواز بھی ماسک کے اندر ان کے کانوں تک پہنچ رہی تھی۔

”ٹھہرو۔۔۔ میں پروفیسر سے بات کر لوں۔ کیوں پروفیسر اگر انہیں کو۔۔۔ دن سکس انجکشن لگا دیتے جائیں تو تمہاری چیکنگ میں کوئی فرق تو نہیں پڑے گا۔۔۔ چیف باس نے پروفیسر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یہ انجکشن تو غناصے سخت ہوتے ہیں۔ البتہ ان کی معمولی سی ڈوز دے دی جائے تو میرے خیال میں کافی رہے گی۔“

پروفیسر نے جواب دیا۔

”ہاں۔۔۔ مسئلہ تو یہاں سے ایچ۔ ٹو۔ روم تک پہنچنے کا ہی ہے۔ ٹھیک ہے لارک انہیں تھوڑی سی ڈوز دے دو۔“

چیف باس نے کہا۔

”بہتر باس۔۔۔ میں انتظامات کرتا ہوں۔“

لارک کی آواز سنائی دی۔ اور اس کے ساتھ ہی شاید رابطہ ختم ہو گیا۔ کیوں کہ فوراً ہی چیف باس نے پروفیسر کو مخاطب کیا۔

”میں اب جا رہا ہوں پروفیسر۔۔۔ لارک ابھی یہاں آئے گا اور انہیں لے جائے گا۔ اس کے بعد تم اسپس مارسیلانا کی تیاری میں لگ جانا۔ جیسے ہی یہ تیار ہو جائے مجھے اطلاع کر دینا۔“

روم میں رکھ دیں تو زیادہ بہتر رہے گا۔ وہاں یہ حرکت بھی نہ کر سکیں گے اور رہیں گے بھی نارمل۔۔۔ نہ ہی انہیں زیادہ آکسیجن ملے گی نہ یہ حرکت میں آئیں گے۔“

پروفیسر نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

”ادہ۔۔۔ دیر سی گڈ پروفیسر۔۔۔ تم نے واقعی بہت اچھی تجویز بتائی ہے۔ ایچ۔ ٹو۔ روم میں یہ واقعی حقیر کچھوڑوں کی طرح ٹپٹے رہیں گے۔ اور۔۔۔ ٹھیک ہے۔“

باس نے کہا۔

اور پھر اس کے قدموں کی آواز ابھری۔ وہ شاید اُسی طرف جا رہا تھا جہاں سے پہلے پروفیسر نے باس سے بات کی تھی۔۔۔ چوں کہ عمر ان اور اس کے ساتھیوں کے سرورں پر ماسک چٹھے ہوئے تھے۔ تیز مسوئیوں والے ماسک۔ اس لئے وہ اب بھی گردن اور سر کو حرکت میں نہ لاسکتے تھے۔

”لارک۔۔۔ چیف باس سچیکنگ۔۔۔ عمر ان اور اس کے ساتھیوں کو میں ایچ۔ ٹو روم میں پہنچانا چاہتا ہوں۔ اسی صورت میں کہ یہ درمیان میں کوئی حرکت نہ کر سکیں۔ کیوں کہ ان کی مزید چیکنگ ہونی ہے اور اس کے لئے بارہ تیرہ گھنٹے چاہئیں۔“

چیف باس نے کسی لارک سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یس باس۔۔۔ میں انتظام کر دیتا ہوں۔ اس کے لئے انہیں وقتی طور پر ٹو دن سکس کے انجکشن لگا دئے جائیں تو بہتر رہے گا۔ اس طرح انجکشنوں کی وجہ سے یہ دو گھنٹے تک حرکت نہ کر سکیں گے۔“

لارک نے جواب دیا۔ اس کی اونچی آواز عمر ان کے

”سیاہ پتلیاں ہی نہیں ہیں۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟“

پروفیسر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا، اور پھر وہ عمران کے چہرے پر جھک گیا۔ وہ غور سے عمران کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ لیکن جیسے ہی اس کی نظریں عمران کی نظروں سے ملیں۔ پروفیسر کے جسم کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ لڑکھڑاکہ پیچھے ہٹا۔ لیکن اس کا چہرہ ابیں جا رہا۔ عمران چوں کہ پروفیسر کی آنکھیں دیکھتے ہی سمجھ گیا تھا۔ کہ آتے جینا ٹر کیا گیا ہے۔ اس لئے اس نے جان بوجھ کر ایسے الفاظ کہے تھے کہ پروفیسر اس پر تنجاک کہ اس سے نظریں ملانے پر مجبور ہو جائے۔ اور پھر جیسے ہی پروفیسر کی نظریں عمران سے ملیں۔ عمران کی تیز نظریں اس کے ذہن کی تہوں تک پہنچنے کے لئے راستہ بنانے لگیں۔ اور پھر عمران جانتا تھا کہ پروفیسر کو چوں کہ پہلے ہی معمول بنایا جا چکا ہے۔ اس لئے وہ اُس کے لاشعور پر چھائی ہوئی برف توڑ کر اندر پہنچنے کا راستہ بنائے گا۔ اور اس خیال درست ثابت ہوا۔ جیسے ہی عمران نے اپنی ذہنی توانائی کو لہروں کے ذریعے پروفیسر کے ذہن میں ٹرانسمٹ کیا۔ پروفیسر کے جسم کو ایک زوردار جھٹکا لگا۔ لیکن چوں کہ وہ ایک بنا بنایا معمول تھا۔ اس کی اپنی قوت ارادی کو کسی دشمن کے ذریعے ختم کیا جا چکا تھا۔ اس لئے وہ عمران کی طاقت ور ذہنی رو کے ٹکسنے سے مدھنل نہ ہوا۔

”تمہارا مجھ سے ذہنی رابطہ رستے کا۔ تم اب میرے معمول ہو۔“  
 عمران نے ذہنی رُوح کو ایک جگہ مرکوز کرتے ہوئے اُسے اور زیادہ

یحیٰیؑ باس نے کہا۔

"ٹھیک ہے ہاس۔۔۔ پروفیسر کی سپاٹ آواز

سنانی دی۔ اور اس کے ساتھ ہی قدموں کی آواز ابھری اور آہستہ آہستہ معدوم ہو جاتی چلی گئی۔

”ان سب نے ماسک اتار دو۔ یہ ویسے بھی تو حرکت نہیں کر سکتے؛  
پروفیسر کی آواز سنائی دی۔ اور چند لمحوں بعد اس کے ساتھیوں  
نے سب کے ماسک علیحدہ کر دیئے۔ اب عمران گردن گھا  
سکتا تھا بول سکتا تھا۔

”پروفیسر۔۔۔ اب تمہاری خلائی ریسرچ کا اب کیا حال ہے  
چلو شکریہ بڑے عرصے بعد تمہارے دیدار تو ہوئے :  
عمران نے ماسک ہٹتے ہی پروفیسر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور پروفیسر  
اس کی بات سن کر چونک پڑا۔

”اودہ ——— غاں ——— چیف باس نے مجھے بتایا تھا کہ تم نے کسی میٹنگ میں میرے ایجاد کردہ نظام کا حوالہ دیا تھا۔ تم نے اسے کیسے پڑھا تھا؟ ——— یہودی غیر نے چونک کر عمران کے قریب آتے ہوئے کہا۔

”آنکھوں سے بڑھا تھا۔ پروفیسر۔۔۔ دراصل میری آنکھوں میں اللہ تعالیٰ نے عجیب خصوصیات پیدا کر دی ہیں۔ تم خود دیکھ لو۔ میری آنکھوں میں سیاہ پتلیاں ہی نہیں ہیں۔“ — عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

اور گو اس نے چیف باس کی آنکھیں تو نہ دیکھی تھیں۔ لیکن اس کی آواز ضرور سنی تھی۔ ایسی آواز اس کے نقطہ نظر سے کسی ماہر میناٹسٹ کی نہیں ہو سکتی۔ ماہر میناٹسٹ کی آواز اور اچھے میں مخصوص چھین موجود ہوتی ہے۔

بہر حال عمران اب مطمئن تھا کہ وہ جب بھی مناسب سمجھے گا پروفیسر سے ٹیلی فنی کے ذریعے کام لے لے گا۔ اور پروفیسر کی حیثیت ایسی تھی کہ وہ اس کے خاصا کام آ سکتا تھا۔

خندہ لبوں بعد ہی کچھ افراد ان کے قریب آئے اور پھر انہوں نے ایک ایک کمرے کے ان سب کے بازوؤں میں انجکشن انجکٹ کرنے شروع کر دیے۔ انجکشن کا محلول جسم کے اندر پہنچتے ہی عمران کے ذہن کو جھٹکے لگنے شروع ہو گئے۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن پر جیسے سیاہ پردہ سا پھیلتا چلا گیا۔ پھر جب اس کا شعور جاگھا تو اس نے اپنے آپ کو ایک عجیب و غریب کمرے کے فرش پر پڑا ہوا پایا۔

یہ کمرہ ہر قسم کے ساز و سامان سے خالی تھا۔ البتہ اس کی دائیں دیوار کے پاس نیلے رنگ کا پائپ چھت کے ایک کونے سے اندر آتا دکھائی دے رہا تھا۔

عمران کو ہوش آتے ہی گھٹن کا احساس ہوا۔ یوں لگتا تھا۔ جیسے اس کے سینے پر کوئی بہت بڑی چٹان رکھی ہوئی ہو۔ سانس رک رک کر آ رہا تھا۔ اور جسم میں شدید اینٹھن سی ہو رہی تھی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ لیکن اٹھنے کی اس حرکت سے اسے شدید تکلیف

طاقت و رنبا کر اپنا لاشعوری پیغام پروفیسر کے ذہن میں ٹرانسمیٹ کر دیا۔ پروفیسر کے جسم کو ایک اور نہ در دار جھٹکا لگا۔ اس کی آنکھیں ایک بار پھیلیں سکرٹیں اور پھر مہمول پر آ گئیں۔

”ہاں۔۔۔ میں تمہارا مہمول ہوں۔ میرا ذہنی رابطہ تم سے رہے گا۔۔۔ عمران کے ذہن سے پروفیسر کے خیال کی لہر ٹکرانی اور عمران مسکرائے لگا۔

وہ بڑی آسانی سے پروفیسر کے ذہن پر چھائی ہوئی برف توڑنے اور اسے اپنے کنٹرول میں کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس میں اس کی ذہنی طاقت کے ساتھ ساتھ پروفیسر کی کمزور قوت ارادی کو بھی بہت دخل تھا۔ پروفیسر کی قوت ارادی شاید مخصوص ادویات سے ختم کر کے اسے کسی مشین کے ذریعے میناٹسٹ کیا گیا تھا۔ کیوں کہ عمران جانتا تھا کہ ایسی مشینیں ایجاد ہو چکی ہیں جنہیں مانڈواشر اینڈ کنٹرولر کہا جاتا ہے۔

اور چیف باس کی باتیں سننے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا تھا۔ کیوں کہ اس کی باتوں سے ہی بات عیاں تھی کہ وہ عمران اور اس کے ساتھیوں کا ذہنی لیول چیک کر کے انہیں بھی اپنی لیبارٹری میں تعینات کرنا چاہتا ہے۔ اور جو چیف باس یہاں سے کسی اور کمرے تک انہیں صحت مند دماغ کے ساتھ جانے کی اجازت نہیں دے سکتا وہ انہیں نارمل ذہن کے ساتھ کیسے لیبارٹری میں رکھ سکتا ہے۔ اس سے واضح ہے کہ وہ پروفیسر کی طرح انہیں بھی ذہنی طور پر کنٹرول کر کے یہاں رکھنا چاہتا ہے۔

ہوئی اور سانس رکنا ہوا محسوس ہوا۔ عمران نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھا۔ اس کا پورا جسم ٹٹوں بھاری محسوس ہو رہا تھا۔ اور عمران سمجھ گیا کہ کمرے سے آکسیجن باہر نکال لی گئی ہے۔ اور اب اس پائپ کے ذریعے آکسیجن کی بہت معمولی سی مقدار کمرے میں چھوڑ دی جا رہی ہے۔ یہ آکسیجن کی کبھی تھی جس کی وجہ سے اس کا جسم بھاری محسوس ہو رہا تھا اور سانس لینے میں تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن وہ کیا کر سکتا تھا۔ آکسیجن کی وافر مقدار کہاں سے لاتا۔ اس لئے خاموش بیٹھا رہا۔ آہستہ آہستہ باقی سا تھی بھی ہوش میں آتے گئے۔ لیکن ان کی بھی وہی حالت تھی جو عمران کی تھی۔

”یہ کیا ہو رہا ہے عمران صاحب۔ میرا سانس کیوں گھٹ رہا ہے اور جسم بھی بھاری ہے۔“ صفدر نے مہمانی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”آکسیجن ہنگی ہو گئی ہے۔ اس لئے اس کا راشن کر دیا گیا ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔ اور صفدر سر ہلا کر خاموش ہو گیا۔

اُسے چوں کہ بیٹھتے ہوئے زیادہ تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ اس لئے وہ فرش پر لیٹ گیا۔ اس طرح تکلیف میں قدرے کمی ضرور ہو گئی۔ لیکن آکسیجن کی کمی بہر حال ان پر بڑی طرح اثر انداز ہو رہی تھی۔ اور واقعی وہ حقیقہ چوڑوں کی طرح فرش پر بے حس و حرکت پڑے ہوئے تھے۔ حالاں کہ ان کے جسم بھی بے حس نہ تھے۔ عمران کو کسی کو بے بس کر کے کا یہ آئیڈیا

بے حد پسند آ رہا تھا۔ اور وہ سوچ رہا تھا کہ آئندہ وہ بھی کبھی ضرورت پڑی تو اس شاندار آئیڈیے کو مجرموں پر ضرور آزمائے گا۔ کمرہ بالکل بند تھا۔ بلکہ اُسے ایئر ٹائٹ کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ اچانک اُن کو پروفیسر کا خیال آ گیا۔ اور اُسے اپنی کھوپڑی پر غصہ آنے لگا کہ اب تک اُسے پروفیسر کا خیال کیوں نہ آیا تھا۔ شاید آکسیجن کی کمی اس کے دماغ پر بھی اثر انداز ہو رہی تھی۔

اس نے اپنے ذہن کو پروفیسر کے ذہن پر کنٹرول کرنے کے لئے مرکز کرنا شروع کر دیا۔ شہزاد میں وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ آکسیجن کی کمی نے واقعی دماغی رد کو کمزور کر دیا تھا۔ لیکن اپنی مضبوط قوت ارادت کی بنا پر مسلسل کوشش کے بعد آخر کار وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ اور اُسے احساس ہوا کہ پروفیسر کے ساتھ اس کا ذہنی رابطہ قائم ہو چکا ہے۔

پروفیسر۔ فوراً ایج۔ ٹوروم میں آکسیجن کی سپلائی بڑھاؤ۔ اُن نے خیال کے تحت پروفیسر کو حکم دیا۔

”ہاں۔ میں بڑھاتا ہوں۔“ عمران نے پروفیسر کا جواب ذہنی طور پر موصول کر لیا۔ اور اُسے اطمینان ہو گیا کہ اب آکسیجن کی سپلائی بحال ہو جائے گی۔ چوں کہ یہ سب سے اہم کام تھا۔ اس لئے عمران نے مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہ سمجھی۔ اور عمران کو یہ بھی محسوس ہو رہا تھا کہ آکسیجن کی مسلسل کمی اس کے ذہن کو بھی مسلسل کمزور کئے جا رہی ہے۔ اور وہ زیادہ

اس بارچوں کے آکسیجن مکمل طور پر مل رہی تھی۔ اس لئے عمران نے جلد ہی رابطہ قائم کر لیا تھا۔ اور اُسے کوئی تکلیف بھی محسوس نہ ہو رہی تھی۔

”تمہارا چیف باس کون ہے۔۔۔ اس کا نام بتاؤ۔“ عمران نے پوچھا۔

”میں نہیں جانتا نہ ہی میں نے اس کا کبھی چہرہ دیکھا ہے۔ میرے سامنے ہمیشہ نقاب لٹکائے ہوئے آتے ہیں۔۔۔“ پروفیسر نے جواب دیا۔

”اس کا یہاں لیبارٹری بنا کر فلائی راز چرانے کا کیا مقصد ہے؟“ عمران نے پوچھا۔

”میں نے سمجھی اس سے پوچھا نہیں۔ اور نہ ہی مجھے اس کا فیصلہ آیا۔“ پروفیسر کا جواب موصول ہوا اور عمران اپنے سوال پر خود ہی شرمندہ ہو گیا۔ کیوں کہ جب اُسے معلوم تھا کہ پروفیسر ذہنی طور پر کنٹرولڈ ہے۔ تو ظاہر ہے پروفیسر ایسے سوالات پوچھ بھی نہ سکتا تھا۔

”پروفیسر۔۔۔ اس پوری لیبارٹری کا کنٹرول کہاں ہے؟“ عمران نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد سوال کیا۔

”کنٹرول روم میں۔۔۔ جہاں چیف باس موجود ہوتا ہے۔“ پروفیسر نے جواب دیا۔

”تم میرے سوال کا مقصد سمجھو پروفیسر۔ کوئی ایسی جگہ بتاؤ جہاں سے لیبارٹری کو جاد کیا جاسکے اور چیف باس

دیر تک ایسی حالت میں رابطہ بھی قائم نہیں رکھ سکتا تھا۔ اس لئے یہ حکم دے کر وہ خاموش ہو گیا۔ پھر تقریباً دس منٹ بعد اچانک اُسے محسوس ہوا جیسے اس کے سینے پر محسوس ہونے والی بھاری چٹان تیزی سے سرکرتی جا رہی ہو۔ اور وہ سمجھ گیا کہ پروفیسر نے کام کر دیا ہے۔ اب سانس کی تنگی بھی دور ہوتی جا رہی تھی۔ اور اس کا رد عمل دوسروں پر ہوا۔ اور چند لمحوں بعد وہ سب بڑی آسانی اور سہولت سے سانس لینے لگے اور پھر وہ آہستہ آہستہ اٹھ کر بیٹھے اور اس کے بعد کھڑے ہو گئے۔ یہ اچانک کیا ہو گیا۔ کیا آکسیجن کی مقدار بڑھ گئی ہے؟ کیپٹن شکیل نے کہا۔

”ہاں۔۔۔ میرے خیال میں راشن ختم کر دیا گیا ہے۔ اب آکسیجن کھلی مارکیٹ میں ملنی شروع ہو گئی ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لیکن ایسا کیوں ہوا۔ کیا وہ ہمارے ساتھ کچھ اور کرنا چاہتے ہیں۔۔۔“ صفدر نے کہا۔

لیکن اس بار عمران نے کوئی جواب دیا۔ وہ آنکھیں بند کئے خاموش کھڑا تھا۔ اس کا چہرہ تیزی سے سرخ ہوتا جا رہا تھا جیسے اس کے جسم کا سارا خون سمٹ کر اس کے چہرے پر آ گیا۔ ”کیا تم میرے خیالات موصول کر رہے ہو پروفیسر؟“ عمران نے ذہنی رد کے تحت پروفیسر کے ذہن سے سوال کیا۔

”ہاں۔۔۔ میں موصول کر رہا ہوں۔“ عمران کو جواب ملا۔

اور اس کے ساتھیوں کو بے بس کیا جاسکے۔ — عمران نے اپنے سوال کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔۔۔ ایسی جگہ ہے۔ یہ مین پاور پلانٹ ہے۔ جس سے یو۔سکس توانائی حاصل کی جا رہی ہے۔ اگر اس توانائی کی سپلائی روک دی جائے تو پوری لیبارٹری جامد ہو سکتی ہے۔“

پروفیسر نے جواب دیا۔

”یو۔سکس۔۔۔ اس کا مطلب ہے یہ پلانٹ چونے والی دلدل کے ساتھ ہوگا۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

”ہاں۔۔۔ وہ دلدل کے ساتھ ہے۔ اور دلدل کو بطور خالی مال استعمال کیا جاتا ہے۔“

پروفیسر نے جواب دیا۔

”یہ ایچ۔ٹو۔روم جہاں عمران اور اس کے ساتھی قید ہیں۔ اس پاور پلانٹ سے کتنے فاصلے پر ہے۔“

عمران نے پوچھا۔

”یہ اس پاور پلانٹ کے عین اوپر ہے۔ درمیان میں چھت ہے۔“

پروفیسر نے جواب دیا۔

”اس کمرے کے تیار کرنے کا مقصد کیا ہے۔“

عمران نے پوچھا۔

”سال میں دو ماہ ایسے آتے ہیں جب موسمی حالات کی وجہ سے دلدل میں چونے کی مقدار کم ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ ان دو ماہ کے لئے اس کمرے میں چونا اسٹاک کیا جاتا ہے۔ ایشلم چونا۔۔۔ اور اسے سٹور کرنے کے لئے مخصوص مقدار میں آکسیجن سپلائی کی جاتی ہے۔ اس لئے ایچ۔ٹو۔روم بنایا گیا

ہے۔“

پروفیسر نے جواب دیا۔

”اب وہ اس کمرے کی مخصوص طرز تعمیر کی وجہ سمجھ گیا تھا۔“

یہ چونا پاور پلانٹ کو کیسے سپلائی کیا جاتا ہے۔“

عمران نے پوچھا۔

”پاور پلانٹ میں ایک مشین سے سکر کہا جاتا ہے۔ نصب ہے۔ اس کی سٹیم کو دائیں جانب چھت میں سیٹ کیا جاتا ہے اور چھت کا وہ حصہ ہٹا دیا جاتا ہے۔ سکر مشین مخصوص مقدار میں چونا اس کمرے سے لے کر پاور پلانٹ کو سپلائی کرتی رہتی ہے۔“

پروفیسر نے جواب دیا۔

”کیا چھت کو پاور پلانٹ سے ہٹا دیا جاتا ہے یا اس کمرے میں بھی کوئی سسٹم ہے۔“

عمران نے پوچھا۔

”اس کمرے میں بھی سسٹم موجود ہے۔ کمرے کے ایک کونے میں چھت کی پلیٹ باقی کمرے سے علیحدہ ہے۔ اس پلیٹ کے دونوں کناروں پر جب ایک جیسا دباؤ ڈالا جاتا ہے تو پلیٹ ہٹ جاتی ہے۔“

پروفیسر نے جواب دیا۔

”پاور پلانٹ میں کتنے افراد موجود رہتے ہیں۔“

عمران نے پوچھا۔

”تمام پاور پلانٹ آٹومیٹک ہے۔ صرف ایک سپروائزر ایمر جنسی کئے لئے وہاں تعینات رہتا ہے۔“

پروفیسر نے جواب دیا۔

”اور کئے۔۔۔ سنو پروفیسر۔ تم میرے معمول ہو۔“



اور عمران کی یہ بات سن کر سب کے بے اختیار چہرے ٹھنک گئے۔  
عمران نے قافیہ خوب ملایا تھا۔

”آؤ پھر۔۔۔ اس پیٹ باس کی قل خوانی کر ہی لی جاتے۔  
بے چارہ شاید اس قل خوانی کی وجہ سے جنت کا مستحق بن جائے۔“  
عمران نے کہا۔

اور پھر وہ تیزی سے کمرے کے دائیں کونے کی طرف بڑھا چلا  
گیا۔ عمران کے ساتھی حیرت سے اُسے دیکھ رہے تھے۔  
”میرا خیال ہے عمران کا دماغ چل گیا ہے۔“ تنویر نے  
دوبان سے مخاطب ہو کر دے بے بے میں کہا۔

”دماغ چلا نہیں بلکہ دوڑ پڑا ہے۔ آکسیجن جو مل گئی ہے اسے“  
عمران نے دور سے ہی کہا۔ اس نے تنویر کا فقرہ سن لیا تھا۔  
”آخر ہمیں بھی تو بتاؤ تم کیا کرنا چاہتے ہو۔“ جو لیانے  
نہ رے سخت بے بے میں کہا۔

”بتایا تو ہے کہ چیٹ باس کی قل خوانی کر فی ہے۔“ عمران  
نے سر ملاتے ہوئے کہا۔

دو اب دائیں کونے میں پہنچ چکا تھا۔ اور بڑے غور سے فرش  
کو دیکھ رہا تھا۔ بظاہر فرش سموار اور برابر نظر آ رہا تھا لیکن عمران  
کی تیز نظروں نے ایک جگہ جھری چیک کر لی۔

”سنو۔۔۔ اس کمرے کے نیچے لیبارٹری کا مین پاؤر  
پلانٹ ہے۔ جو ہے تو آؤ ٹھیک۔ لیکن وہاں ایک سپروائزر رہے  
وقت موجود رہتا ہے۔ ہم نے اس سپروائزر پر قابو پانا

اور رہو گے۔“ عمران نے زور دیتے ہوئے کہا۔  
”ہاں۔۔۔ میں تمہارا معمول ہوں اور رہوں گا۔“

پروفیسر نے فوراً ہی خیال کے ذریعے جواب دیتے ہوئے کہا۔  
اور عمران نے سر کو جھٹکا دیتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی  
آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ سبوں کے ذہنی رابطہ قائم کرتے  
ہوئے وہ ارد گرد کے ماحول سے قطابے نیاز ہو جاتا تھا۔ اس  
لئے اس نے مذہبی اس دوران کوئی آواز سنی تھی اور نہ ہی کسی بیرونی  
چیز کو محسوس کیا تھا۔۔۔ اور آنکھیں کھولتے ہی اس نے دیکھا کہ  
تمام ممبر فرس پر خاموش بیٹھے اُسے دیکھ رہے تھے۔ یوں جیسے  
بچے کسی ماری کی طرف اشتیاق بھری نظروں سے دیکھتے ہیں۔  
کہ ابھی وہ کوئی حیرت انگیز شعبہ دکھائے گا۔

”یہ تم سب لوگ مجھے کیوں اپنی جگہوں کا مارگٹ بناتے ہوئے  
ہو۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تمہارا انداز بتا رہا تھا کہ تم اپنے ذہن کو کسی خاص حالت میں  
استعمال کر رہے ہو۔ تمہاری اس حالت پر پہلے تو سم  
پریشان ہوئے۔ لیکن پھر جو لیانے بتایا کہ ایسا اس وقت ہوتا ہے  
جب خیال خوانی یا ٹیلی پیتھی کا استعمال کیا جائے۔ اس لئے ہم خاموش  
ہو رہے تھے۔ صفر نے جواب دیا۔

”خیال خوانی اور ٹیلی پیتھی۔۔۔ یہ کیا ہوتے ہیں۔ قل خوانی اور  
پیتھی سے تو میں واقف ہوں۔ لیکن۔۔۔۔۔۔۔۔“  
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ہے۔ اس لئے تم سب ہوشیار رہنا۔۔۔ عمران کے جھری  
چیک کرتے ہی اپنے قریب پہنچے ہوئے باقی ساتھیوں سے مخاطب  
ہو کر کہا۔

”تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا۔ کیا تم پہلے لیبارٹری میں  
آچکے ہو۔۔۔ جو لیانے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”تم نے خود ہی تو میٹھی کی بات کی تھی۔ یہ ساری کارستانی  
سلیمان کی ہے۔ وہ مجھے مونگ کی دال کے ساتھ میٹھی کے پرائے

کھانا دیتا ہے۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔  
اور دوسرے لمحے اس نے جھک کر فرش کی اس پلیٹ کے دونوں

کناروں پر جس کے ساتھ جھری نظر آرہی تھی سب وقت ایک  
جیسا دباؤ ڈالا۔۔۔ اور دباؤ ڈالتے ہی کشکک کی آواز ابھری۔

اور پلیٹ تیزی سے ایک طرف کھسکتی ہوئی باقی فرش میں  
غائب ہو گئی۔ اب وہاں ایک خاصا بڑا خلا نظر آنے لگا تھا۔

اتنا بڑا خلا جس میں سے جو انا جیسا لجم شیخیم آدمی بھی آسانی سے  
گزر سکتا تھا۔۔۔ خلا ہوتے ہی عمران نے تیزی سے جھک کر

خللے سے دوسری طرف جھانکا۔ پھر جیسے ہوا کا جنون کا تیزی سے  
گزر جاتا ہے۔۔۔ اس طرح عمران نے اس خلا میں جھلانگ

لگا دی۔ دوسرے لمحے نیچے ایک دھماکہ ہوا۔ اور اس کے ساتھ  
ہی کسی کی چیخ سنائی دی۔ اور اس کے بعد خاموشی طاری ہو گئی۔

”آجاؤ بھئی جلدی سے آجاؤ۔۔۔ پیراٹر وینک “  
نیچے سے عمران کی تیز آواز سنائی دی۔ اور پھر صفدر نے نیچے

جھانکا۔ نیچے خاصی گہرائی میں ایک بڑا سا کدو تھا۔ جس کے چاروں  
طرف بڑی بچیدہ سی مشینیں چل رہی تھیں۔۔۔ ایسی مشینیں جنہیں

اس سے پہلے صفدر نے نہ دیکھا تھا۔ حالانکہ گہرائی خاصی تھی۔  
لیکن صفدر نے اپنے جسم کو ایک لمحہ کے لئے تو لا اور پھر نیچے جھلانگ

لگا دی۔۔۔ وہ یوں قلابازی کھا کر نیچے فرش کی طرف ٹکرتا  
جیسا جیسے سوکھانگ پول میں قلابازی کھا کر جھلانگ لگائی جاتی ہے۔

فرش کے قریب پہنچتے ہی اس نے ایک بار پھر قلابازی کھائی  
اور پھر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔۔۔ عمران بڑے اطمینان سے ایک

طرف کھڑا تھا۔ اور اس کے قدموں میں ایک نوجوان جس نے  
سفید رنگ کا کوٹ پہنا ہوا تھا بے حس و حرکت پڑا تھا۔ ایک

دف شیشے کی ایک میز اور اس کے پیچھے ایک کرسی تھی۔ میز پر  
ایک مستطیل سی مشین رکھی ہوئی تھی۔ جس میں مختلف رنگوں

کے بلب تیزی سے چل بھر رہے تھے۔ صفدر کے بعد باقی ممبر بھی  
ایک ایک کر کے نیچے کود اُٹے۔ چوں کہ ان سب نے باقاعدہ

پیراٹر وینک کی تربیت حاصل کی تھی۔ اس لئے انہیں  
اتنی بلندی سے نیچے کودنے میں ذرا براہِ بھی چوٹ نہ لگی۔ اب

ادھر صرف جوزف اور جوانا رہ گئے تھے۔ یہ دونوں ہی  
پیراٹر وینک کے معنی سے نابالغ تھے۔ جوزف اب خلا سے جھانک

رہا تھا۔ اُسے شاید اتنی گہرائی میں پختہ فرش پر کودنے کی  
سمہت نہ ہو رہی تھی۔

”ارے۔۔۔ تم اوپر ہی اٹک گئے۔۔۔ کوڈ پڑو۔“

"مہرا۔۔۔ عمران صاحب۔۔۔ آپ واقعی جادوگر ہیں۔"

آپ نے جوزف کو واپس اچھال کر اس کی سیڑھ اور وزن کم

”اچھا۔۔۔ اس طرح دزن کم ہو جاتا ہے۔ یا زینت یہ جاسوسی

ماسوسی چھوڑ کر سلمنگ سینٹر نہ کھول لیں۔ آج کل کی موٹی غوربتیں

دسی۔ وہ اب جوزف کی طرح خلا میں سے جھانک رہا تھا۔

تو یہی آجائے شاگردِ دارِ عینیت۔۔۔ عمران نے ماسٹر کا جواب دیتے

ہوئے کہہ اور جو انہوں نے عمران کی بات سنی تھی یہی پھیلانگ

باقی ساقم ہی سمجھ رہے تھے کہ عمران جو انا کے ساتھ بھی

ان کا آنکھوں پر دیکھ کر کھل کر کھل کر رہ گئیں کہ جلسے ہی جو انا جلسہ

سبک دھریں گے اور انہیں اُسے اپنے دونوں ہاتھوں سے روکا اور بک

بوانا کمران کے ہاتھوں میں یوں تو پکڑے گئے تھے۔

عمر ایانے زور سے کہا۔

دی۔ ایک کتاب مرثیہ خانہ فیضیہ اکبر شہار

"آپ اس جوزف کو سنبھال لیں گے۔۔۔۔۔ معذرت کی حیرت

وہ کسی بھاری بورے کی طرح میدانِ سابی سر کے بل نیچے فرس

غمران کے ددلوں پائو حرکت میں آئے اور بدروسے کی طرح کرتا

یہ زمین سے شکر اکر اوپر کو اٹھتی ہے۔ اس طرح اوپر اٹھنے سے

ماکر حبیب وہ دوبارہ نیچے آیا تو اس بار اس کی ٹانگیں نیچے اتر

۱۱۔ سنبھال لیا جیسے بچے کسی گھلوںے کو کیچ کرتے ہیں۔ دوسرے

سے شاید یقین نہ آ رہا تھا کہ وہ اس طرح قبیح سامیت

"اب کیا کرنا ہے۔ یہ کیسی مشینیں ہیں۔" — کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ابھی دیکھتے ہیں۔ پہلے اس خانے کو تو بند کریں۔ ورنہ لوگ اوپر سے کودتے رہیں گے اب میں کس کس کو سنبھالتا ہوں گا؟" عمران نے بڑا سامنا بناتے ہوئے جواب دیا۔ اور پھر وہ تیزی سے اس میز کے پیچھے رکھی ہوئی کرسی کی طرف بڑھا۔ اس نے جھک کر اس مشین کا مشاہدہ کرنا شروع کر دیا۔ مشین خاصی پیچیدہ سی تھی۔ وہ کافی دیر تک اُسے بغور دیکھتا رہا۔

نئی مشین جو نے کی وجہ سے اس پر جگہ جگہ الفاظ میں انڈیکسز بھی لکھی ہوئی تھیں اور پھر عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ایک بٹن پر انگلی رکھی اور بٹن دبا دیا۔ لیکن پھر اُسے بٹن سے انگلی اٹھانے کی بھی مہلت نہ ملی۔ ایک خوف ناک گڑگڑاہٹ کی آواز ابھری۔ اور اس کے ساتھ ہی عمران کے ذہن پر جیسے یک لمخت اندھیروں نے یلغار کر دی۔ آخری منظر جو اس کے شعور میں رہا وہ سامنے کھڑے ہوئے اپنے ساتھیوں کو کٹھ پتلیوں کی طرح گرتے ہوئے دیکھنا تھا۔

کسی گیند کو بھی نہیں گرنے دیتے۔ چند لمحے لحیم شمیم جو انا عمران کے ہاتھوں میں گیند کی طرح الٹ پلٹ ہوتا رہا اور پھر عمران نے ہاتھ علیحدہ کئے اور جو انا اطمینان سے فرش پر کھڑا ہو گیا۔ وہ حیرت سے کبھی اپنے آپ کو دیکھتا کبھی عمران کو۔ جس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

"حیرت انگیز۔ انتہائی حیرت انگیز۔ تم تو پورے مداری ہو۔ جو انا جیسے لحیم شمیم آدمی کو ہاتھوں پر اس طرح روکنا کہ تمہارے جسم میں بل بھی نہ پڑے اور پھر اُسے گیند کی طرح الٹ پلٹ کر پلک پلک تھکنے میں زمین پر کھڑا کر دینا۔ مجھے اب بھی یقین نہیں آ رہا۔" اس بار جو لیا نے کہا۔

"مس جو لیا۔ کمر میں بل پڑنے والی صنف سے یہ اُرتعلق نہیں ہے۔ یہ صنف تنویر کو مبارک ہو۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور تنویر نے بڑا سامنا بنالیا۔ جب کہ باقی ساتھی بے اختیار ہنس پڑے۔

"یہ آدمی کیسے بے ہوش ہوا۔ کیا پہلے سے بے ہوش پڑا تھا؟ صفدر نے فرش پر پڑے ہوئے آدمی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں۔ جب میں نیچے کودا۔ تو یہ کرسی سے اٹھ کر میری طرف بڑھ رہا تھا۔ چنانچہ نیچے کودتے ہی میں نے بس ذرا ہاتھ کو گھمایا اور یہ بے چارہ فرش پر ٹیٹ کر بے ہوش ہو گیا۔" عمران نے یوں جواب دیا جیسے اس آدمی کے بے ہوش ہونے سے اس کا کوئی واسطہ ہی نہ ہو۔

باس لارک سے بات کی۔ انہوں نے پروفیسر سے بات کرنے کے بعد مجھے جواب دینے کے لئے کہا۔ چنانچہ میں ان کی طرف سے واسپی کال کا انتظار کرتا رہا۔ ابھی کھوڑی دیر پہلے ان کی کال آئی ہے کہ پروفیسر کو جی جواب نہیں دے رہے۔ وہ خاموش ہیں۔ اس لئے میں بحیثیت انچارج براہ راست آپ سے بات کر دوں۔ چنانچہ میں نے آپ کو کال کرنے کی جرات کی ہے۔ ہاربر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ادہ۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ پروفیسر کا دماغ جانے اور آکسیجن لیول برابر کرنے سے کیا تعلق۔ پروفیسر ایسا نہیں کر سکتے۔۔۔ چیف باس نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”۔۔۔ ایسا ہوا ہے۔۔۔ ہاربر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ تم نے قیدیوں کو چیک کیا ہے۔ وہ کس پوزیشن میں ہیں۔۔۔ چیف باس نے کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

”چیک کیا کرنا ہے سر۔۔۔ وہ ایچ۔ ٹو۔ روم سے باہر تو نہیں نکل سکتے۔ اور آکسیجن لیول برابر ہونے کی وجہ سے وہ زیادہ مستعد ہوں گے۔ آپ نے جوں کہ سختی سے منع کیا ہوا ہے کہ ایچ۔ ٹو۔ روم کو آپ کے حکم کے بغیر نہ کھولا جائے۔ اور انہیں چیک کرنے کے لئے روم کھولنا ضروری ہے۔“

گھنٹی کی تیز آواز سنتے ہی چیف باس نے چونک کر سامنے رکھے ہوئے انٹرکام کا بٹن دبا دیا۔  
”ایچ۔ ٹو۔ کنٹرولر۔۔۔ ہاربر سپیکنگ۔۔۔ بٹن دبتے ہی دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔  
”یس۔۔۔ کیا بات ہے۔ قیدی تو ٹھیک ہیں۔  
چیف باس نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”یس باس۔۔۔ وہ تو ٹھیک ہیں۔ آپ کو ایک اطلاع دینی تھی۔ آپ کے حکم کے مطابق ہم نے قیدیوں کے لئے آکسیجن کنٹرول کر دی تھی۔ لیکن کھوڑی دیر پہلے پروفیسر ماننا شا اچانک یہاں پہنچے اور انہوں نے آکسیجن لیول برابر کرنے کا حکم دیا۔ میرے تذبذب پر انہوں نے خود ہی آگے بڑھ کر آکسیجن لیول برابر کیا اور پھر واپس چلے گئے۔ میں نے سر پہلے

چیف باس نے پوچھا۔

”معلوم نہیں سر۔ یہاں سے تو وہ ریسرچ روم جانے کا کہہ کر گئے ہیں۔ انہیں گئے ہوئے کافی دیر ہو گئی ہے۔ آپ سے پہلے باس لارک کی کال آئی تھی وہ بھی پروفیسر کے متعلق پوچھ رہے تھے۔ میں نے انہیں بھی ہی بتایا ہے کہ پروفیسر ریسرچ روم میں ہیں۔ اس آدمی کا اہم بے حد مودبانہ تھا۔“

”او۔ کے۔“ چیف باس نے کہا اور تگونی آلے کا وہ بٹن دوبارہ دبا دیا۔ سکرین تاریک ہو گئی۔ اس نے اب پہلے والے بٹن سے چوتھا بٹن دبایا تو سکرین ایک بار پھر روشن ہو گئی۔ لیکن اس بار اس پر منظر پہلے سے مختلف تھا۔ یہ ایک چھوٹے سے کمرے کا منظر تھا۔ جو کسی کیمسٹ کی تجربہ گاہ معلوم ہو رہا تھا۔ کیوں کہ وہاں دیواروں میں نصب کئی المادیوں میں بے شمار مختلف انداز کی بوتلیں رکھی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ کمرے کے درمیان میں ایک لمبی سی میز کے ساتھ پروفیسر کھڑا تھا۔ میز پر رکھی ہوئی ایک بڑی سی بوتل کے منہ پر قیف لگی ہوئی تھی۔ اور پروفیسر اس قیف کے ذریعے کوئی محلول آمستہ آمستہ اس بوتل میں ڈال رہا تھا۔ وہ بڑے انہماک سے اپنے کام میں لگا ہوا تھا۔ چیف باس خاموش بیٹھا اسے دیکھتا رہا۔ جب اس نے محلول ڈال کر بوتل ایک طرف رکھی تو چیف باس نے اُسی بٹن کو دوبارہ پریس کر دیا۔ ادا اُسی لمحے پروفیسر چونک پڑا۔ اب سکرین پر پروفیسر کا چہرہ کلوز اپ ہیں نظر آ رہا تھا۔ پروفیسر کی خالی خالی نظریں اُسے سکرین

بار بار نے الجھے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔  
”ہیوں۔“ ٹھیک ہے۔ تم یہ لیول دوبارہ کنٹرول کر دو۔ میں پروفیسر سے بات کرتا ہوں۔“ چیف باس نے کہا۔

”بہتر سر۔“ جیسے حکم سر۔“ بار بار نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ اور چیف باس نے ہاتھ بڑھا کر بٹن آف کر دیا۔

اس کے بعد اس نے تیزی سے میز کے ایک کنارے پر پڑا ہوا تگونی سا آلہ اٹھایا اور اس پر لگے ہوئے کئی بٹنوں میں سے ایک کو پریس کر دیا۔ بٹن پریس ہوتے ہی سامنے کی دیوار پر نصب ایک سکرین روشن ہو گئی۔ سکرین پر ایک کمرہ نظر آ رہا تھا جس میں بے شمار مشینیں موجود تھیں۔ منہ کوٹوں میں ملبوس دو افراد ان میں سے دو مشینوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔

”بیلو۔“ چیف باس سپیکنگ پروفیسر کہاں ہے۔“ چیف باس نے اُسی بٹن کو دوبارہ پریس کرتے ہوئے کہا۔

”ادہ سر۔“ پروفیسر ریسرچ روم میں ہیں۔ وہ ریسرچ مارسیلانا کی تیاری میں مصروف ہیں۔ ان میں سے ایک نے وہیں بیٹھے بیٹھے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔ ”کیا پروفیسر یہاں سے ایچ۔ ٹو۔ روم میں گئے تھے۔“

”دہی جو حکم دیتا ہے۔ دہی جو میرا مال ہے۔ دہی جس کا میں معمول ہوں۔“ — پروفیسر نے جواب دیا۔

”ادہ — کیا باتیں پوچھی ہیں اس نے۔“ چیف باس نے اچانک ایک خیال کے تحت پوچھا۔

”پاور پلانٹ کے بارے میں۔ اور ایچ۔ ٹو۔ روم سے نیچے

پاور پلانٹ میں پہنچنے کا راستہ پوچھا ہے اس نے۔“

پروفیسر کا لہجہ اُسی طرح مشینی تھا۔ اور چیف باس کا دماغ جیسے بجک سے اڑ گیا۔ اس نے انتہائی تیزی سے بٹن دبا کر آلہ میز پر پھینکا اور بھاگتا ہوا میز کے چھپے سے نکل کر سامنے والی دیوار کے ساتھ نصب ایک بڑی سی مشین کے سامنے پہنچ گیا۔ اس

مشین پر پلاسٹک کا غلاف چڑھا ہوا تھا۔ اس نے وہ غلاف

یوں کھینچ کر دور پھینکا جیسے اس غلاف میں موت چھپی ہوئی ہو۔ پھر

اس نے بڑی تیزی سے مشین کے مختلف بٹن دبائے شروع کر

دیتے۔ مشین کے درمیان میں لگی ہوئی سکرین روشن ہو

گئی۔ اور پھر چند جھماکوں کے بعد سکرین پر ایک کافی بڑے کمرے

کا منظر ابھرا۔ جس میں جدید قسم کی آٹومٹک مشینیں نصب تھیں۔

ایک طرف رکھی ہوئی میز پر مستطیل سی مشین کے سامنے اُسے

علی عمران کھڑا نظر آیا۔ جب کہ اس کے باقی ساتھی اس کے

سامنے کمرے کے درمیان کھڑے اُسے دیکھ رہے تھے۔

اوپر چھت کے ایک کونے میں غلاف آ رہا تھا۔ یہ منظر دیکھتے

ہی چیف باس کا چہرہ غصے سے پھڑکنے لگا۔ اُسی لمحے اس نے

پرصاف دکھائی دے رہی تھیں۔

”پروفیسر — تم ایچ۔ ٹو۔ روم کنٹرول آفس میں گئے تھے۔“

چیف باس نے کزخت لہجے میں کہا۔

”ہاں۔“ گیا تھا۔“ — پروفیسر نے مطمئن لہجے میں

جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیوں گئے تھے۔“ چیف باس نے دانت پیستے

ہوئے پوچھا۔

”آکسیجن نیول برابر کرنے — پروفیسر نے اُسی طرح

اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیوں — تم نے ایسا کیوں کیا —“ چیف باس نے

حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”مجھے حکم دیا گیا تھا — پروفیسر نے جواب دیا۔

”حکم دیا گیا تھا — کیا مطلب — میں نے تو حکم نہیں دیا

کس نے حکم دیا تھا۔“ چیف باس بے اختیار اہل پڑا۔

”اس نے جو حکم دیتا ہے۔ اور مجھ سے باتیں پوچھتا ہے۔“

پروفیسر نے جواب دیا۔ اس کا لہجہ مشینی سا تھا۔

”کون — کون — کس کی بات کر رہے ہو۔“

چیف باس نے اٹھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

پروفیسر کا جواب اس کے حلق سے نہ اُترا تھا۔ کیوں کہ پروفیسر

کے دماغ کو داسھ کر کے اس نے مینا ٹرڈ مشین کے ذریعے صرف

اپنے کنٹرول میں رکھا ہوا تھا۔ پھر اُسے کون حکم دے سکتا ہے۔

عمران کو اس مشین پر جھکے ہوئے دیکھا۔ چیف باس نے بڑی بھڑکی سے اپنے سامنے رکھی ہوئی مشین کے پینڈے میں لگے ہوئے ایک سرخ رنگ کے ہینڈل کو زور سے اپنی طرف کھینچا۔ اس ہینڈل کے کھینچنے ہی مشین میں گونج سی پیدا ہوئی۔ اور مشین کے اوپر لگا ہوا ایک مرکزی بلب تیزی سے سیارک کرنے لگا۔ اس کے ساتھ ہی ایک بڑے سے ڈائل پر موجود سرخ رنگ کی سوئی حرکت میں آئی۔ اور تیزی سے راونڈ کٹاک گھومتی ہوئی آخری ہند سے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ اُسی لمحے چیف باس نے عمران کو انگلی سے مستطیل مشین کا ایک بٹن دباتے ہوئے دیکھا۔ اور عین اُسی لمحے چیف باس نے بھی اس ڈائل کے نیچے نصب سرخ رنگ کے بٹن کو پوری قوت سے پریس کر دیا۔ بٹن کے پریس ہوتے ہی مرکزی بلب کا ایک تیز جھماکا ہوا۔ اس کے ساتھ ڈائل کے آخری ہند سے پہنچی ہوئی سوئی تیزی سے واپس پہلے ہند سے پہنچ گئی۔ اور مشین کی گونج ایک محنت ختم ہو گئی۔ سکریں پر چیف باس نے عمران سمیت اس کے سب ساتھیوں کو کٹھ پتلیوں کی طرح فرش پر گرتے ہوئے دیکھا اور اس کے حلق سے اطمینان کا ایک طویل سانس نکل گیا۔ وہ کچھ لمحے غور سے فرش پر گرتے ہوئے عمران اور اس کے ساتھیوں کو دیکھتا رہا۔ عمران سائیڈ میں گر ا ہوا تھا۔ جب کہ اس کے باقی ساتھی ٹیڑھے میڑھے انداز میں گرتے پڑے تھے۔

اب ان کا فوری خاتمہ لازمی ہے۔ یہ لوگ انتہائی خطرناک

ہیں۔ چیف باس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر مشین کا بٹن آف کیا اور تیزی سے واپس اپنی کرسی پر آگیا۔ اس نے وہی تگونی آلہ دوبارہ اٹھایا اور اس کے سب سے اوپر والا بٹن دبا دیا۔ سلسلے والی دیوار پر نصب سکریں ایک بار پھر روشن ہو گئی۔ سکریں پر کالنگر کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔ چیف باس نے وہی بٹن دوبارہ پریس کیا تو کالنگر چونک کر سیدھا ہوا۔ کتاب اس نے بند کر لی۔

سبس باس : کالنگر کی آواز سنائی دی۔

کالنگر : عمران اور اس کے ساتھی مین پاور پلانٹ میں اکس : ان ریز کا شکار ہوتے پڑے ہیں۔ انہیں پاور پلانٹ سے باہر نکال کر گولیوں سے بھون ڈالو۔ ان کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں بچنا چاہیے۔ جس پر گولی کا سوراخ نہ ہو۔ چیف باس نے ترخت لہجے میں کہا۔

عمران اور اس کے ساتھی مین پاور پلانٹ میں : کالنگر کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھلتی چلی گئیں۔

اُسے شاید چیف باس کی بات پر یقین نہ آ رہا تھا۔ کیوں کہ وہ تو صرف اتنا جانتا تھا کہ عمران اور اس کے ساتھی غاروں سے نکل کر واپس چلے گئے ہیں۔ اور چیف باس نے کمرام کو ان کے قتل پر مامور کیا تھا۔ لیکن اب چیف باس بتا رہا تھا کہ عمران اور اس کے ساتھی لیبارٹری کے نہ صرف اندر ہیں بلکہ اس کے سب



سے اہم شعبے میں موجود ہیں۔

”ہاں۔۔۔ یہ وقت تفصیل بتانے کا نہیں ہے۔ انہیں فوری طور پر ہلاک کرنا ہے۔ مین پاور پلانٹ میں چوٹیں لگ چکی ہیں۔ کوئی ریسک نہیں لیا جاسکتا۔ اس لئے تم انہیں وہاں سے باہر نکالو۔ اور ہلاک کر ڈالو۔۔۔ چیف باس نے کہا۔

”لیکن باس۔۔۔ مین پاور پلانٹ میں داخلے کے لئے پینٹل کوڈ۔۔۔ کالنگر نے کہا۔

”پینٹل کوڈ زیرِ دہلی ہے۔۔۔ جلدی جاؤ۔۔۔ اپنے ساتھ پانچ چھ آدمی لے جاؤ۔ اور سنو۔۔۔ انہیں وہاں سے نکال کر زیرِ دروم میں لے آؤ۔ میں خود وہیں آ رہا ہوں۔ تاکہ خود انہیں ہلاک ہوتا دیکھ سکوں۔۔۔ چیف باس نے کہا۔

”یس باس۔۔۔ حکم کی تعمیل ہو گی۔۔۔ کالنگر نے جواب دیا اور چیف باس نے بین دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔ تھوڑی سی دیر بعد واپس میز پر رکھ کر وہ کچھ لمحے خاموش لیٹا رہا۔ دراصل اب اس کے ذہن میں کچھ ٹھہری ہوئی تھی۔۔۔ کہ وہ پہلے پروفیسر کے ذہن کو اچھی طرح چیک کرے۔ کہ آخر یہ فیصلہ کسے ساتھ کیا ہوا ہے۔ لیکن پھر اس نے اپنا ارادہ بدل دیا۔

کیوں کہ وہ پہلے ان دشمنوں کی ہلاکت کا اطمینان کرے۔ اس کے بعد باقی کارروائی کرے گا۔۔۔ چنانچہ یہ فیصلہ کرتے ہی وہ اٹھا اور آپریشن روم کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھنے لگا تاکہ زیرِ دروم میں پہنچ کر اپنے سامنے تمام کارروائی مکمل کر لے۔

عمران کی آنکھ کھلی تو منظر ہی بدلا ہوا تھا۔ وہ اپنے تمام ممبروں سمیت ایک کھلے کمرے میں پڑے ہوئے بچوں سے بندھے ہوئے تھے۔۔۔ یہ بچے باقاعدہ میسر می کے انداز میں لٹائے ہوئے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی قیدی کو کوڑے مارنے کے لئے کھڑکی سے باندھ رکھا ہو۔۔۔ عمران اور اس کے ساتھی چہرے کی مضبوط بلیٹس سے بندھے ہوئے تھے۔ ان کے سامنے چار مسلح افراد ہاتھوں میں مشین گنیں اٹھائے کھڑے تھے۔ اور ایک لمبا ترنگا آدمی چہرے پر نقاب لگائے ایک طرف اونچی نشست والی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔۔۔ اور ان کے علاوہ ایک نوجوان ہاتھ میں ایک چھوٹا سا لیمپ نما آلہ اٹھائے عمران اور اس کے ساتھیوں کے قریب موجود تھا۔۔۔ وہ آلے کی پشت پر لگے ہوئے بین کو دباتا تو آلے میں سے سرخ رنگ کی

”جینا ٹرم — یہ کونسا ازم ہے۔ کیونٹرم۔ سوٹلزم۔  
ایچیزلزم۔ فاشلزم۔ یہ ازم تو میں نے سنے ہوئے ہیں۔ یہ  
جینا ٹرم کیا ہوتا ہے۔۔۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں  
اب دیتے ہوئے کہا۔

”تم نے پروفیسر کو کس طرح جینا ٹرم کیا تھا۔ جب کہ تم اپنے ٹو  
روپیاں قید تھے۔۔۔۔۔ چیف باس نے کہا۔

”چھوٹی سیر کو۔۔۔۔۔ اسے وہ تو بس معمولی سا کھیل تھا۔ اچھا  
تم اسے جینا ٹرم کہتے ہو۔ میرے لئے تو یہ صرف ایک شعبہ  
ہے۔۔۔۔۔ عمران نے بڑے بے نیازانہ لہجے میں جواب دیتے  
ہوئے کہا۔

”تم ضرورت سے زیادہ ذہین ہو عمران۔۔۔۔۔ اور میں نے  
چاہا تھا کہ تمہیں اپنی لیبارٹری میں رکھ لوں۔ لیکن تم جتنے ذہین ہو  
اس سے زیادہ خطرناک بھی ہو۔ اور اب جب کہ یہ بات سچی سامنے  
آگئی ہے کہ تم جینا ٹرم میں اس قدر ماسٹر ہو کہ واشٹر مشین کو بھی  
کہہ کر ایک کر کے جینا ٹرم کر سکتے ہو۔۔۔۔۔ تو تم دیسے بھی میرے  
لئے بے کار ہو چکے ہو۔ اب تو واشٹر مشین بھی تمہارے ذہن کو  
کنٹرول نہیں کر سکے گی۔ اس لئے میں نے تمہاری اور تمہارے  
ساتھیوں کی فوری موت کا فیصلہ کر دیا ہے۔۔۔۔۔ بہر حال تم  
جیسے ذہین آدمی کے قتل پر مجھے ذاتی طور پر افسوس ہو گا۔“

”چیف باس نے کہا۔ یہ مسٹر چیف باس۔۔۔۔۔ مجھے نہیں معلوم  
”بہت بہت شکریہ مسٹر چیف باس۔“

تیز متاع نکل کر عمران کے ساتھی پر پڑتی۔ اور وہ آدمی اسے کا  
بٹن آف کر دیتا۔ اور پھر دوسرے ممبر کی طرف بڑھ جاتا۔ جس  
پر اسے کی شجاع پڑتی وہ چند لمحوں بعد ہی آنکھیں کھول دیتا۔ جب  
سارے ممبر ہوش میں آگئے تو اسے والا شخص پیچھے ہٹا۔ اس  
نے اسے کو ایک کونے میں رکھا۔۔۔۔۔ اور پھر دیوار کے ساتھ رکھی  
ہوئی مشین گن اٹھا کہ وہ دوسرے مشین گن برداروں کے ساتھ  
کھڑا ہو گیا۔

”کیا حکم ہے باس۔۔۔۔۔ فائرنگ شروع کی جائے۔“  
نقاب پوش کے ساتھ کھڑے ہوئے ایک ادھیڑ عمر نے کرسی پر  
بیٹھے ہوئے نقاب پوش سے مخاطب ہو کر بڑے مودبانہ لہجے  
میں کہا۔

”ٹھہرنا کانگر۔۔۔۔۔ مجھے ایک اسم بات یاد آگئی ہے۔ چپ  
میں اس کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ چیف باس نے  
کرسی سے اٹھ کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا عمران کے سامنے پہنچا اور اس  
سے ایک قدم پہلے رک گیا۔۔۔۔۔ اب وہ غور سے غم آن کو دکھ  
رہا تھا۔ اس کی تیز نظر میں عمران کی نظروں سے ملی ہوئی تھیں۔ دوسرے  
لئے چیف باس کی نظریں ایک لحنت جھپک گئیں۔۔۔۔۔ اور اس  
کے چہرے پر الجھن کے تاثرات ابھر آئے۔

”ہوں۔۔۔۔۔ تو تم جینا ٹرم جانتے ہو۔۔۔۔۔ باس نے زبردستی  
لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

تھا کہ تم اتنے نرم اور ہمدرد دل واقع ہوئے ہو۔ ورنہ میں ادھر کا رخ بھی نہ کرتا۔ نرم دل آدمیوں سے مجھے بڑی ہمدردی ہے۔" عمران نے بھی جواب میں شکریہ ادا کر دیا۔  
"ادھر آتا تو تمہاری حماقت بھئی، تمہارا ہمارے کام سے براہ راست کوئی تعلق بھی نہ تھا۔" چیف باس نے کہا۔

"میری تو پوری زندگی ہی تبسم حماقت رہی ہے۔ ویسے میں تمہاری عظمت کا دل سے قائل ہوں۔ کہ تم نے اپنی ذہانت سے ایسی لیبارٹری قائم کر لی ہے کہ سپر پاورز باوجود فکرس مارنے کے اس جگہ کو بھی تلاش نہیں کر سکے۔ اور اب جب کہ موت ہمارا مقدر بن چکی ہے۔ کیا تم میری آخری خواہش پوری نہیں کرو گے؟" عمران نے بڑے نرم لہجے میں کہا۔  
"میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں تمہاری آخری خواہش پوری کر تا ہوں۔" چیف باس نے اس بار قدرے بے نیازانہ لہجے میں کہا۔

"میری آخری خواہش بڑی معصوم سی ہے۔ میں صرف تمہاری لیبارٹری دیکھنا چاہتا ہوں۔ چاہے تم مجھے یہیں بیٹھے بیٹھے دکھا دو۔ چاہے کسی اور طرح۔" عمران نے جواب دیا۔  
"سو رہی۔" ایسا ناممکن ہے۔" چیف باس نے کہا اور پھر وہ واپس مڑنے لگا۔

اور جیسے ہی اس کی پشت عمران کی طرف ہوئی۔ اچانک عمران اپنی جگہ سے اچھلا اور دو سگڑے لمبے چیف باس کے

دونوں بازوؤں میں جکڑا ہوا اس کے سینے سے آنگار۔ جب کہ عمران ابھی تک اس تختے پر موجود تھا۔ اس کا ایک ہاتھ چیف باس کی گردن کے گرد اور دوسرا اس کے سینے کے گرد تھا۔ عمران کی دونوں ٹانگیں چوں کہ اس تختے سے بندھ چکی تھیں۔ اس لئے وہ تختے سے علیحدہ نہ ہو سکا۔ اس نے ناخنوں میں لگے ہوئے ہیلڈوں کی مدد سے ہاتھ آزاد کر لئے تھے۔

"خبردار۔" اگر کسی نے حرکت کی تو میں اس کی گردن توڑ دوں گا۔" عمران نے چیخے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے چیف باس کی گردن کے گرد پٹے ہوئے بازو کو زور سے جھٹکا دیا اور چیف باس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔

چیف باس کے ساتھی۔ اور خصوصاً کانگر حیرت سے بُت بنے کھڑے دیکھتے رہ گئے۔ انہیں شاید خواب میں بھی یہ تصور نہ تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔

"مختیار اگر آکر دیوار سے پشت لگا دو۔ جلدی کرو ورنہ" انہوں نے اُسی طرح چیخے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے چیف باس کی گردن پر اور باؤ ڈالا۔ اور چیف باس نے بڑی طرح چیخے ہوئے انہیں ایسا کرنے کے لئے کہا۔

"نہیں باس۔" ایسا نہیں ہو سکتا۔ ہم صرف آپ کی فاطر لیبارٹری تباہ ہوتا نہیں دیکھ سکتے۔" کانگر نے جواب میں چیخ کر کہا۔

اور ساتھ ہی اس نے مشین گن برداروں سے چیخ کر فائر

کرنے کے لئے کہا۔ مشین گن برداروں کے جو حیرت سے بہت  
بنے کھڑے تھے کانگر کی آواز سننے ہی تیزی سے مشین گنیں  
سیدھی کیں۔

”بھڑو۔۔۔ مت فائر کرو۔۔۔ چیف باس نے چیختے ہوئے  
کہا۔ اور مشین گن برداروں نے تذبذب کے سے انداز میں  
کانگر کی طرف دیکھا۔ اُسی لمحے کانگر غصے سے چیخا ہوا  
ایک مشین گن بردار کی طرف بڑھا وہ شاید اس سے مشین گن  
خود لینا چاہتا تھا۔ اُسی لمحے تڑتڑاہٹ کی آوازیں ابھریں اور  
پھر وہ تختہ بجلی کی سی تیزی سے اڑتا ہوا کانگر کی پشت پر آ  
پڑا۔۔۔ جو ایک آدمی کے ہاتھ سے مشین گن لے رہا تھا۔  
تختہ چوں کہ کافی بڑا تھا۔ اس لئے وہ کانگر اور اس کے باقی  
مشین گن برداروں سے بھی چوڑائی کے رخ میں پوری قوت  
سے ٹکرایا۔۔۔ اور وہ سب چیختے ہوئے پھیلی دیا اور سے جا  
ٹکرائے۔ اُسی لمحے جو انانے اپنی جگہ سے چلا گیا نکائی۔ اور وہ  
کسی عقاب کی طرح اڑتا ہوا اٹھتے ہوئے افراد کے سر پر پہنچ  
گیا۔۔۔ دوسرے لمحے اس نے بیک وقت نہ صرف دو افراد  
کو پوری قوت سے ٹانگوں کی ضربیں لگائیں۔ بلکہ قلابازی لگا کر  
وہ جب سیدھا ہوا تو اس کے ہاتھ میں ایک مشین گن تھی۔  
اور پھر کمرہ مشین گن کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھا۔ گولیوں  
کی تڑتڑاہٹ میں کانگر اور باقی افراد کی چیخیں بھی شامل ہو گئیں۔  
وہ اٹھ کر سیدھے کھڑے ہونے سے پہلے ہی گولیوں کا شکار

بن چکے تھے۔ یہ کارنامہ جو انانے انجام دیا تھا۔ کہ صرف اپنی بھرپور  
طاقت کی مدد سے اس نے اپنے ہاتھوں اور پیروں پر بندھی ہوئی  
چمکے کی سیٹیں توڑ ڈالی تھیں۔۔۔ اور انہیں توڑتے ہی اس نے  
بجلی کی سی تیزی سے تختہ بھی اٹھا کر ان پر پھینک دیا تھا۔ اگر وہ  
ایسا نہ کرتا تو یقیناً کانگر کی طرف سے ہونے والی فائرنگ سے کسی  
صدمت بھی نہ بچ سکتا۔۔۔ ان سب کا غامخہ کرتے ہی جو ان مشین  
گن اٹھاتے تیزی سے عمران کی طرف آیا۔

”میرے پیروں میں بندھی ہوئی سیٹ پیچھے سے کھول دو۔  
عمران نے اس کے قریب آتے ہوئے کہا۔ اور جو ان تیزی سے  
اڑا۔ اور پھر اس نے پیچھے آکر جھک کر سیٹ میں ہاتھ ڈالا اور ایک  
زوردار جھٹکا دیا۔۔۔ دوسرے لمحے کٹاک کی آواز سے سیٹ  
نوٹ گئی۔ اور عمران کے پیر آزاد ہو گئے۔ وہ چیف باس کو دھکیلتا  
ہوا آگے لے گیا۔۔۔ اور جو انانے دوسرے ساتھیوں کی  
سیٹیں توڑنی شروع کر دیں۔

”اب بتاؤ چیف باس۔۔۔ میری آخری خواہش پوری  
کر دو گے یا نہیں؟“ عمران نے چیف باس سے مخاطب  
ہو کر کہا۔ وہ ابھی تک عمران کے سینے سے جکڑا ہوا تھا۔  
”تم۔۔۔ تم۔۔۔ یہاں سے بچ کر نہیں نکل سکتے کسی بھی  
صورت میں۔“ چیف باس نے کہہ رہے تھے۔  
”اب جب کہ تم میرے

اور صفدر نے اُسے اٹھا کر دوبارہ اُس کرسی پر بیٹھایا دیا جس پر وہ  
چند لمحوں پہلے بیٹھا ہوا تھا۔

”اس کا نقاب اتار دو“ — عمران نے کہا اور صفدر نے کچھ  
کمر اس کا نقاب اتار دیا۔ دوسرے لمحوں عمران بڑی طرح چونک پڑا۔  
کیوں کہ اس کے سامنے بین الاقوامی سائنس دان پروفیسر کرمٹ  
کا چہرہ موجود تھا۔ وہی پروفیسر کرمٹ جسے تمام سپر ہیراؤں  
نے مل کر مشترکہ منصوبہ دناسا کا چیف بنایا تھا۔ اور جس کے ساتھ  
میٹنگ کرتے ہوئے عمران نے پہلی بار نپسلوانا کی خاموشی  
کا ذکر کیا تھا۔

”اوہ — پروفیسر کرمٹ تم — لیکن تمہاری آواز تو  
میسر بلی ہوئی ہے۔ تمہاری چال ڈھال۔ تمہارا انداز۔“  
عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں پروفیسر کرمٹ نہیں ہوں۔ میں اس کا بھائی آراٹ ہوں۔  
جڑواں بھائی۔۔۔ اور سنو — تم میرے ساتھ علاج کر  
لو۔ جتنی چاہو دولت لے لو۔ یہاں سے تم زندہ تو کسی صورت نکل  
نہیں سکتے۔ البتہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں زندہ سلامت  
یہاں سے نکال دوں گا۔ اور یہ بھی وعدہ کرتا ہوں کہ آج کے بعد  
میں کسی سپر ہیراؤں کا کوئی خلائی راز نہ چراؤں گا۔“ — آراٹ  
نے دھیمے لہجے میں کہا۔

”اوہ — تو تم آراٹ ہو۔ پروفیسر کرمٹ کے جڑواں بھائی۔  
اس لئے پروفیسر کرمٹ نے میٹنگ کے دوران جان بوجھ کر نقشے

بائیں ہو۔ مجھے یہاں سے نکلنے سے کون روک سکتا ہے؟“ — عمران  
نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہاں کا نظام سی ایسا ہے۔ تم نے کانگر کو دیکھا۔ اس نے میرا  
کہنا ماننے سے انکار کر دیا۔ اسی طرح سب انکار کر دیں گے۔“  
چیف بائیں نے کہا۔

”رگڑ — یہ اچھا انتظام ہے۔ صفدر تم اسے سنبھالو۔ میں اس  
کا بھی بندوبست کرتا ہوں۔“ — عمران نے چیف بائیں کو  
صفدر کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔

کیوں کہ اب سب ساتھی سائنس سے آزاد ہو چکے تھے۔ اور  
صفدر نے بڑی پھرتی سے چیف بائیں کو سنبھال لیا۔ چیف  
بائیں نے تیزی سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے اپنا رخ موڑنا  
چاہا۔ مگر صفدر نے بڑی پھرتی سے اس کے پہلو پر کرٹے کا  
دار کیا اور چیف بائیں کے حلق سے چیخ نکلی۔ اور وہ ضرب  
کھا کر دوسرے پہلو ہوا تو صفدر کا دوسرا دار اس کے دوسرے  
پہلو پر پوری قوت سے پڑا اور چیف بائیں چینیٹا ہوا پہلو کے بل فرش  
پر جا گرا۔ اور صفدر نے اُسے تیزی سے موٹا کر اس کے  
دونوں ہاتھ اس کی کمر کی طرف کر کے اس کی پشت پر اپنا ایک  
پیر رکھ دیا۔

”شکیل — ایک بلیٹ لے آؤ۔“ — صفدر نے  
کہا اور شکیل نے ایک ٹوٹی ہوئی بلیٹ لاکر چیف بائیں کے  
دونوں ہاتھ اس بلیٹ کی مدد سے مضبوطی سے باندھ دیئے۔

اور عمران نے اور کئے کہہ کہ ذہنی رابطہ ختم کر دیا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی فراخ بینانی پر انجمنیں شکمنوں کی صورت

”پروٹیسسٹر تھریڈل روم میں پہنچ کر لیبارٹری میں جتنے افراد ہیں۔“

میں صاف نظر آرہی تھیں۔

”تم پروفیسر سے ذہنی رابطہ قائم کر رہے تھے۔ لیکن پروفیسر تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔“ عمران کے آنکھیں کھولتے ہی چیف باس نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہاں۔“ پروفیسر بے چارہ بے بس ہے۔ لیکن تم تو بس میں ہو۔ اور بس میں سوار آدمی تھرڈ کلاس کہلاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں تم بس کی بجائے کار سوار بن جاؤ۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور چیف باس حیرت سے عمران کو دیکھنے لگا۔

”کیا مطلب۔“ میں سمجھا نہیں۔ سنو عمران۔ تم اگر وہ زمین سہی۔ لیکن اس لیبارٹری کا نظام ایسا ہے کہ یہاں تم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ جب تک تم اس گمرے میں ہو محفوظ ہو۔ لیکن یہاں سے باہر نکلے ہی تم خود بے بس ہو جاؤ گے۔“ چیف باس نے ٹرے لٹکے لہجے میں کہا۔

”اور اگر میں یہاں سے نکلوں ہی ناں تو پھر نہ۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تو پھر لارک خود معلوم کرے گا کہ آخر مجھے یہاں اتنی دیر کیوں ہو گئی ہے۔“ چیف باس نے دانستوں سے ہونٹ چبلے ہوئے کہا۔

”میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ یہ سب تمہارا پتہ کرنے والی بارسی یہاں آئیں اور میں انہیں تمہارے ساتھ بٹھانے کا اعزاز حاصل کروں۔“ عمران نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

”ہونہ۔“ کبھی کبھی تم احمقوں جیسی باتیں کہہ جاتے ہو۔ اُسے کیا ضرورت ہے یہاں آنے کی۔۔۔ وہ اپنے گمرے میں بیٹھ کر یہاں کی صورت حال معلوم کر سکتا ہے۔ تم انہماکی سے یہاں تشریف لائی ہو۔ یہاں موجود ہو۔ کسی کیفے یا کلب میں نہیں بیٹھے۔“ چیف باس نے بڑا سامنا بناتے ہوئے جواب دیا۔

”لیکن اگر میں تمہاری پیش کش قبول کر لوں تو پھر اس کی کیا ضمانت ہے کہ تم واقعی صبح سلامت ہمیں یہاں سے باہر نکال دو گے؟“ عمران نے چند لمحوں کا موش رمتنے کے بعد پوچھا۔ اس کے چہرے پر بلی سی مایوسی کے آثار نمایاں تھے۔

”اس کے لئے میں تمہیں صرف یقین دلا سکتا ہوں۔ میں لارک سے بات کر دوں گا اور پھر لارک کو احکام دوں گا۔ اور اس کے بعد تم باہر پہنچ جاؤ گے۔“ چیف باس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”عمران کے چہرے پر مایوسی کے آثار دیکھ کر اس کے چہرے پر امید جھلک اٹھی تھی۔

”تو ٹھیک ہے۔“ لارک سے بات۔ لیکن سنو۔ تمہیں بھی ہمارے ساتھ باہر جانا ہو گا۔ جب تک ہم اس علاقے سے باہر نہیں نکل جاتے۔“ عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

اس کا انداز بتا رہا تھا کہ اس نے یہ فیصلہ انتہائی مجبوری کے تحت کیا ہے۔

”گک — کیا مطلب؟ — چیف باس نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

لیکن صفدر تیزی سے آگے بڑھا اور صفدر اور کیپٹن شکیل نے تھوڑی سی جدوجہد کے بعد چیف باس کا لباس اتار دیا۔ اب وہ صرف انڈر ویئر پہنے ہوئے تھا۔ اور عمران نے بڑی پھرتی سے اپنا لباس اتارنا شروع کر دیا اور پھر اس نے چیف باس کا لباس پہنا اور صفدر نے عمران کے اشارے پر اس کا لباس چیف باس کو پہنا نا شروع کر دیا۔ دونوں کے قدم قدامت میں معمولی سا فرق تھا اس لئے بات بن گئی۔ چند لمحوں بعد عمران چیف باس کا لباس پہن چکا تھا۔ اور چیف باس عمران کا لباس پہنے کر سی پر بیٹھا ہوا تھا۔ عمران نے ایک طرف پڑا ہوا چیف باس کا نقاب اٹھایا اور اسے اپنے چہرے پر چڑھا لیا۔ بوٹ تک اس نے بدل لئے تھے۔ اب وہ ہر طرح سے چیف باس لگ رہا تھا۔

”اب تم بھی کر د چیف باس۔ تمہاری طرح میرے پاس بھی تمہاری آخری خواہش پوری کرنے کا وقت نہیں ہے۔“

عمران نے ایک طرف پڑی ہوئی مشین گن اٹھاتے ہوئے کہا۔

اور چیف باس کی آنکھیں خوف سے پھیلنے لگیں۔

”گک — گک — کیا مطلب؟ — چیف باس

نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے پوچھا۔

مگر عمران نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے مشین گن کو نال سے پکڑ کر اس کا دستہ اس کی کھوپڑی پر جا دیا۔ مسلسل

مجھے منظور ہے۔ میں لیبارٹری کو بچانے کے لئے تمہاری ہر شرط منظور کر سکتا ہوں۔“ چیف باس نے کہا۔

”تم نے یہ بھی سوچا ہے کہ میں جا کر اگر تمہاری لیبارٹری کا مکمل و قرق حکومت ایکویمینٹ کو تباہ دوں تو وہ خود ہی تمہاری لیبارٹری کی مکمل حفاظت کے انتظامات کر لیں گے۔“ عمران نے سر ملاتے ہوئے کہا۔

”مجھے اس کی فکر نہیں ہے۔ وہ اس پورے پہاڑ کو ہائیڈروجن بموں سے اڑا دیں تب بھی وہ میری لیبارٹری تک نہیں پہنچ سکتے۔ میں نے اس کے انتظامات پہلے سے کر رکھے ہیں۔ یہ تو مجھ سے حماقت ہوئی کہ تم اندر داخل ہو گئے۔ در نہ تم ساری عمر سرچنے رہتے تو اندر داخل نہ ہو سکتے تھے۔“ چیف باس نے بڑے فخریہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ بات کرو لارک سے۔“ عمران نے کہا۔

”سامنے والی دیوار کے دائیں کونے پر ایک ابھرا ہے۔ اُسے بھڑک مارو۔ دیوار پھٹ جائے گی اور اس میں ایک مشین برآمد ہوگی۔ اس کا سرخ مینڈل و باؤ گے تو لارک سے رابطہ قائم ہو جائے گا۔ میں بات کروں گا۔“ چیف باس نے کہا۔

”صفدر۔ اس چیف باس کا لباس اتار دو۔ مجھے یہ لباس پسند ہے۔ میں بطور نشانی اسے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔“

عمران نے اس بار صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔



لہجے اس پر ایک اویٹر عمر آدمی کی شکل ابھ آئی۔ اس اویٹر عمر کے لب تلے اور کمرے میں آواز گونج اٹھی۔

”لارک حاضر ہے۔۔۔۔۔ چیف باس یہ کیا پوزیشن ہو گئی ہے؟“ لارک کی آواز میں حیرت تھی۔

”یہ لوگ انتہائی خطرناک ثابت ہوئے۔ عین موقع پر انہوں نے ہلٹیں توڑ ڈالیں اور حملہ کر دیا۔۔۔۔۔ کالنگر اور اس کے ساتھی بھی رکتے ہوئے مارت گئے۔ بڑی مشکل سے خاتمہ ہوا۔ ورنہ یہ ہمیں بے ڈوبے تھے۔۔۔۔۔ عمران نے چیف باس کے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”مگر باس۔۔۔۔۔ یہ تو ایچ۔ ٹو۔ روم میں تھے پھر یہ زیر و بم میں کیسے پہنچ گئے۔۔۔۔۔ لارک کی حیرت بھری آواز سنائی دی اور ان سمجھ گیا کہ درمیانی واقعات سے لارک لاعلم ہے۔

”یہ ایچ۔ ٹو۔ روم سے مین پاؤر پلانٹ میں پہنچ جانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ دباؤ سے انہیں بڑی مشکل سے یہاں لایا گیا۔ تاکہ انہیں ہلاک کیا جاسکے۔۔۔۔۔ یہ ہلاک تو ہو گئے۔ لیکن کالنگر اور اس کے ساتھی بھی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا۔

”اوہ باس۔۔۔۔۔ واقعی یہ لوگ انتہائی خطرناک ثابت ہوئے۔ اب کیا حکم ہے۔ کیا ان کی لاشیں برقی بھٹیوں میں ڈال دی جائیں؟“ لارک نے سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

”ان کے لیڈر علی عمران سے ایک اہم بات کا پتہ چلا ہے۔ جو

دو ضربوں کے بعد چیف باس کا سر ڈھلک گیا۔ عمران نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھا اور پھر مطمئن ہو گیا۔

”اب تم سب فرش پر اس طرح لیٹ جاؤ جیسے اس جنگ میں تم بھی شہیدوں کی لسٹ میں شامل ہو چکے ہو۔۔۔۔۔ عمران نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

اور صفدر اور کیپٹن شکیل اس کا منصوبہ سمجھ کر سر ہلاتے ہوئے فرش پر اس طرح لیٹ گئے جیسے گولیاں کھا کر گرے ہوں۔ باقی ممبران نے بھی ان کی پیروی کی۔۔۔۔۔ عمران نے ان میں سے کئی کی پوزیشنوں کو درست کر دیا۔ اور جب وہ مطمئن ہو گیا کہ سر سر ہی

نظروں سے دیکھنے پر وہ واقعی شہید لگتے ہیں تو وہ نشین گن ہاتھ میں پکڑے اس دیوار کی طرف بڑھ گیا۔ جس کے تعلق چیف باس نے کہا تھا۔ اس نے یہ سارا چکر چیف باس سے صرف اپنی بات

اگوانے کے لئے چلایا تھا۔ ورنہ ظاہر ہے عمران جیسا شخص کسی صعوبت میں پیچھے ہٹتا تو جانتا ہی نہ تھا۔۔۔۔۔ اس نے اس بار پیر سے ٹھوکر

مار ہی۔ تو واقعی دیوار درمیان سے بھٹ کر دونوں اطراف میں سمٹی چلی گئی۔ اب وہاں ایک بڑی سی مشین نظر آ رہی تھی۔۔۔۔۔ عمران نے اس کا سرخ ہینڈل کھینچا۔ چیف باس کو بھی وہ کرسی سے نیچے

فرش پر اس طرح ڈال چکا تھا کہ اس کا چہرہ مشین کی مخالف سمت میں تھا۔۔۔۔۔ سرخ ہینڈل کھینچتے ہی مشین میں سے سیٹی کی آواز

گو بخی اور اس کے ساتھ ہی اس میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ پھر اس کے درمیان میں موجود ایک بڑی سی سکرین روشن ہو گئی۔ دوسرے

اہم ترین مسئلہ ہے۔ یہ کیا سبب ہے باس — میں سب کو اذیت دیتی ہوں۔  
لارک نے فوراً ہی جواب دیا۔

”سنو — میرے ذہن میں غداروں کو سلسلے لے آنے کا ایک پلان ہے۔ تم ایسا کرنا کہ ایک میک اپ باکس اپنے ہمراہ لے آؤ۔ اور ساتھ ہی پروفیسر مانتاشا کو بھی لے آؤ۔ — باقی لوگوں کو کمرش ہال میں اکٹھا کر کے ت — عمران نے فوراً ہی ایک پلان ذہن میں بناتے ہوئے کہا۔

”میک اپ باکس اور پروفیسر کو ساتھ — میں باس — حکم کی تعمیل ہوگی۔ — لارک نے چند لمحوں کے تذبذب کے بعد جواب دیا۔ اور عمران نے ہاتھ بڑھا کر مینڈل کو واپس دیا۔ مشین خاموش ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی دیوار دوبارہ تیزی سے برابر ہو گئی۔ دیوار کے برابر ہوتے ہی فرش پر لیٹے ہوئے سب جوان اٹھ کر بیٹھ گئے۔

”آپ کا پلان کیا ہے؟ — صفدر نے کہا۔  
”ارے ارے — اتنی جلدی زندہ ہو گئے۔ ذرا لارک اور پروفیسر کو تو آنے دو۔ اتنی بھی کیا جلدی ہے؟ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور خود اس کمرے پر بیٹھ گیا۔ جس پر چیف باس بیٹھا ہوا تھا۔

”اس کمرے میں کوئی دروازہ تو نظر نہیں آ رہا۔ وہ آئیں گے کہاں سے؟ — کیپٹن شکیل نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

ہماری لیبارٹری کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ میں اس کا فوری طور پر بندوبست کرنا چاہتا ہوں۔ — تم ایسا کرو کہ لیبارٹری میں موجود ہر شخص کو ایک جگہ اکٹھا ہونے کا حکم دو۔ اور پھر یہاں آ جاؤ۔ عمران کو میں نے بے ہوش کر رکھا ہے۔ — میں چاہتا ہوں کہ یہ بات اس کے منہ سے سب کو سنوائی جائے اور پھر اسے ہلاک کیا جائے۔ اس لئے میں یہاں رہوں گا۔ تم سب کو اکٹھا کر کے یہاں آ جاؤ۔ — پھر ہم اسے اکٹھا کر دیاں لے چلیں گے۔  
عمران نے جواب دیا۔

”اوہ باس — ایسی کون سی بات ہو سکتی ہے۔ جس کے لئے سب کو اکٹھا کیا جائے۔ میرے خیال میں باس — یہ لیبارٹری کے لئے اچھا نہیں ہو گا کہ سب مشینیں خالی تھوڑی جاتیں۔ اہم ترین راز حاصل ہو رہے ہیں ان میں رخنہ پڑ سکتا ہے۔ — لارک نے دبے لہجے میں احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

”جو بات اس نے بتائی ہے وہ ان رازوں سے زیادہ لیبارٹری کے لئے قیمتی ہے۔ — لیبارٹری میں چند غدار موجود ہیں۔ ان کی موجودگی میں ہم بارود کے ڈھیر پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں ان غداروں کو پہچاننا چاہتا ہوں۔ تاکہ ان کا فوری طور پر خاتمہ کیا جاسکے۔ — عمران نے اس بار لہجے کو سخت بناتے ہوئے کہا۔ کیوں کہ وہ محسوس کر چکا تھا کہ لارک نے تجویز دی ہے اور یہی ہوئے لہجے میں پیش کی تھی۔

”غدار اور لیبارٹری میں — اوہ باس — واقعی یہ تو

اُسے شاید اب احساس ہوا تھا کہ واقعی کمرہ چاروں طرف سے بند تھا نہ ہی کوئی دروازہ تھا نہ کوئی کھڑکی۔

”اسی لئے تو کہتا ہوں کہ شہید بنے رہو۔ بنجانے کس طرف سے دروازہ نمودار ہو جائے۔ اور اس کے بعد تمہیں شہید ہونے کی مہلت بھی ملے یا نہیں؟“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا، اور اس کی بات سمجھ کر وہ ایک بار پھر پہلے جیسے انداز میں لیٹ گئے عمران کرسی پر بیٹھایوں ٹانگیں ہلانے لگا جیسے سچو نشن سے پوری طرح محفوظ ہو رہا ہو۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد اچانک کھٹاک کی آواز ابھری۔ اور عمران کی پشت پر دیوار درمیان سے پھٹی چلی گئی۔ اب وہاں ایک خلا نظر آنے لگا۔ اور عمران چونک کر کھڑا ہو گیا۔ اس خلا میں سے پہلے وہی ادھیڑ عمر لارک اندر آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ٹیک تھا۔ اس کے پیچھے پرد فیسر تھا۔ خالی خالی نظروں کے مالک پرد فیسر ان دونوں کے اندر آتے ہی دیوار دو بارہ برابر ہو گئی۔

”میک اپ باکس یہاں رکھ دو۔“ عمران نے کہا۔ اور لارک نے میک اپ باکس رکھا۔ مگر دوسرے لمحے وہ بڑھی طرح اچھٹلا۔

”تم۔۔۔ تم۔۔۔ تمہاری آنکھیں۔۔۔“ لارک نے تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی۔ شاید اب پہلی بار نہ دیکھنے پر اُسے احساس ہوا تھا کہ چھپتے باس اور عمران کی آنکھوں میں فرق ہے۔ مگر اس سے پہلے کہ اس کا

ہاتھ جیب تک پہنچتا۔ عمران کے ہاتھ میں کپڑے ہی مہرانی گننے شعلے اچکے اور لارک لٹو کی طرح گھومتا ہوا فرسش پر گرا اور چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔ پرد فیسر پٹی کھٹی آنکھوں سے لارک کو مرنے کی نگاہیں کیا۔ لیکن وہ کچھ بولا نہیں۔ اس کا چہرہ ویسے ہی سپاٹ تھا۔

”تمہاری جگہ لارک شہید ہو چکا ہے۔ اس لئے تم اس لمٹ سے بچو۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ اور وہ سب مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ پرد فیسر چونک کر انہیں یوں زندہ ہوتے دیکھنے لگا۔

”صغیر۔۔۔ یہ میک اپ باکس سنبھالو۔ اور کانٹھ لارک اور اس کے ساتھیوں کے میک اپ جن پر فرٹ ہوتے ہوں کر لو۔ غلطی کرو۔ میں ذرا پرد فیسر سے دو باتیں کروں۔“ عمران نے صغیر سے مخاطب ہو کر کہا اور صغیر سر ہلاتا ہوا میک اپ باکس کی طرف بڑھ گیا۔

”پرد فیسر۔۔۔ یہ کرش بال کہاں ہے۔“ عمران نے پرد فیسر سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور اس کی آواز سن کر جیسے ہی پرد فیسر نے عمران کی طرف دیکھا۔ عمران نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ نظروں سے نظریں ملتے ہی پرد فیسر کے جسم کو ایک جھٹکا سا لگا۔

”یہ لیبارٹری کا سب سے بڑا کمرہ ہے۔ اسے میٹنگ روم کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔“ پرد فیسر نے سپاٹ لہجے میں

جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ اب تم نے ہماری رہنمائی دیاں تک کر لی ہے۔

مجھے پروفیسر نے۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”حکم کی تعمیل ہوگی۔۔۔ پروفیسر نے اسی طرح سپاٹ

لہجے میں کہا۔

پھر صفدر اور کیپٹن شکیل کو تقریباً آدھ گھنٹہ لگ گیا میک اپ

کرنے میں۔۔۔ چیف لباس کے ساتھیوں کے لباس گولیوں اور

خون سے خراب ہو چکے تھے۔ اس لئے انہوں نے نہت چہروں کے

میک اپ ہی بدلے تھے۔

”بس۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔ اشکانی ہے۔۔۔ عمران

نے مطمئن ہوتے ہوئے کہا۔

صفدر نے خود اپنے پہرے پر لڑک کا میک اپ کیا تھا۔ جب کہ

کیپٹن شکیل کانگر کے میک اپ میں تھا۔۔۔ جب کہ باقی ساتھی

کانگر کے ساتھیوں کے میک اپ میں تھے۔ نہت جوزف۔ جو انا

اور جیہا اپنی اصل صورتوں میں تھے۔۔۔ پھر عمران نے صرف

اپنی آنکھوں کا میک اپ کیا چیف لباس جیسا۔

جولیا۔۔۔ تم جوزف اور جو انا سمیت یہیں رہو گی۔ یہ چیف لباس

بھی یہیں رہے گا۔ تم نے ہمارے واپس آنے تک اس کی حفاظت

کر لی ہے۔ اسے میں زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔ آخر تک۔

عمران نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ تم بے فکر رہو۔۔۔ جولیا نے سر

ہلاتے ہوئے کہا۔

”پروفیسر۔۔۔ اب تم یہ دروازہ کھولو۔ اور ہمیں کرش ہال تک

لے چلو۔۔۔ عمران نے پروفیسر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور

پروفیسر سر ہلاتا ہوا واپس مڑا اور اس نے دیوار کی بنیاد میں ایک

جگہ زور سے پی مارا تو دیوار پھٹ گئی۔۔۔ اور غلام خوار ہو گیا۔

اور پھر وہ سب ایک ایک کر کے باہر آ گئے۔ اب وہ ایک چھوٹی

سی راہ دارمی میں تھے۔ جس کے اختتام پر سیڑھیاں اوپر کو جا رہی

تھیں۔۔۔ عمران کے ساتھیوں نے مشین گنیں اٹھائی ہوئی تھیں۔

سیڑھیاں چڑھ کر وہ اوپر پہنچے تو ایک اور راہ دارمی میں تھے۔ اس

راہ دارمی کا اختتام ایک دروازہ پر ہوا۔ یہ ایک کمرہ تھا۔۔۔ پروفیسر

ان سب کو لے کر اس کمرے میں آیا اور پھر یہ کمرہ کسی لفٹ کی طرح

اوپر کو چڑھتا چلا گیا۔ لفٹ جب رکی تو وہ ایک اور راہ دارمی میں

تھے۔ اس راہ دارمی کے آخر میں ایک دروازہ تھا۔

”یہ کرش ہال کا دروازہ ہے۔۔۔ پروفیسر نے دروازے

کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ میرے ساتھ آؤ۔۔۔ اور سنو۔۔۔ تم

بالکل خاموش رہنا۔۔۔ عمران نے پروفیسر کو حکمانہ لہجے میں

کہا اور پھر دروازے کو دھکیل کر وہ اندر داخل ہو گیا۔

یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا۔ جس میں اس وقت ڈیڑھ سو کے قریب

افراد فرش سے نصب کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان سب کے

پہروں پر حیرت اور تجسس کے آثار نمایاں تھے۔۔۔ سارے ایک



سنو — میں نے فیصلہ کیا ہے کہ لیبارٹری کو ایک ماہ کے لئے بند کر دیا جائے۔ کیوں کہ ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ اگر لیبارٹری کو ایک ماہ کے لئے بند نہ کیا گیا تو ایک سپریاؤر لیبارٹری کو ٹریس کر لے گی۔ اب دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ ایک ماہ تک تم سب یہاں بے کار بیٹھے رہو۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ تمہیں ایک ماہ کی چھٹی دے دی جائے۔ تاکہ تم ایک ماہ کی یہ چھٹی اپنے عزیزوں میں اپنی مرضی سے گزاریا سکو۔ لیکن شرط یہ ہے

کی طرف بڑھ گیا۔ پروفیسر اور عمران کے ساتھی بھی خاموشی سے باہر آ گئے۔ عمران نے دروازہ بند کر کے اُسے باہر سے لاک کر دیا۔ اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا لفٹ کی طرف بڑھا۔

”سنو پروفیسر۔۔۔۔۔ اب مجھے فوراً کنٹرول روم میں مل جلوانا۔۔۔۔۔ عمران نے پروفیسر سے کہا اور پروفیسر سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ انہیں ایک دروازے کے سامنے لے آیا جس پر سرخ رنگ کا بلب جل رہا تھا۔

”اس کا کنٹرول کمپیوٹر کہاں ہے۔۔۔۔۔ عمران نے پروفیسر سے پوچھا۔ اور پروفیسر نے کی بولی کی طرف اشارہ کر دیا۔ عمران نے اپنی تیشیں گن کارخ دروازے کی طرف کیا۔ اور پھر ٹرگر دبا دیا۔۔۔۔۔ دو بے کا دروازہ گولیوں سے چھلنی بونا شروع ہو گیا۔ چند لمحوں بعد ایک کھٹاک کی آواز سے چھلنی شہہ دروازہ خود بخود اندر کی طرف کھلتا چلا گیا۔

”کمپیوٹر تباہ ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ پروفیسر نے کہا اور عمران سر ہلاتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا جس میں اکا دکا مشینیں نظر آرہی تھیں۔ ایک بڑی سی میز اور اس کے پیچھے ایک کرسی موجود تھی۔۔۔۔۔ میز پر ایک ریڈیو ٹرانسمیٹر ٹھہرا مستطیل سی مشین تھی۔ ایک طرف ایک تنگونی آلہ موجود تھا۔

”پروفیسر۔۔۔۔۔ اب ان لوگوں کو لیبارٹری سے باہر نکلنے کا کیا طریقہ ہوگا۔۔۔۔۔ عمران نے پروفیسر سے پوچھا۔

”مجھے تو معلوم نہیں ہے۔۔۔۔۔ پروفیسر نے سپاٹ سے

کے لئے کچھ نسخے بھی لے جائیں۔ ہم یقین دلاتے ہیں کہ ہم لیبارٹری کے بارے میں اپنے ہونٹ سی لیں گے اور واپس بھی آجائیں گے۔ ایک اور آدمی نے اٹھ کر کہا۔

”کیا تم حلف لیتے ہو۔۔۔۔۔ عمران نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

”ہاں۔۔۔۔۔ ہم حلف لیتے ہیں۔۔۔۔۔ سب نے بیک آواز ہو کر جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ تمہاری تجویز منظور ہے۔ تم ابھی یہیں رہو گے۔ جب تک میں تمہارے باہر جانے کے انتظامات مکمل نہ کر لوں۔ اور فاراک آفس کو رقم ہیا کرنے کا حکم نہ دے دوں۔ فاراک آفس تم سب کو دس دس ہزار ڈالر دے گا۔ کافی ہیں۔ عمران نے عاقم طاقی بننے ہوئے کہا۔

”یہ بہت ہیں۔۔۔۔۔ یہ بہت بڑی رقم ہے۔ بہت بہت شکریہ۔۔۔۔۔ سب نے خوشی سے فخر لگاتے ہوئے کہا۔ انہیں شاید خواب میں بھی تصور نہ تھا کہ انہیں اتنی بڑی رقم بھی اکٹھی مل سکتی ہے۔

”اور۔۔۔۔۔ سنو پروفیسر۔۔۔۔۔ اب تمہیں یہاں آکر اطلاع دے گا اور پھر تمہیں باہر چھوڑ آتے گا۔ اب تم نے پروفیسر کا حکم یوں ماننا ہے جیسے تم میرا مانتے ہو۔۔۔۔۔ اور اگر کسی نے حکم عدولی کی تو اُسے گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے گا۔

عمران نے انتہائی سخت لہجے میں کہا اور پھر وہ اٹھ کر دروازے

ناغم: — چند لمحوں بعد آواز سنائی دی۔

”یا فہا ور!“ — عمران نے آدھے گھنٹے کا ٹائم بتا دیا اور پھر اس نے گرگڑا ہٹ کی آواز کے ساتھ ایمر جنسی گیٹ دسے کو کھلتے دیکھا۔ عمران نے بٹن دبایا۔ اب آدھے گھنٹے تک یہ دروازہ کھل گیا تھا۔

”پرڈفیسر — تم کمرش ہال میں موجود تمام افراد کو لے کر انہیں ایمر جنسی گیٹ دے سے باہر بھیج کر واپس آؤ۔“ — عمران نے پرڈفیسر کو حکم دیتے ہوئے کہا۔ اور پرڈفیسر سر ہلے گا تو باہر نکلی گیا۔

”یہ پرڈفیسر آخر تمہارا حکم اس قدر فرمانبرداری سے کیوں مان رہا ہے؟“ — صفدر نے کہا۔

”وہی قتل خوانی اور ریتی کا کمال ہے۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور ساتھ ہی اس نے فائل اٹھا کر دوبارہ پڑھنی شروع کر دی۔ کافی دیر بعد اس نے سر اٹھایا۔ اور پھر مکونی آلہ اٹھا کر ایک اور بٹن دبا دیا۔ تو دیوار پر ایک سکریں روشن ہو گئی۔ جہاں کہ ساہو اور چھ سکریں پر اس کمرے کا منظر ابھر آیا۔ جس میں جولیا، جوزف اور جوانا موجود تھے۔ جولیا کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ جب کہ جوزف اور جوانا ایک طرف کھڑے تھے۔ چیف باس کو انہوں نے اسی ٹھکانے سے باندھ رکھا تھا۔ جس سے اس نے ان سب کو باندھا تھا۔ چیف باس ہوش میں تھا۔ اور بڑی طرح چیخ رہا تھا۔ اس کا منہ

لبے میں خواب دیا۔ اور عمران چند لمحوں سوچتا رہا پھر اس نے میز کی درازیں کھولنی شروع کر دیں۔ — میز کی ایک دراز کے اندر اسے سرخ رنگ کی ایک فائل مل گئی۔ عمران نے جیسے ہی فائل کھولی وہ چونک پڑا۔ یہ اسی لیبارٹری کی فائل تھی۔ — عمران کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور اس نے فائل غور سے پڑھنا شروع کر دی۔ خاصی ضخیم فائل تھی۔ عمران اسے جیتہ جیتہ دیکھتا رہا۔ پھر ایک صفحے پر اس کی نظریں جم گئیں۔ اور وہ اسے غور سے پڑھتا رہا۔

”ٹھیک ہے۔“ — اب گیٹ دے کھولنے کا پتہ چل گیا ہے۔ عمران نے سر اٹھاتے ہوئے کہا اور اس کے بعد اس نے ساتھ پڑی ہوئی مشین کا ایک بٹن دبا دیا۔ — دوسرے لمحوں دیوار کے ساتھ نصب ایک مشین میں زندگی دوڑ گئی۔ عمران تیزی سے مختلف بٹن دباتا چلا گیا۔ مشین کے درمیان لگی ہوئی سکریں روشن ہو گئی۔ — اس پر تیزی سے منظر بدلتے چلے گئے۔ اور پھر اسی جگہ کا منظر ابھر آیا جہاں وہ کوربراہی کا پٹر موجود تھا۔ عمران نے ایک نظر پھر فائل پر ڈالی اور اس کے بعد وہ مکونی آلہ اٹھایا اور اس کا سب سے نیچے والا بٹن دبا دیا۔ — اس بٹن کے دبتے ہی مشین سے آواز نکلی۔

”ماسٹر کنٹرول کیسیور کوڈ پلیمیز۔“ — مشین سے نکلنے والی آواز کا اچھا مشینی تھا۔

”زیر دھڑی۔ زیر دھڑی۔ ون تھڑی۔ ون تھڑی۔ زیر دھڑی۔“ — عمران نے فائل پر سے کوڈ پڑھتے ہوئے کہا۔

میں نے لیبارٹری کا مکمل کنٹرول سنبھال لیا ہے۔ سب لوگوں کو سوائے پروفیسر کے باہر نکال دیا ہے۔ اب پروفیسر کو میں تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ وہ تم سب کو لے کر یہاں میرے پاس آجائے گا۔ جوانا۔ تم نے چیف باس کو اٹھا کر لے آنا ہے۔ اور سنو۔ اس کا خیال رکھنا۔ کوئی حرکت نہ کرنے پلے۔ عمران نے آخری ہدایت جوانا کو کی۔

یس ماسٹر۔ جوانا نے وہیں کھڑے کھڑے جواب دیا۔ اسی لمحے عمران نے پروفیسر کو اس کمرے میں داخل ہوتے دیکھا۔

پروفیسر۔ الٹ۔ اچانک چیف باس نے چیخ کر پروفیسر سے کہا اور پروفیسر کے جسم کو زوردار جھٹکا لگا۔ اور عمران چونک پڑا۔

جوانا۔ چیف باس کو فوراً بے ہوش کر دو۔ جلدی۔ عمران نے چیخ کر کہا۔

پروفیسر۔ ان کو ہلاک کر دو۔ ریڈیشن آن کر دو۔ چیف باس نے اسی لمحے چیخ کر کہا۔ اور پروفیسر تیزی سے اس مشین کی طرف لپکا۔

جوزف۔ پروفیسر کو روکو۔ یکڑو اسے۔

عمران نے چیخ کر جوزف سے کہا۔ اور جوزف کسی عقاب کی طرح مشین کی طرف بڑھتے ہوئے پروفیسر پر جھپٹ پڑا۔ دوسرے لمحے بوڑھا پروفیسر جوزف کے طاقتور بازوؤں میں پھڑپھڑانے

بار بار کھل بند ہو رہا تھا۔

اسی لمحے عمران کی نظر پہلی سکرین پر پڑی۔ وہاں پروفیسر اور کمرش ہال والے افراد پہنچ چکے تھے۔ اور وہ سب تیزی سے اس کھلی جگہ میں غائب ہوتے جا رہے تھے جب کہ پروفیسر ایک طرف کھڑا تھا۔ جب سب افراد اس کھلی جگہ میں غائب ہو گئے تو پروفیسر میکانگی انداز میں واپس مڑا۔ عمران اس کھلی جگہ کو دیکھ رہا تھا۔ اور پھر چند لمحوں بعد گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی اور وہ کھلی جگہ دوبارہ بند ہو گئی عمران نے مشین بند کر دی۔ تھوڑی دیر بعد پروفیسر کنٹرول روم میں داخل ہوا۔

”وہ سب چلے گئے ہیں۔“ پروفیسر نے سپاٹ بچے میں کہا۔

”گڈ۔ اب تم جا کر چیف باس کو یہاں لے آؤ۔“

عمران نے کہا اور پروفیسر واپس مڑ گیا۔ عمران نے ٹکونی آلے پر دبائے ہوئے بٹن کو دوبارہ دبایا تو جولیہ اور اس کے ساتھی چونک پڑے۔ کیوں کہ سامنے والی دیوار پھٹ گئی تھی اور اس میں وہی مشین نظر آنے لگی تھی جس سے عمران نے لارک سے بات کی تھی۔ مشین خود بخود چل پڑی تھی۔ جولیہ۔ میں عمران بول رہا ہوں۔ عمران نے کہا۔

”ہاں۔ کیا ہوا۔ تم تو ہمیں بھول گئے۔“ جولیہ نے اٹھ کر مشین کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔



لگا۔ اُسی لمحے جوانانے پوری قوت سے چیف باس کی کپٹی پر مگر مارا اور ایک ہی لمحے سے چیف باس کا سر ڈھلک گیا۔ جیسے ہی چیف باس کا سر ڈھلکا پروفیسر بھی اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔  
”اب اسے چھوڑ دو جوزف“۔ عمران نے کہا اور جوزف نے پروفیسر کو چھوڑ دیا۔ وہ اب خاموش کھڑا تھا۔

”بڑی حماقت ہوئی مجھ سے“۔ یہ خیال ہی نہ رہا تھا کہ پروفیسر بھی چیف باس کی ٹرانس میں سے۔ اگر دماغ جوزف اور جوانانہ ہوتے تو صورت حال پلٹ بھی سکتی تھی۔ عمران نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”اب پروفیسر کے ساتھ تم میرے پاس آ جاؤ“۔ عمران نے کہا۔ اور ساتھ ہی ہٹن آف کر دیا۔

”اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟“۔ صفدر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

”تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ۔ میں۔ پروفیسر اور چیف باس یہاں رہیں گے۔ میں یہاں ٹرانسمیٹر پر ایچ ٹیو سے رابطہ قائم کر کے اُسے رپورٹ دوں گا۔ پھر وہ جیسے حکم کرے گا۔ تم اس دوران ہوٹل میں رہو گے۔ عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا اور انہوں نے سر ہلا دیا۔

تھوڑی دیر بعد پروفیسر جولیا۔ جوزف اور جوانا کو لے کر کنٹرول روم میں آ گیا۔ جوانانے بے ہوش چیف باس کو کاندھے پر اٹھایا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ اور پیر بدستور بندھے

ہوئے تھے۔ پھر عمران نے دوبارہ ایچ جی سی گیٹ دے کھولا۔ اور ان سب کو باہر جانے کی ہدایت کی۔

پروفیسر ایک بار پھر عمران کے حکم پر انہیں چھوڑنے کے لئے گیا۔ اور عمران نے فائل کو دیکھتے ہوئے وسیع حیطہ عمل کے ٹرانسمیٹر کو آن کر کے اس پر ایک ٹیو کی مخصوص فریکوئنسی سیٹ کرنی شروع کر دی۔ چیف باس اپنے ہی کنٹرول روم کے فرش پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ تھوڑی سی دیر میں رابطہ قائم ہو گیا۔

”بیلڈ جیلو“۔ عمران کا لہجہ۔ ایک ٹیو اور۔

”مران نے اعلیٰ آواز میں کہا۔

”یس“۔ ایٹن سیکنگ۔ عمران تم زندہ ہو

اور۔۔۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز ابھری۔

”تو تم یہ افاتہ بھی پڑھ چکے ہو اور۔۔۔ عمران نے

سکراتے ہوئے کہا۔

”مجھے صفدر نے اطلاع دی تھی کہ آپ جوزف اور جوانا غار میں

مگر کہ بلاک ہو گئے ہو۔ لیکن میں نے انہیں ڈانٹ دیا تھا۔

مجھے یقین تھا کہ آپ مر نہیں سکتے۔ لیکن میں پریشان تھا۔ بعد میں

کوشش کی کہ صفدر وغیرہ سے رابطہ قائم ہو لیکن کوئی رابطہ قائم

نہ ہو سکا۔ اب میں سوچ رہا تھا کہ خود پینسلوانا آؤں کہ آپ

کی کال آگئی اور۔۔۔ بلیک زیرو نے کہا۔

”کیوں۔۔۔ تمہیں یقین کیوں نہ آیا۔ اس کا مطلب ہے میں

مر بھی جاؤں پھر بھی تمہیں یقین نہیں آئے گا اور۔۔۔ عمران

چلو کچھ تم ہماری مہم کا خیر نہ نکل آئے گا اور! — عمران نے جواب دیا۔

”ادہ — دیر می گڈ — یہ تو بہت اچھا آئیڈیا ہے۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں اور! — بلیک زید کی آواز سنائی دی۔

”تم تو بڑے سخی استاد بنتے جا رہے ہو۔ ہر بات پر دیر می گڈ کہہ جا رہے ہو اپنے شاگردوں کو۔ — بہر حال جلدی کرو اور! عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

دوسری طرف سے خاموشی طاری رہی۔ شاید بلیک زید پروفیسر غزنوی کی کوڈ فریکوئنسی معلوم کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھا۔ اور عمران خاموش بیٹھا فرش پر پڑے ہوئے اسٹار ٹریک کو دیکھ رہا تھا۔ جس نے درحقیقت تمام سپر ہاؤز کو چکر میں ڈال رکھا تھا۔ اسی لمحے پروفیسر اندر داخل ہوا۔

”ہیلو پروفیسر — اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟“ عمران نے پروفیسر کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر چمکتے ہوئے کہا۔ ”میں نے آر پیس مارسیلانا تیار کرنا ہے۔ ابھی ٹھوڑا سا کام رہتا ہے۔“ پروفیسر ابھی تک اپنے ٹریک پر ہی چل رہا تھا۔ عمران چند لمحے غور سے اس بوڑھے پروفیسر کو دیکھتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ مشینی طور پر اس کے اعلیٰ ترین ذہن کو جس انداز میں کنٹرول کیا گیا ہے۔ اس کے بعد اب یہ کسی بھی صورت میں نارمل تو نہیں ہو سکتا۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہو گا کہ ایکرمیا

نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”کیسے یقین آجاتے مرنے کے بعد بھی آپ کی کال تو موصول ہو ہی جاتی ہے اور! — بلیک زید نے ہنستے ہوئے کہا۔

اور عمران اس کے اس خوب صورت جواب پر قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ ”اچھا — اب میری بات غور سے سنو۔ میں نے نہ صرف

اسٹار ٹریک کی لیبارٹری کو تلاش کر لیا ہے۔ بلکہ اس پر قبضہ بھی کر لیا ہے۔ اور اس وقت اسٹار ٹریک میرے سامنے بیہوش

پڑا ہے اور! — عمران نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”ادہ — دیر می گڈ — جلدی سے تفصیلات بتائیے۔

تاکہ میں ایکرمیا کے صدر پر عیب ڈال سکوں اور! بلیک زید نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

”عیب بھی ڈال لینا۔ یہاں پہنچ کر میری نیت میں کچھ فرق آگیا ہے۔ یہاں اس قدر جدید ترین مشینری نصب ہے۔ کہ اگر یہ

مخصوص مشینری ہمارے ملک کے خلائی ریسرچ لیبارٹری کے کے شعبے کو میسر آجائے تو یقیناً ہم اس میدان میں سپر ہاؤز

کے مقابل آسکتے ہیں۔ اس لئے تم ایسا کرو کہ خلائی ریسرچ لیبارٹری کے سربراہ پروفیسر غزنوی کی کوڈ فریکوئنسی مجھے بتاؤ۔ میں

اس سے بات کرتا ہوں۔ — میرا خیال ہے۔ اُسے یہاں بلوا کر یہاں سے مخصوص مشینری کو اس کے مشورے سے پاکیشیا منتقل

کئے جانے کے انتظامات مکمل کر لوں۔ — اس کے بعد بقیہ لیبارٹری اور اسٹار ٹریک کو ایکرمیا کے صدر کے حوالے کیا جاسکتا ہے۔

ہتھیں۔

”کک۔ کک۔ پرودیسر۔ کیا تم نارمل ہو۔ یہ تمہاری آنکھوں میں چمک۔ عمران نے کرسی سے اٹھ کر پرودیسر کی طرف بڑھتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اور پرودیسر بے اختیار ہنس پڑا۔ اس کی آنکھوں میں زندگی کی چمک بجلی کی طرح جھپکنے لگی۔

”جب تم نے پہلی بار میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر میرے ذہن کو جھٹکا دیا تھا۔ میں اس وقت ہی نارمل ہو چکا تھا۔ اور مجھے اُسی لمحے تمہاری اعلیٰ ترین ذہنی صلاحیتوں کا احساس ہو گیا تھا۔ اور میں صرف تمہیں مزید چیک کرنا چاہتا تھا۔ اگر تم مجھے زبردستی اپنے ساتھ لے جانا چاہتے یا میری مرضی کے خلاف کوئی کام کرتے تو یہ دیکھو۔“ پرودیسر نے اپنی آستین کو جھٹکا اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ میں ایک پنسل ٹاچر نما آلہ نمودار ہو گیا۔

پھر اس نے پہلے کہ عمران کچھ سمجھتا۔ پرودیسر نے اس آلے کا رخ فرش کی طرف کر کے اس کا ہٹن دبا دیا۔ اس میں نیلے رنگ کی شعاع نکل کر فرش پر پڑی۔ اور فرش کا کافی سارا حصہ یوں غائب ہو گیا جیسے وہاں اس کا وجود ہی نہ ہو۔ اب وہاں گردھاسا پڑ گیا تھا۔ ”اوہ۔۔۔ تو پھر تم نے میرا ساتھ اس انداز میں کیوں دیا۔ تم اسٹارٹر ایک کا بھی ساتھ دے سکتے تھے۔“ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہ خود غرض۔ ظالم اور سفاک آدمی ہے۔ جو صرف اپنی ذاتی

اسے ایک گراں قدر تحفہ سمجھ کر اپنی خلائی لیبارٹری میں رکھ لے گا۔ ایک ہیمیا میں ایسے ماسٹرین باافراط موجود ہوں گے جو عمران کی طرح پرودیسر کے ذہن کو ٹرائس میں لے آکر اس سے کام لے سکیں۔ چنانچہ پھر پرودیسر کی خدمات سے پاکیشیا کیوں محروم رہے۔ کیوں نہ لیبارٹری کی مخصوص مشینری کے ساتھ ساتھ پرودیسر کو بھی پاکیشیا منتقل کر دیا جائے۔ اس طرح پرودیسر کی موجودگی پاکیشیا کو اس میدان میں بہت آگے لے جائے گی۔

”پرودیسر۔ کیا آپ پاکیشیا کے لئے کام کریں گے؟“ عمران نے چند لمحے سوچنے کے بعد پرودیسر سے پوچھا۔

”پاکیشیا۔۔۔ پرودیسر نے سپاٹ سے انداز میں کہا۔

”ہاں۔۔۔ میرا ملک پاکیشیا۔ براعظم ایشیا کا عظیم ترین ملک۔“ عمران نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔

”مجھے وہاں کیا کرنا ہو گا؟“ پرودیسر نے پوچھا۔

”خلائی ریسرچ۔“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے جواب

دیا۔

”میں اس ملک کے لئے کام کرتے ہوئے فخر محسوس کروں گا۔ جس میں تم جیسے سپر مائنڈ لوگ رہتے ہیں۔“ پرودیسر نے جواب دیا۔ اس کی خالی اور سپاٹ آنکھوں میں ایک لمحے کے لئے چمک سی پیدا ہوئی۔ اور عمران بے اختیار اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔ اس کی آنکھیں زندگی میں پہلی بار حیرت کی شدت سے پھٹی جا رہی

پروفیسر مانتاشا کی زبان سے پاکیشیا کے لئے ہمارا ملک کے الفاظ  
نکلنے کا مطلب یہی تھا کہ اب خلائی ریسرچ کے میدان میں پاکیشیا  
کا نام سر فہرست آجائے گا۔ اور عمران سوچ رہا تھا کہ شاید  
یہ اس کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ ایسا کارنامہ جس کے  
نتیجے میں پاکیشیا عظمت کے سفر پر اور آگے بڑھ جائے گا۔ اس  
نے بلیک زیرو کو جواب دینے کی بجائے ایک بار پھر بے اختیار  
ہو کر پروفیسر کو گلے سے لگا لیا۔

ختم شد

غرض کے لئے لوگوں کی ذہنی صلاحیتوں پر ڈاکہ مارتا ہے۔ جب کہ تم  
اپنے ملک کی ترقی کے لئے مجھے لے جانا چاہتے ہو۔ مجھے اس  
آدمی سے شدید نفرت تھی۔ اور یقین کر دینے کی بار سوچا کہ اس  
آلے سے تمہارا اور اس کا بیک وقت خاتمہ کر کے یہاں سے نکل  
جاؤں۔ لیکن نبجانے کون سی طاقت ہر وقت مجھے روک دیتی  
تھی۔ تمہاری بے پایاں ذہانت۔ تمہاری جرأت۔ تمہاری  
بے غرضی۔ اور سب سے بڑی بات کہ تم نے لیبارٹری کے  
بے گناہ افراد کے خون سے ہاتھ رنگنے سے جس طرح اجتناب کیا  
ہے مجھے تم سے محبت سی ہو گئی ہے۔ پروفیسر نے مسکراتے  
ہوئے کہا۔

”ادہ پروفیسر۔ تم واقعی عظیم ہو۔ اور میں تو ایک احمق  
سا آدمی ہوں۔ یقین نہ آئے تو جو لیا سے پوچھ لیتا۔“ عمران  
نے بے اختیار آگے بڑھ کر پروفیسر کو گلے سے لگا لیا۔  
اُسی لمحے بلیک زیرو کی آواز ٹرانسمیٹر پر ابھری اور پروفیسر  
نے عمران کو علیحدہ کرتے ہوئے کہا۔

”میں نے تمہاری کال سن لی ہے۔ پروفیسر غزنوی کو یہاں بلانے  
کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہیں بتاؤں گا کہ یہاں سے  
کون سی مشینری کس طرح لے جانی ہے۔ کون سی ہمارے ملک  
پاکیشیا کے لئے ضروری ہے اور کون سی غیر ضروری۔“  
پروفیسر نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
اور عمران کا چہرہ فخر و مسرت سے پھول کی طرح کھل اٹھا۔